

حصہ اول

مشکوٰۃ تھاتیت



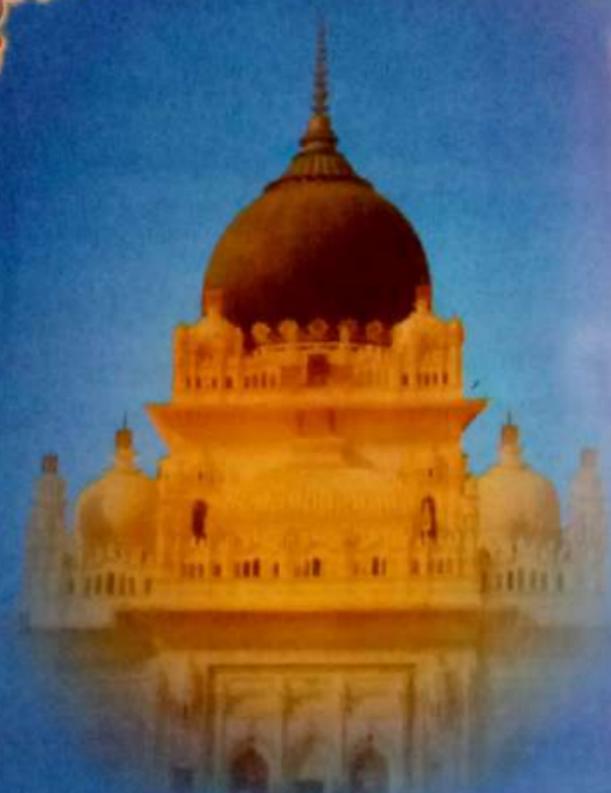
مملو

بمعارف و ارشیہ



از

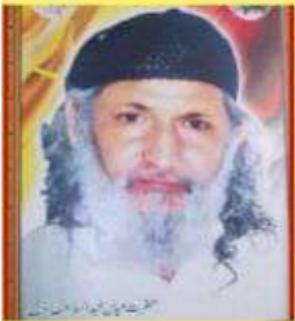
مولانا فضل حسین مددیقی وارثی آنادی



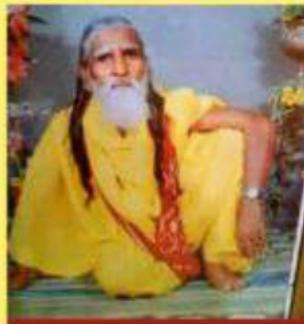
سوانح حیات

آیت من آیات اللہ
سرکار عالم پناہ حضرت حاجی وحافظ
سید وارث علی شاہ

ذکرہ اعظم اللہ دیوہ شریف ضلع بارہ بکھی ہندوستان



یادوارث حق وارث



حضرت سید

محبالسلام

عرف میں بالکا ابوک

رحمتہ اللہ علیہ

فیضان نظر

حضرت خواجہ

سید منیر علی شاہ

بارشی چشتی اچھیری

رحمة اللہ علیہ

عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ

عرفان سلسلہ وارثیہ قادریہ کی ایک بہترین کاؤنٹری
وارثی کتب اب پی ڈی ایف میں آپ سب وارثیوں کے لیے۔
منجانب : رمیز احمد وارثی
جو لوگ سلسلہ کی کتب جو پی ڈی ایف والی پڑھنا چاہتے ہیں
تو اس نمبر پر رابطہ کریں۔

923101157013

سکونت شہماںی

مولانا حیات

فاني في الله باقي بالله آيت من آيات الله
 سر کارِ عالم پناہ سید وارث علی شا ذکر عظیم اللہ
 حضرت حاجی حافظ اللہ سید وارث علی شا ذکر عظیم اللہ
 دیوہ شریف صلح بارہ بنت کی هندوستانی

تألیف

مولانا فضل حسین صدیقی وارث مادر کو

باجائزت

رضی احمد وارثی آنسیری میخیر حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز
 مولیم طرست - دیوہ شریف صلح بارہ بنت کی، یوپی (ہندوستان)

باہتمام

حاجی فقیر عزت شاہ وارث ناظم علی آستانہ غالیہ وارثیہ حضرت حاجی ص

فقیر اکمل شاہ وارث قدر سرہ العزیز ن

پھپر شریف داکنے نچکا بگیال تھیں گوجرانوالہ راولپنڈی (پاکستان)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

ناشر
نائم اشاعت	وزیر احمد وارثی۔ چوبہری فضل حسین وارثی
تأتیت	محمد شریف شیوہ منصوری چشتی نیکائی
مطبع	المطبعۃ العربیہ انارکلی لاہور۔
تعداد	ایک ہزار

اطہارِ تشكیر

الحاج محمد حسین گوہر پروپرائزر ہلال کتبخانہ کے ممنون ہیں، جنہوں
نے اپنی انتہائی مصروفیت میں سے وقت نکال کر اس کتاب کی
اشاعت میں خصوصی دلچسپی لی اور اس کی اشاعت کو ممکن بنایا۔
جزاک اللہ (مؤلف)

ملنے کا پتہ

وارثی کتبفاثہ۔ بوئے والا

فہرست مضمونیں کتبیں

مفاتیح	مضامین
۱	دیباچہ
۲	شجرہ طریقت
۱۱	مقدمہ کتاب
۰۰۸۱	مجموعہ تالیف

تفصیل مجموعہ تالیف

مفاتیح	عنوانات
۳۵	۱۔ امام گرامی بات شریح
۵۱	۲۔ ولادت پاسعافت و شجرہ نسبی
۵۳	۳۔ شرف خاندانی
۰۰۵	۴۔ ایام رضاعت
۵۶	۵۔ والدین کا انتقال
۵۷	۶۔ تعلیم علوم خلا ہریتیہ
۶۲	۷۔ ایام طفویت کے بعض حالات
۷۹	۸۔ حضرت کے بارہ میں بعض اولیاء اللہ کی پیری گوئیاں
۹۹	۹۔ سیمت و خلافت
۱۰	۱۰۔ آپ کی دستار بندی
۱۱	۱۱۔ طلبان حق کی سیمت
۱۲	۱۲۔ مختصر حالات سعہ

صفحات	عنوانات
۸۰	۱۳۔ تقویت امانت
۸۱	۱۴۔ ریاضت و مجاہد
۸۲	۱۵۔ تسلیم و رضا
۸۸	۱۶۔ بخشش
۹۲	۱۷۔ توکل و استغنا
۹۶	۱۸۔ طرقِ اکل و شرب
۱۰۲	۱۹۔ لباس
۱۰۵	۲۰۔ پاہنڈی و ضعی
۱۰۸	۲۱۔ نشست و استراحت
۱۰۹	۲۲۔ سراپائے مبارک
۱۱۶	۲۳۔ صفتِ تنہی
۱۲۵	۲۴۔ اندازِ تکلم
۱۲۷	۲۵۔ شانِ تکلم
۱۴۰	۲۶۔ غایقِ سخن
۱۴۵	۲۷۔ منزلِ عشق
۱۴۱	۲۸۔ ارشاداتِ متعلقی عشق
۱۴۵	۲۹۔ توحید
۱۴۲	۳۰۔ تقدیم
۱۸۴	۳۱۔ یقین
۱۹۲	۳۲۔ مختلف ارشادات فیض آیات
۱۹۸	۳۳۔ ارشادات متعلق بندِ سبب
۲۰۳	۳۴۔ شاملِ محبت (مولود شرعن، گیارہویں شریعتِ حرم شریف)
۲۱۵	۳۵۔ ذوقِ سماع۔

متنها	عنوان
۲۱۶	۳۹ - محیت و استغرق
۲۲۰	۳۰ - استخراج قصص و حکایات
۲۲۱	۳۰ - عادات و مصالح
۲۲۳	۳۰ - حسن و اخلاق
۲۲۴	۳۰ - بگزند و انکسار
۲۲۵	۳۱ - کیفیت اتحادی
۲۲۸	۳۲ - رجوع خلاص و طریق بیعت
۲۴۴	۳۳ - بعض و اتعاب بیعت
۲۶۶	حکیم مبارک حسین (عبدالاادشاه) بیعت
۲۶۹	مشی نبیهور علی (فتحیخت شاه) "
۲۷۸	شاه بدرا الدین راوه‌گشت شاه) "
۲۸۲	دنی شاه
۲۸۳	دارخانه صاحب
۲۸۴	مولوی بکیر الدین
۲۸۶	نادر شاه کابلی
۲۸۸	کلن شاه وارثی
۲۸۹	عبدالرحمن صاحب حیا
۲۹۰	محمد علی ساکن اجیر شریعت
۲۹۲	مکین شاه صاحب
۲۹۳	ڈاکٹر الہی بخش صاحب
۲۹۵	مولوی فضل علی ڈپی گلکھڑ
۲۹۶	مولوی نور کریم قدوالی کی خدمت پوشی
۳۰۰	حافظ احمد شاه اکبر آبادی کی بیعت کا واقعہ

صفحات	عنوانات
۳۰۱	سید محمد الدین صاحب بیر شرک بیعت کا واقعہ
۳۰۲	پیغمبر حسین علی وارثی " "
۳۰۴	پیغمبر عبدالعزیز رئیس فتحپور " "
۳۰۶	مسٹقیم شاہ صاحب اور ان کے خاندان " "
۳۰۸	علام رویا میں استفادہ بیعت
۳۱۲	قاضی سیمان احمد صاحب کی بیعت کا واقعہ
۳۱۵	بابروارث علی خان صاحب " "
۳۱۶	مولوی محمد سرفراز خان صاحب مجتہد وارثی " "
۳۲۳	۴۵۔ دیگر عذرا ہیکے ازاد کی رجوعات و واقعات بیعت
۳۲۱	۴۶۔ مریدین میں اڑ دیا و مجتہد
۳۲۳	۴۷۔ اوقاف مجتہد
۳۸۰	۴۸۔ تعلیم وارث شاد
۳۱۲	۴۹۔ بعض خصوصیات تعلیم
۳۲۱	۵۰۔ بعض مجاہدات تعلیم
۴۲۹	۵۱۔ مسئلہ خلافت اور جائشی
۴۳۶	۵۲۔ فیضان ولایت
۴۵۶	۵۳۔ برکات بیعت
۵۰۲	۵۴۔ حافظ پساری صاحب کا واقعہ انہیں کی زبان
۵۰۲	۵۵۔ تبدیلی شکل
۵۲۲	۵۶۔ کیفیت باطنیہ
۵۲۰	۵۷۔ غائبانہ تصریفات
۵۳۳	۵۸۔ حالت نزع میں اعداد
	۵۹۔ تصریفات ظاہریہ

صفاتعنوانات

- ۶۰ - بھری و بڑی تصریفات
 ۶۱ - واقعاتِ جنات
 ۶۲ - پرندو چرند پر چورا نور کے تصریفات
 ۶۳ - برکات و نعمت
 ۶۴ - شخائے امراء
 ۶۵ - احیائے موتی
 ۶۶ - مختلف واقعات و حالات
 ۶۷ - مسکریں و مخالفین کا انعام
 ۶۸ - اعتراضات کی حقیقت
 ۶۹ - حضرت کی نسبت ملاؤ مشائخین و معاصرین کی ایں
 ۷۰ - علمائے کلام فرنگی محل حسب تحریر مولانا محمد عبدالباری صاحب

- ۷۱ - مولانا عبدالوهاب قدس سرہ فرنگی محل
 ۷۲ - مولانا عبدالغفار قدس سرہ فرنگی محل
 ۷۳ - مولانا عبدالرؤوف قدس سرہ فرنگی محل
 ۷۴ - شاہ احمد حسین صاحب بانسوی
 ۷۵ - مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محل
 ۷۶ - حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب قبلہ
 ۷۷ - نقشبندی قدس سرہ و رضی اللہ عنہ
 ۷۸ - حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہماجر کی رحمۃ اللہ علیہ
 ۷۹ - حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر یادیت
 ۸۰ - مولانا یحکم مشتاق علی صاحب قلندر قدس سرہ
 ۸۱ - مولانا حاجی زید اللہ صاحب پشاوری

عنوانات	صفحات
و مولینا شاه عبد القادر صاحب بدایونی	۴۹۹
و مولینا شاه عبد القادر صاحب سهوانی	۵۰۰
و مولینا شاه نذر علی صاحب فتحوری	۵۰۱
و حضرت حاجی منصب علی شاه چشتی سلوانی	۵۰۲
و حضرت میام سید علی شاه	۵۰۳
و سائیں توکل شاه صاحب نقشبندی بہری ایا بوی تدریس ترثی	۵۰۴
و حضرت شاه ابوالحسن صاحب قبله نوری میام ماہروی	۵۰۵
و حضرت مولینا شاه سید ابو محمد علی حسن صاحب اشرفی البجیلانی قبلہ مدظلہ	۵۰۶
و حضرت حاج احمد بن الشریفین مولینا سید ابو محمد اشرف حسین صاحب قبلہ اشرفی البجیلانی	۵۰۷
و حضرت بہادر شاه صاحب نقشبندی	۵۰۸
و حاجی سید علی تابد شاه صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۵۰۸
و مولینا مولوی سید کریم رضا صاحب چشتی نشامی اشرفی در ولیشی بیخوی بہاری قبلہ مدظلہ العالی	۵۰۹
و مولینا شاه محمد سیمان صاحب تاداری چشتی بخاروی بہاری	۵۱۰
و مولوی سید محمد رضا صاحب سنديلوی	۵۱۱
و حضرت حاجی مولینا شاہ ہزارہ سید مجبوس عالم صاحب قبلہ قادری حسین الحسینی نعمیرہ حضرت مولینا شاه محمد اکمل آنحضری متولی ببغداد شریف	۵۱۲
۷۰. حالات وصال، معیت سلام	۵۱۳
۷۱. قطب خواریخ کتاب	۵۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

دِیْبَاجِہ

ہَامِدًا وَ مُحَمَّدِيًّا

مولوی شیخ فضل حسین صدیقی نوازی اٹاوی قدس اللہ سرہ و نور اللہ عزیزہ مؤلف کتاب متن طاب شکر اللہ متعالیہ نے جس تفحیص و تجسس سے حالات و واقعات کو فراہم کئے اور زرائی و منافذ حصول کی جایچ پر کھیں جو کدوں کا وہ عمل ہے لائی پھر ان کے متعلق تحقیقات میں بیسیں چھان بین کی اور امور اخلاقیہ کو جس اتفاق و احتیاط کے ساتھ موازنہ کیا اور رد و تقبیلیت میں روایات کے بہس طرح کی شکافی در رشیدہ دوائی وجہا ہر سنجی کی اور جسیں زیادت حق پسندی اور منصف مزاہی سے صدق و راستی کے پہلو کو مدد نظر کئے اور ان مراحل کو ساہیا سال میں کامیابی سے طے کر کے ایک ضمیم خوبصورت کو اب لو اپ رشتہ و تقیم کرنے و بعدہ رسول کی صرف اوقات و محنت شا قہ سے اس قدر غیس نجتیار کرنے میں جس شدید عرق ریزی اور بیان سوزی کے ستمل ہوئے کا حقہ تحریر میں ضبط ہونا دشوار ہے۔ البتہ ذریعی ذریعی بھیک اسکی جایجا مقدوس کتاب میں پائی جاتی ہے، مگر میں یہ کہتا ہوں کہ لوری کتاب اپنی خوبیوں کی آپ ہی دلیل ہے۔ آفتاب آمد و لیل آفتاب ناظرین منفق ہیں کرتا یعنی طفیل اپنے رنگ میں دیگر کتب مبتکا شرہ مقصودیتی حالات و اور شیے سے خاص طور پر متاز ہے اور حال کے خاص و عام مذاق و نیز ائمہ کے متوقع مذاق کے اعتبار سے بہت ہی غنیمت اور قابل قدر ہے۔

علاوه اور خوبیوں کے ایک غیر معمولی بڑی بات یہ ہے کہ خود غرضی و خود نمائی و شہرت نہیں کا خیال قطعاً محو ہے۔ مؤلف مرحوم کے صرف جد و پوری مشرف بہیت نہ تھے، بلکہ پورا خاندان سلسلہ عالیہ میں داخل تھا اور سب کے سب

ندانی و جال شار نئے چنانچہ آخر چاہیس سال کے دوڑیں ہضور اعلیٰ اللہ عاصمہ نے قدم
سینہت زوم سے مولع مرحوم کے مکن مشان کو بارہ سفر فراز فریایا اور غلامان علقم
بگوشان کی خوشی خاطر کو ملحوظ رکھ کر دو دو تین ہیں دن خلک گترہ کے مگر مولع مرحوم
نے کسی مقام پر کنایتہ بھی ایسے گھرے تعلق کا اٹھا رہ کیا اور نہ کوئی روایت اپنے
جدوپدر کے سندر سے لکھنے کی جرأت کی بلکہ مشک اشت کر خود بسید مولع مرحوم
کا انہاں ان کے تقریب کی دلیل ہے باطنین خود قیاس کر سکتے ہیں کہ نہت ان کی
بارگاہ وارثی کے ساتھ کس درجہ قوی ہوگی ذا الک فضل اللہ یوسفہ میں یشارع
جس کا بوجو حصہ ہوتا ہے وہ پالیتا ہے۔

حُقَّ الْقَلْمَبِيَّةِ هُوَ حَكَائِفُ. لورشہ تقدیریوں تھا کہ مرحوم مغفور
کا بیدن خانی میں رہ کر پیغمبر سے اپنی تائیف کو زینت طبع سے مزتن نہ دیکھیں گے تا ایف
کا کام تو ۱۳۳۷ھ میری میں مرتب ہوئی گیا تھا اور حسب تجزیہ بنا ب/molوی عبد العلی
صاحب وارثی خدا ناما دہ تاریخ "مشکوہ حقائیت" قرار پاہی چکا تھا منگر
"مقدورہ کتاب" لکھنا باقی رہ گیا تھا کہ وہ بھی بفضلہ تعالیٰ عشرہ محرم الکرام ۱۳۴۸ھ
میں حن انجام کر چکیا بعدہ بار ہوئی محرم کو دفعتا بغار ضر انخلوڑا اربابی مبتلا ہوئے
اور ۲۹رمضان الحرام روزہ شنبہ کو بوقت دس بجے دن جام شہادت نوش نہریا۔
ایسا بیلہ وایت ایسی مساجد حونہ مرضی مولی برہہ اولیٰ مشکوہ
حقائیت "ملکوب بغار وارثیہ ہے اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ کتب
ست طاب مشکوہ حقائیت المعروف بغار وارثیہ مرسوم کی جائے پچانچہ
ایسا ہی کیا گیا۔

مولع مرحوم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کتاب مقدس کو افزار امداد کے سلسلہ متعدد
میں کے ایک بھائی اور ایک بیٹی کے نام میں معزون کریں گے چنانچہ
مدوح اشان نے عالی جناب سلطی القاب ائمیں مولوی سید شرف الدین حباب
وارثی بیرسٹر ایٹ لاسائیت رنجہ مائیکورٹ نکلتہ و پیٹہ و امرت بر کاترے و عقیدت
اگریں مکرمہ و محترمہ جناب بی بی عائشہ عاصمہ وارثیہ ریسیس خلیج گیا بسط اللہ

حیاتہا و رفع اللہ درجاتہا سے اس خصوصی میں استصواب کر کے
اجازت بھی حاصل کری تھی۔ اس یہ صحیفہ متبرکہ کا اسی طریقہ پر معنوں پر تسبیب
ہونا صحیقہ منتصور ہے۔

بسبب اشتغال مذکوت مرحوم تھوڑے کے ساتھ خیال کیا جاتا تھا کہ مسامی کیکے
خون کی نظر سے پوشیدہ رہ جائیں گے گر شیتیت ایزوی خلاف اس کے تھی اور
رب العزت کو اشاعت منظور تھی۔ کرم فرمامولوی مراد علی خاں صاحب ماک
طبع آنحضرت پریس واقع محلہ رمشٹنہ جکشناں کا بے حد گمنون ہوں ہیں تو نے غیر
معمولی توجہ اور سرگرمی سے اتنے ٹرے کام کو بہت تھوڑے وقت میں افضل تعالیٰ
خاطر خواہ انعام دیا۔ الحمد للہ علیہ ذرا لذت فقط

سید ظہیر الدین ولی شیور وی
پٹنہ عظیم آباد۔ ۱۰ اگست ۱۹۱۹ء

شجرہ قادریہ، رزا قیہ، وارثہ

۱۔	اے خدا اپنے محمد مصطفیٰ کیو اسٹے	
۲۔	حضرت حسینؑ و زین العابدینؑ و جعفر امامؑ	حضرت خسروت کرخی و سری سقطی جنیدؑ
۳۔	دارث ارش علی دو شکر پرسیکاں	عبدؑ احمد صاحب ططوس و حضرت بوالحسنؑ
۴۔	عبدؑ رزاق و شہر سید محمد پیشوَا	غوث انعام افتخار او لیا کیو اسٹے
۵۔	حضرت سید علی و خواجہ موسیٰ خطاب	سیداً حمد صاحب بود و نما کیو اسٹے
۶۔	ہادی برحق جلال و سرور حکمران شریبد	شاہؓ دیں سید حسن اہل صفا کیو اسٹے
۷۔	حضرت شیخ ابوالعباسؑ سیدنا ہباد الدین مت	حضرت سید ابراءیم شیخ با صفا کیو اسٹے
۸۔	حضرت شیخ ابراہیم و سیدنا امام اللہ شاہ	شاہؓ ابراہیم شیخ با صفا کیو اسٹے
۹۔	حضرت شاہؓ ہدایت عارف و کامل ولی	حضرت شاہؓ حمد شاہ وہا کیو اسٹے

عبد الرزاق وجناہ سید اسٹیل شاہ

شاہ دیں حضرت بخاری شاہ الدنیار اولیا

حافظ و حاجی والی مصطفیٰ وارث علی

جوڑھیں پائیں مرادیں اور سب کی قبریں

جو اے پڑھائے پڑھائے اب سو و شرق

اللَّهُوَكِتْ قَدْ هُوَ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ

۱۷۔ دریج الاول ۲۱۔ میں وصال ہوا، مزار اندس در مدینہ شریف ۳۔ ۲۱۔ رمضان
۲۲۔ میں وصال ہوا مزار پاک در بخشش اشرفت ۳۔ ۱۰۔ محرم ۲۳۔ میں شہادت پائی مزار پاک
درگر بلائے محلہ ۳۔ ۲۰۔ محرم ۲۴۔ میں زہر سے شہید ہوئے مزار در جنت البیتع شہزادی الجھو
۲۵۔ کو وصال ہوا مزار پاک در جنت البیتع ۳۔ ۱۲۔ دریج الاول ۲۶۔ میں وصال ہوا مزار پاک
در جنت البیتع ۳۔ ۵۔ رب جمادی ۲۷۔ میں وصال ہوا مزار پاک در بنداد شریف ۳۔ ۲۱۔ رمضان
۲۸۔ شہزادی ہجری میں زہر سے شہید ہوئے مزار در خزان ۲۹۔ ۲۔ محرم ۲۹۔ میں وصال ہوا
مزار در بنداد شریف ۳۰۔ ۳۔ ۲۳۔ رمضان ۳۱۔ میں وصال ہوا مزار بنداد شریف ۳۱۔ ہو رجب
۳۲۔ میں وصال ہوا، مزار در بنداد شریف ۳۲۔ ۲۔ روزی الجھو ۳۳۔ میں وصال ہوا مزار بنداد شریف
۳۴۔ ۳۔ جاری اثنان ۳۵۔ میں وصال ہوا مزار در مقبرہ امام عقبل ۳۶۔ کیم محرم ۳۶۔ میں وصال
ہوا ۳۷۔ ۱۔ محرم ۳۷۔ میں وصال ہوا لامہ کیم محرم ۳۸۔ میں وصال ہوا ۳۸۔ ۱۰۔ دریج الاول

(باتے حاشیہ دوسرے حصہ پر)

بقيه حاشيه

سنه ١٣٢٥ھ میں وصال ہر امیر در بندواد شریعت نامہ اشوال ١٣٢٣ھ میں وصال ہر امیر در بندواد شریعت
 نامہ از رذیق عد ١٣٢٧ھ میں وصال ہر امیر در جیلان نامہ ١٣٢٥ھ ذی الحجه ٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٦ھ میں
 وصال ہر امیر ١٣٢٦ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٦ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٦ھ میں وصال ہر امیر
 در بندواد شریعت نامہ ارجب ١٣٢٨ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال
 ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در بحکمر
 نامہ ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال
 ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در عقان نامہ ١٣٢٣ھ ذی الحجه ١١ھ میں وصال ہر امیر
 در بحکمر نامہ ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در عقان نامہ ١٣٢٣ھ ذی الحجه ١١ھ میں وصال ہر امیر
 ہر امیر در بحکمر نامہ ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در بحکمر نامہ ١٣٢٩ھ میں
 وصال ہر امیر اثنى ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در شہر کھاچ ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر اثنى ١٣٢٩ھ میں
 وصال ہر امیر احمد آباد گیرات نامہ ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در قصبه باسے
 ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در قصبه مسوی خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ ذی القعده ١٣٢٩ھ میں وصال
 ہر امیر در قصبه مسوی خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در قصبه مسوی خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ
 ہر امیر در موضع شدوال خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در قصبه کرسی
 خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در موضع شدوال خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در
 موضع شدوال خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در موضع شدوال خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال
 ہر امیر در موضع شدوال خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر در موضع شدوال خلیع بارہ بکل ١٣٢٩ھ میں
 وصال ہر امیر پاک در بیوہ شریعت ١٣٢٩ھ میں وصال ہر امیر پاک در بیوہ شریعت ١٣٢٩ھ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شجرہ عالیہ پشتیہ اظاہیہ الصیر فخریہ و ارشیہ

وہ پائے فضل خدا سے بہشت کا ثمرہ	پڑھے جو روز بزرگان پشت کا شجرہ
پے محمد و محمود و مصطفیٰ مدے	خدابحرست ارواح انہیا مدے
امیر بک عبّہ شاہ لافتہ مدے	بحقی حضرت مولانا پاک ہنا د
بر بركت ہر ارواح اولیا مدے	براۓ پینٹن پاک چاریار نجتے
بے عبد و احمد سردار دوسرا مدے	طفیل حضرت خواجہ سن شہری بصری
سدید دین حذیفہ بکار ہا مدے	پے فضیلت شاہ فضیل دا برائیم
حضرت ابوالسحاق با صفا مدے	ایمن دین ہبیرہ و خواجہ مشاد
براۓ ناصر دیں شاہ انتیا مدے	بخواجہ ابی احمد بر بوج محمد شاہ
بر روح اطہر تاجی شریف مامدے	طفیل حضرت مودود شاہ یوسف پشت
عُنی صفات بر عثمان با حیا مدے	عُمر خضال ابو بکر خوعلی او صاف

بجوہجہ شہرہندالوی مصیین الدین	جلیب خنگہترانج المیا مددے
بحقِ خواجہ مانجتیارقطب الدین	پئے فریدشکر گنج باسخا مددے
بحقِ حضرتِ محبوب حق نظام الدین	اضیر دین چسے ارغ رومہ مددے
پئے جناب لی زمان کمال الدین	سراج دین بھی شاہ اصفیا مددے
بعلم دین و بر راجح شہنشہ محسود	جال دین جن شاہ حق نامدے
پئے جناب محمد من محمد شاد	برائے خواجہ بیگی شہر عطاء مددے
طفیل حضرت شاہنشہ کلیسم اللہ	نظام دین بھی معدن بنخا مددے
بحقِ فخر دو عالم حضور حنفی الدین	برقطب دین محمد شہر ملا مددے
بمحمرت شہزاد سما جمال الدین	برائے شاہ عباد اللہ پیشواد مددے
طفیل حضرت شاہ بلند و سیدنا	جناب حاجی خادم علی بساد مددے
بحقِ حضرت وارث علی شہر کوئین	پشاہ جن دلشیر حمزہ و سرا مددے

اللَّهُوَّيْتُ قَدَّهِيْ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ وَهُوَ امِيْنٌ يَارَبَّ الْعَالَمِينَ
 (حاشیہ دوسرے صفحہ پر)

حاشیہ شجرہ شریف

۱۷۰ ریت اول سنت میں وصال ہوا مزار اقدس در مدینہ شریفت تھے ۲۱ ۲۱ رضان
 سنت میں وصال ہوا مزار پاک در بیت اشرف تھے کیم رجب سنت میں وصال ہوا مزار در
 بصرہ تھے ۲۲ صفر سنت میں وصال ہوا مزار در بصرہ تھے ۲۳ ریت الاول سنت میں وصال
 ہوا مزار در گک شریفت تھے ۲۴ ربیع اول سنت میں وصال ہوا مزار در شام تھے ۲۵ یا ۲۶ ربیع
 سنت میں وصال ہوا مزار در بصرہ تھے ۲۶ یا ۲۷ ربیع سنت میں وصال ہوا مزار در بصرہ تھے
 ۲۷ محرم سنت میں وصال ہوا مزار در شام تھے ۲۸ ریت الاول یا ۲۹ ریت اثنان سنت میں
 وصال ہوا مزار در شام اللہ کیم جادی اثنان سنت میں وصال ہوا مزار در شام کیم رجب
 سنت میں وصال ہوا مزار در پشت تھے ۲۹ رجب سنت میں وصال ہوا مزار در پشت
 کیم رجب سنت میں وصال ہوا مزار در پشت تھے ۳۰ رجب سنت میں وصال ہوا مزار در
 پشت تھے ۳۱ ریت الاول سنت میں وصال ہوا مزار در ہرمول تھے ۳۲ ذئقہ سنت میں وصال
 ہوا مزار پاک پن ۳۳ یا ۳۴ ریت اثنان سنت میں وصال ہوا مزار در ہرمول ۳۴ رضان
 سنت میں وصال ہوا مزار چراغ دلی تھے ۳۵ ذئقہ میں وصال ہوا مزار چراغ دلی تھے ۳۶ جادی
 سنت میں وصال ہوا مزار پاک پن ۳۷ ۳۸ صفر میں وصال ہوا سنت میں وصال ہوا
 ۳۹ ذی الحجه میں وصال ہوا مزار احمد آباد گجرات تھے ۴۰ ذی القعده سنت میں وصال ہوا
 ریت الاول سنت میں وصال ہوا مزار در احمد آباد گجرات تھے ۴۱ صفر سنت میں وصال ہوا
 مزار مدینہ پاک تھے ۴۲ ریت الاول سنت میں وصال ہوا مزار در ہرمول تھے ۴۳ ذی القعده سنت
 میں وصال ہوا مزار در بار بار تھے ۴۴ جادی اثنان سنت میں وصال ہوا مزار در ہرمول
 تھے ۴۵ رجای اثنان کو وصال ہوا مزار مدینہ شریفت تھے ۴۶ ریت اثنان کو وصال ہوا
 رجب میں وصال ہوا مکتہ ۴۷ محرم کو وصال ہوا شاہ سیدنا خادم علی شاہ ۴۸ صفر سنت میں
 وصال ہوا مزار در گھنٹو ملک گول گنج تھے ۴۹ سیدنا وارث علی شاہ کیم صفر سنت میں
 وصال ہوا مزار پاک در یوہ شریفت ۵۰

مَقْصُودُكَ وَالْمَقْصُودُ مَوْجُودُكَ سَيِّدُ
 مَقْصُودُكَ اَنْ كَاذَرْ مَقْصُودُكَ اَنْ سَيِّدُسْ مَوْجُودُكَ بَهْ، سَرْدَارْ مَسَاؤُونْ
النَّرْسَلِينَ خَاتَمُ النَّبِيِّنَ شَفِيعُ
 کے بہت سب نیوں کے بیٹھے ۱۹

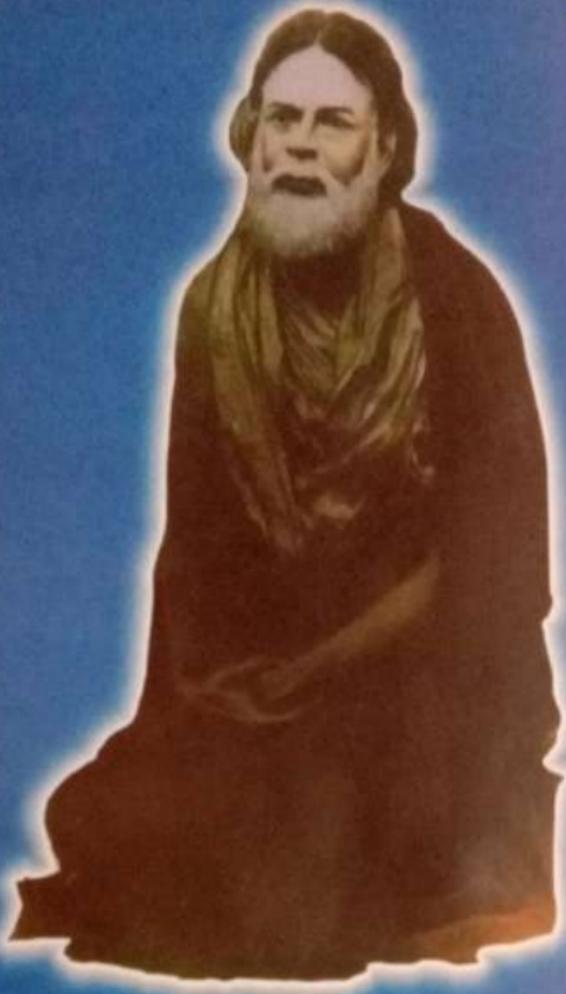
الشَّرِيكَيْنَ الْغَرِيبَيْنَ رَحْمَةً لِلْعَلَمِيْنَ
کبودروں کے ترقیات مساقتوں کے راستے اُسے بدل کے تو ان
رَاحَةً الْعَاشِقَيْنَ مَرَادَ الْمُشَتَّقَيْنَ شَمِسَ
کے وجب آہ ماشقوں کے اُدھار مشاچتوں کے آنساب
الْعَادِفَيْنَ سَرَاجَ السَّالِكَيْنَ مَصْبَحَ النَّقَرَيْنَ
ندامناؤں کے جراثیں بونغا بنتے والوں نے پریز نعمتوں کے
هُجُّتَ الْفَقَرَاءِ وَالْغَرِيَّاءِ وَالْمَسْكُنَيْنَ سَيِّدَا
دوست رکھتے دلتاناوں اور مساقتوں اور مخفیوں کے سدار
الْتَّقْلِيْدَيْنَ تَبَّى الْعَرَمَيْنَ إِمَامَ الرُّقْبَيْتَيْنَ

وَسَلِيلَتِنَا فِي الدِّرَيْنِ صَاحِبَ قَابَ قَوْسَيْنِ
وَسَلِيلَتِنَا فِي الْمُؤْلِنِيْنِ رَبِّ الْمُغْرِبَيْنِ جَذَّا
الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَى الشَّتَّلَيْنِ إِلَى
الْمَسْتَقْبَلِ نَاهِيَ إِلَيْكَ تَجْزِيَةَ الْمَسْتَقْبَلِ

الْقَاتِلُ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ تُورُ مَنْ تُورِ
 ابُو قَاسِمْ بَارِثَتْ میتے جو دش کے ایک نہیں الشد سے تور
اللَّهُ أَيْمَانُهَا الْمُشْتَاقُونَ يُتُورُ حَمَالَةَ صَلَوةٍ
 اسے ماختور تریس ل آئت کے ۱۱۱
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَوْا تَسْلِيمًا
 ایک دوسری اداوے کے درمیان سکریوں کے تواریخ پر بھروسہ کر

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
صَاحِبِ التَّابِرَةِ وَالْمَعْرَابِ وَالْبَرَاقِ وَالْعَلَمِ
دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَطْعَ وَالْمَرَضِ وَ
الْأَذْكُورِ أَسْمَهُ مَكْتُوبٌ شَرْفُونَ مَشْفُوعٌ
عَلَيْهِ بَرَاءَةُ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا يَعْلَمُ مَا
يَعْلَمُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِكُلِّ شَيْءٍ

بَدْرِ الدِّجْنِيْ حَسَدِ الرَّعْلَى ثُورِ الْهَذَنِيْ
کے ایتاب انگریزی رات سے شروع ہے ایک لفڑی را وادی است کے
کھفِ الورائی مصباحِ الطلیم جیبل
پناہ نمودنات کے پیمانے تاریخوں کے۔ یہ مادوں
الشیخ شفیع الامم صاحبِ الجود والکرم
ولے، بہت لے لے توں کے صاحبِ بشش اور پرکل کے
والله عاصمه وَ جبْرِيل خادمه وَ الْبَاقِ
اور اسے شہزادے ان کا اور جبریل خادم نہ ارتھے ان کا اور برلن سوونی
مرکبہ والمعراج سفرہ و سدرۃ المنتهى
کے ان کی اور مسنان غریبے ان کا اور سدراً المتنی جو کی بے
مقامہ وَ قَابِ قَوْسَيْلِنَ مَطْلُوبَهُ وَ الظُّلُوبُ
آسمان پر، تھامہ بے ان کا، تقب و قسمیں اصلیں کھلپے بے ان کا، تدبی



آیتِ من آیاتِ الله
سرکار عالم پناہ حضرت حاجی و حافظ
سید وارت علی شاہ
ذکرِ اعظم اللہ دیوہ شریف خلع بارہ بنکی ہندوستان

مُقْدَّسٌ کِتَابٌ

ہائے اُس نامہ کی خوش عنوانیاں
ابتداء ہو جس کی ان کے نام سے

میں جس گھر میں پیدا ہوا بہن دامتلوں کے سایہ میں نشوونا ہوئی رہن گدو یوں میں
پروردش ہوئی وہ حضور وارث پاک کی محبت میں بھری ہوئی تھیں جحضور انور کو جانے
اور پہچانتے سے قبل میسے کان حضور انور کے نام نامی سے بخوار تھے۔ میرا سینہ
حضور انور کے مخدوس نام کا آماجگاہ تھا کیونکہ خوف و دشت میں بیماری میں غرض کر
ہر حالت میں حضور انور کا نام نامی میرے کافوں تک پہنچانا اور کوئی کمی ہر تسبیح پڑھ کر میسے
سینہ پر دم کر دینا میرے بزرگوں کا طریقہ عمل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ میں عالم طفل کے پلے
باب کی سیر و کیکر رہا تھا اور مجھے ہوش مستحکم کیا ریکھتا ہوں اور کیا سنتا ہوں (اس وقت گو
میں اپنا حال کہہ رہا ہوں مگر درودوں سے نہ ہوا دہرا رہا ہوں) رفتہ رفتہ میرے ہوش و
خواص میں بتھا ضاۓ من ترقی ہوئی گئی اور اس نام سے ایک خاص رنجت ہونے لگی۔
میں اس نام کو جب مستانت خوش ہوتا۔ اس خوشی پر میسے اعزاز میں طرح طرح کے خلاص
کا انہصار ہوتا اور مشرقی مذاق کے بوجب مقام کی عقیدت سے بھری ہوئی باتیں کی جائیں
تھیں۔ مجھے من تیز دشوار تک پہنچنے سے قبل اس مخدوس نام سے شرف آگئی نصیب
ہو گیا تھا میں مولانا یا اس کوئی

آنکھ کھلنے سے بھی پہلے ترا ملبوہ دیکھا ہوش آنے سے بھی پہلے تجھے پایا دل میں
ہوش آنے کے بعد میں بات بات میں آپ کا نام نامی مستانت خدا ادب تھے مگا
کہ اس زمانہ میں یہ کوئی بڑے بزرگ ہیں۔ بگر مجھے عرصہ تک حضورؑ کی زیارت کا شرف

ضیب نہیں ہو اکیز کمیرا ابتدائی زمانہ پر دیں ہیں اپنے والد باجد کے ساتھ گزار وہ اکثر لوگوں سے حضور انور کے تذکرے کیا کر تھے تو میں سہت ہی لگا کر سنتا تھا۔ ایک مردم کے بعد وہ پشن لے کر اپنے گھر آئے تو ہمارا شب دروز ہی ذکر دہی شغل تھا شاید یہی تین برس میں یا اس سے بھی پہلے من آیا کہ حضرت دیوبہ شریعت سے آمادہ ہیں اسے ہیں مجھے دل ہی دل ہی شوق پیدا ہوا کہیں حضرت سے بیعت ہو جاؤں چنانچہ میرید ہو گیا جب مجھے یہ شرف حاصل ہوا ہے تو میری غر رسول یا استرہ سال کی تھی۔ سے :

تقریبِ محبت کی کیا خوب وہ ساختی جس وقت پڑھا مجس دہ ما جوں اتن مجھے اس وقت سے حضرت کے حالات فیض آیات سننے کا شوق تھا اکثر شجرے، حضرت کے حالات کی نظم و نشریں لکھی ہوئی تباہیں غور و خوض سے پڑھتا تھا اور جس کرتا تھا، گیارہ برس کا عرصہ ہوا ہو گا جب میں نے اس بات پر غور کیا کہ حضرت کے حالات میں جتنی کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں ان کی روایتیں پشیدہ واقعات پرمیں ہیں یا وقتِ ملت لوگوں سے تھیں ہوئی ہیں اور اس طرح مختصر واقعات پر کتابیں ختم کردی گئی ہیں اب تک کسی صاحب نے حالات کی بہم رسانی میں محنت برداشت نہیں کی اور بالتفصیل حالات واقعات نہیں لکھے حالانکہ آپ کے حالات آپ کی ذات سمجھنے الصفات کی طرح ایک بزرگ خوار ہوں گے جن کا اقلیل بیان انداز شوار ہے۔ ایک مرتبہ میں نے اپنای خیال بزری تذکرہ بیدم شاہ صاحب وارثی سے نظر ہر کیا تھا کہ کوئی صاحب حضرت کے حالات واقعات جمع کریں۔ مختلف حالات کا ذخیرہ فراہم ہو، انہوں نے بواب دیا کہ تم ہی کچھ کر کے دکھاؤ میں خاموش رہ گیا۔ اسی خیال و نظر میں مجھے اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ میں حضرت کے حالات جمع کروں اور حالات کی بہم رسانی صرف سلسلہ وار شیریں کے افزار تک محدود رہے بلکہ دیگر سلاسل کے بزرگوں سے اور بعد میں تیکم یافتہ اسماعیل بھی تھیں کی جائے مشرقی مذاق مزیدیں کی خوش اعتقادی ضرب الش ہے اور حالات واقعات زیادہ تر وہی اس زمانہ میں قابلِ ثبوت ہو سکتے ہیں جو ایسے اصحاب کے بیان کردہ ہوں جو حضرت کے سلسلے سے باہتر نہیں ہیں کیونکہ ایک راسخ العقیدہ مزید پہنچنے پر یک شان میں (عام مذاق کے بوجب) مبالغہ سے کام لے سکتا ہے بلکہ اپنے پیر کے سوا دوسروں

پیر کے لیے وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اپنے پیر کی نسبت مبالغہ کے خلاف نہیں ہوں گے کیونکہ اپنے پیر کو سب سے افضل و برتر نامنا آئیں طریقت ہے اور مولانا جامیؒ اپنے پیر کی شان میں فرازتے ہیں۔

ہیں۔

اول و آخر ہر منتهی زاخڑا وجیب ترتیب تھی

مبالغہ سے میرا صرف یہ طلب ہے کہ فی زمانہ مریدین کے بیانات ان کی خوش اعتمادی پر بھی سمجھے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ جو چونکہ سلسلہ ہے کہ فی زمانہ موجودہ میں اپنے پیر سے افضل کی کوئی نامانی نہیں۔ تمام بزرگوں اور اعلیٰ مردوں کا اسی کو سرخیز اعتماد کرے۔ اس لیے اس کی جو کچھ بھی تعریف و توصیف ہو وہ حقیقت مبالغہ نہیں ہے۔ مگر فی زمانہ چاہے جیسی تحقیق سے سچی روایت کے سی مرید کی زبان سے ادا ہو وہ مبالغہ سے ہی تجھی کی جاتی ہے اور اس کو خوش اعتماد سے موسم کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ فی زمانہ کامڈاں بخوبی گلے گیا ہے۔ سچے تدان و فتنی روشنی کا نام یا دوسرے نوع ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ برادران سلسلہ کے علاوہ دیگر برادران طریقت برادران اسلام سے بھی ان کی معلومات حاصل کی جائے اور جدید تعلیم یا فتح حضرات سے ان کے معلومہ حالات لینے کی کوشش ہو۔

مجھے اپنے اس ارادہ میں کچھ پس دیشی بھی رہا کہ میں کیا اور میری حیثیت کیا یہ بہت بڑا کام ہے۔ بیرونی زبان سے اتنا بڑا ارادہ کی کروگ حرف بیرونی کریں گے اور میں گے اور حیثیت میرا اس اہم کام کے لئے مستعد ہوں گا۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے کیونکہ مجھکو تصور نہ آہیات سے مس ہے نہ علم و عمل کے اعتبار سے کوئی دجا ہست رکھنا ہوں۔ نہ حضرت کے فیض صحبت سے خالدہ اتفاق نے کا موقع بلانہ نکر معاش سے دل مطہر، دنیا اور دعمن دنیا دار شخص ہوں۔ ایسی حالت میں کیا امید ہو کر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا مگر حضرت دل کا یہی فتوی ہوا کہ کام ہونے کو کوشش کرو۔ میں دل کے ہاتھوں مجبوہ ہو گی اور میں نے کوشش شروع کر دی۔ میں نے جس خیال اور نہاد کو تدبیح نظر کو کراس کام کو شروع کیا مجھے خود اقرار ہے کہ میں اس میں کا حقہ کامیاب نہیں ہوا اور اس کا اصلی سبب میری عدم الفرمی، پریشان روزگاری ابے بضاعتی اور نا اہلی کے سوا کچھ نہیں۔

میں نے خدا کا نام لے کر حب اس کام کا آغاز کیا تو بظاہر کوئی یاد و گمارنی نہ تھا جس کو میں اپنا ہم خیال بناتا اور وہ میرا ساتھ دینے کے لیے کمرستہ تو تا دل ہی دل میں غور کیا کرتا تھا اور راتوں کے سناٹے میں تاروں کی چھاؤں میں اپنے خیالات کی الجھنوں کو بیجا بل کرتا تھا جتنا زیادہ اس پارے میں غور نکل کر تھا اتنی ہی پچیدگیاں طرفتی تھیں اسی اثناء میں کہ میرا اول تذبذب کی حالت میں تھا جیسے ایک خواب دیکھا اس خواب سے اس کام کے پڑھنے و خوبی انجام پانے کا اشارہ سمجھا اور مستعد ہو گیا۔

میں نے سب سے پہلے اس پارے میں یہ معرفت شاہ صاحب قبلہ وارثی کو خط لکھا تو جاپ مددوں بغیر کسی قیل و قوال کے ہمارت بجت و شفقت کے میرا ساتھ ہی نے کوتیاں ہو گئے اور ہر قسم کی امداد سے میری ہمت افزائی فرمائی اور خاتمه کتاب تک دی ہی بات تمام رہی اور صاحب کو بھی میں نے جایا خلود کھی تو کچھ خطوں کے جواب امید ازما آئے اور کچھ خطوں کے جواب میں مجبوری و مخدوشی خلاہ ہو گئی اور کچھ خطوں کے جواب میں خاموشی و سکوت سے کام بیا گیا اور حضرت شیخ سعدی شیرازی کے اس مقولہ پر عمل کیا گیا۔ ۷ جواب بحال باشد خوشی۔

میں نے مکر رکر زران حضرات کو خلود کیا اور خوشاد کی تو بعض اصحاب نے خلاف امید جواب دیئے کسی صاحب نے سمجھا کہ ادب و احتیاط مانع ہے کسی صاحب نے ازرهہ مججزہ و اکسار محدثت کی غرض کر مختلف اقسام کے جواب آئے اب میں بڑے بچہ و تاب میں پڑ گیا کہ جب میرے اکابر برادران سلسلہ اس قدر احتیاط بر تھے ہیں تو میں تھہا کیا کر سکتا ہوں اور کس طرح اس اہم کام کو انتہا تک پہنچا سکتا ہوں مگر اس حالت میں بھی میں کچھ نہ کچھ کرتا رہا اور ایسے بے توہی کے جوابات سے متاثر ہو کر درست روزار نہیں ہوا۔ ان اصحاب کی پھر خوشاد کی دوسری کو خلود کیے اور اپنی کوشش حاری کر گئی اس کوشش میں ایک عرصہ گذر گیا اکثر اصحاب نے میرے خیال کرو قوت کی ظریفے دیکھا اور وہ میرا ساتھ دیئے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ اس غصہ میں سب سے پہلے میں یہاں موقوی کستید اپنے الخنزیر میں صاحب قبلہ وارثی پہاری و مترجم طبعات انگریزی و اکاری از مقامہ وغیرہ ذا سمعت اکاڈمیٹ جعل بہادر حیدر آباد کون (کامنامہ نامی لوں گا) جو اگرچہ

اس عالم میں نہیں میں اور اس دنیا نے فنا کی گونی برداشت کر جیاتے بعد الممات کا اطمینان اٹھا رہے ہیں مگر ان کی وجہ سے میری پوری ہستہ بندگی اور برداشت اس کے کم ہے بناتے۔ مدد و حمد سے کبھی شرف نیاز حاصل نہ ہوا تھا از خطا و کتابت قلی نہ میسر تھا عالم میں وہ مجھ سے واقع تھے اور سبب کثیر اشاغل اور تعصیت و ایم المرضیں ہوئے کے مدد و رجی تھے مگر پلے خط کے جواب میں انہوں نے واقعات و حالات لکھنا شروع کر دیئے اور بتون خط مجھے کھوارہ حسب ذیل ہے:

”یعنی حضرت یہ خط بے ربط سائیوسی چنوری کو شروع ہوا تھا اور سال تویں ماہ پر کوئی تمہارا جس کی وجہ آپ خود مجھ سکتے ہیں کہ کافی مدت کا ہے ملنا ہے۔ مجھے امید نہ تھی کہ یہ خط تمہاروں کا اور آپ تک پہنچے گا۔ اس خط کو میں نے بے ربط اس سبب سے کہا کہ حضرت قلم برواد شہزادہ تھا اگر ہے اور میری راستت میں اس تابیل نہیں ہے کہ مجھے کسی تعصیت و تائیف میں نسلک کر دیا جائے۔ اس کا مقصد صرف آپ کے ارشاد کی تعلیم ہے آپ کو پورا اختیار ہے کہ اس میں سے جس مضمون کو جس طرح چاہیں یعنی طوالت یا اختصار کے ساتھ درج کتے کہ کریں دوستی ہوئے کہ اخبار مشرق کے ایڈیٹر و مالک اور ہمارے پریبا فی حکیم بر کم صاحب حیدر آباد ائے ہوئے ہیں مجھ سے وہ ملے اور انہوں نے کہا کہ میں حضرت پیر دریش دکی ملکی سوانح عمری کو درہ ہموں قلم کو جو کچھ حالات معلوم ہو دے مجھے کہ کر دیکھیں میں نے اُن سے کہا کہ آپ سے پہنچے فضل حسین صاحب کی فرمائش پہنچی ہے اور میں نے انہیں کی فرمائش پر لکھا ہی شروع کر دیا ہے اور گویا ان سے عہد و فاہنہ دیا ہے اس یہ آپ کے حکم کی تعلیم سے مدد و ہمیں حکیم بر کم صاحب ہستہ تھے کہ ان کی خواہیں یہ ہے کہ اُن کے اور نیز آپ کے فراہم کے ہوئے مواد سے ایک جام اور مکمل اعلیٰ درجہ کی کتاب تصنیف ہو کر شائع کی جائے مگر آپ راضی نہیں ہیں“ ہے:

من دگویم کہ ایں یعنی آں کن مصلحت میں کارآسال کن

اس اللامہ کے دو بختے بعد ایک اور والانام مر مولیٰ کامیسکے نام آیا ہیں اپنی تایفات کے ارسال فرمائے کا تذکرہ تھا اور کچھ برادران سلسلہ خطوط لکھنے کی ہدایت تھی۔

جس کا خلاصہ یہ ہے :

"حضرت پیر و مرشد قدس سرہ العزیز کے بہت زیادہ حالات متعلق بہ فرض رسائی اور ارشادات وہاں سے روحاںی جانب فضیحت شاہ صاحب عذلائی کو معلوم ہیں، ان کو حضور رکھنے اور مولوی غنی حیدر صاحب وکیل گیا اور مرزا ابراہیم بیگ صاحب شیدا لکھنؤی اور جانب او گھٹ شاہ صاحب بچپر اپیں مشاع مراد آباد کو حضور رکھنے ان لوگوں کے پاس بھی دلچسپ معلومات کا ذخیرہ ہے۔ ان لوگوں کو فرد افراد کھینچنے میں اور ہر ایک کی زندگی کے ساتھ مختلف ہو جائیں گی اور رکھنے کی نیوں میں تو یہ اس سے مسترد ہیں کو خاندہ ہوتا رہے گا۔"

ان دونوں خطوں کے دیکھنے سے موئیشا کی ہمدردی اور ایک طرح کی ہمیشی ظاہر ہوتی ہے کہ کسی طرح حالات کی نیم رسائی خاطر خواہ ہو جائے میں پڑے سے کوشش کرنا تھا اور اب ایک بڑے شخص کو اپنا ہمدرد و شرکیہ یا یہ سیری ہست میں اور ترقی ہرملی میں ان صاحبوں کو بھی لکھا اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کو بھی خطوط لکھنے اور سکریاری کے ساتھ میں ان کی توجہ عالی کا ذکر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

حضرت فضیحت شاہ صاحب تب بازید پوری اور کمتوں نویں بار گاہ وارثی حاجی او گھٹ شاہ صاحب بچپر ایون میں ناچ توجہ فرمائی اور ان کو تو کچھ معلومات حصیں اس سے دریغ نہیں فرمایا۔

اگرچہ حضرت یہاں فضیحت شاہ صاحب قبلہ حالات و صفت کی وجہ سے بالکل معذور تھے مگر اسی حالت میں انہوں نے تو کچھ سیری مدد فرمائی اُسی سے میں بے حد متاثر ہوں۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب قبلہ کی گہری دلچسپی اور شفقت و عنایت نے بعینی چھپ دیاں اور آجھیں رشت کی میں اور بغیر ذاتی تعلقات و مراسم کے محض وارثی اور برا در طریقت سمجھ کر تو سیری مدد فرمائی ہے وہ آن کی قلبی حالت کا آئینہ پیش کرتی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسے ہی مخدوس انسوں میں جوانپی سہی کو محض اس نام پر مٹانے

کے لیے زندہ ہیں۔ مولوی سید عبدالغنی صاحب تبلد و ارتقی کی طرح مولوی سید عبدالغنی حسیدر صاحب تبلد و ارتقی رسا بق و کیل سرکار درمیں گیا) نے بھی پہلے ہی خط کے جواب میں اپنی معلومات سے مستفید فرمایا مگر اپنے ذاتی واقعات کے خلی ہر کرنے سے محدث فرمائی میری امید سے کم واقعات و حالات ان سے ابتداءً دستیاب ہوئے مگر جناب مددح کا والاناص نہایت ہمدردی و محبت و شنست سے ملوحتا اور پہلے ہی والاناص میں با وجود اس کے بناءً مددح سے شرف نیاز حاصل تھا انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ مددح تھارے کام میں شرکیب ہوں گے اس والاناص سے بھی اتنی ہی تقویت ہوئی تھی کہ مولوی سید عبدالغنی صاحب تبلد کی تحریرات سے ہوئی تھی۔

آنے والے مولوی سید شرف الدین صاحب تبلد و ارتقی یا اخابر البر ایڈیشن کو نسل پرداز نے بھی سیرے پہلے ہی عرض پر توجہ فرمائی اور واقعات معلوم مرحمت فرمائے اور نہایت امید افزائخط کیا ہیں نے پھر کھا تو پھر انہوں نے اپنی دیگر معلومات سے مستفید فرمایا مولوی روشنی علی صاحب و ارتقی ارزاقی پیٹے پوری خلعت ارشید شاہ مقصود علی صاحب و ارتقی نے بھی پہلے خط پر توپیں کئی خطوط کے شیخیت کے بعد خاص توجہ کی اور اپنے والدین اور بعد زبرگوار کی خاص یاد و اشتوں سے حضرت کے متعلق تھیں جسے مستفید فرمایا اور روسروں سے بھی حالات ملنے کی کوشش کی۔ اسی طرح منشی مبد الغمی خان تھا و ارتقی رئیس پور وہ غنی خان ضلع رائے بیل نے جو ایک ستر بزرگ تھے اور انہوں نے حضرت کے اکثر چشمیدہ حالات میں کئے تھے وہ انہوں نے اپنی حالات اور نہایت شعن نہایت کے زمانہ میں مرحمت فرمائے اندھا ان کی تبرکات موت کرے اور اپنی بے شمار رحمتیں ان پر نمازیں فرمائے اسی طرح شیخ حسین علی صاحب نواب و ارتقی زمیندار سادہ مٹوضع بارہ بیل کی محیت و شفقت سے میں اب تک تاثر ہوں اور ہوں گا وہ نہایت لطف سے پہلے ہی خط کے جواب میں واقعات و حالات لکھنے لگے اور نہایت کوشش فرمائی۔ مولوی نادر حسین صاحب و ارتقی گرامی و کیل بارہ بیل نے بھی اپنی معلومات کے دینے میں دریں نہیں فرمایا۔ میں ان کی بزرگانہ نزاکت و کرم کا منون ہوں اور حقیقتہ ایسے بزرگوں کا سبب ہے جو مجھے کسی قدر اپنے معقصد میں کامیاب نصیب ہوئی۔

جانب مرزا محمد ابراہیم صاحب شیداںکھوی نے بھی معروضات پر تھا ص تو جب
 فرمائی اور نہایت دلسوزی سید روزی دبرادر نوازی سے میرے عرضیوں کا جواب دیا
 اور مجید مشورے دیئے جہڑت کے واقعات و حالات بھی عنایت فرمائے اور اس
 کتاب کے ابتدائی سرداں کو غور و تمعی کی لگائی ہوں سے طلاقٹ فرمایا اور اس پر قدم
 طرز کی عبارت میں کچھ حصہ بطور نمونہ لکھ کر مجھے مرحمت فرمایا میں نے اس سے بہت
 فائدہ اٹھایا مگر اس روشن کی نظم و شرکت میں میں تاصرف محدود رہا۔ مرزا صاحب
 موصوف کو میرے ابتدائی سوداًت کو دیکھ کر میری بے علمی و جہالت کے سبب سے
 کچھ اختلاف تھا اور یہ اختلاف ایسا تھا جس کو میں رحمت سے تغیر کر سکتا ہوں، کیونکہ
 نیک نیتی کے ساتھ تھا اور وہ اس کام کی اہمیت کو جو سوس کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ
 سلسہ عالیہ دار شیعہ میں ماشا اللہ بڑے بڑے عالم فاضل موجود ہیں مگر اس طرف منتظر
 احتیاط یا پاس ادب سے یا کسی وجہ سے کسی نے اب تک توجہ نہیں کی۔ وہ میری ہمت
 نہیں توڑتے تھے اور فرماتے تھے کچھ نہ ہونے سے ہونا اچھا ہے اور اکثر خطوط میں انہوں
 نے مجھے ترغیب دی اور میری حضور انور کے مخدس اور ذاتی تند کر کو اسی بلندی و برتری پر کے
 تین جذبات کی بنیاد پر حضور انور کے مخدس اور ذاتی تند کر کو اسی بلندی و برتری پر کے
 ساتھ دیکھنا چاہتے تھے جیسے انہوں نے ادن کے بزرگوں نے حضور پر نور کی ذات
 مستغنى عن الصفات کا مشاہدہ کیا یہ ظاہر ہے کہ مایسے تو قعات نظر ہر بیٹیوں کی تصنیف
 تائیف سے پورے نہیں ہو سکتے اور حضور انور کی روحاںیت کے اثرات جو آپ کی ذات
 کرامت آیات سے مرتب ہوتے تھے وہ صفات قرطاس سے نایاں نہیں ہو سکتے آفتاب
 کی تصویر اور شعاعیں خیال کے ذریعے کاغذ پر کھائی جاتی ہیں مگر کوئی مصوّر عکس نہیں
 لے سکتا، اور تصور کا تو عشرہ عشیرہ بھی نہیں وکھا سکتا۔ وہ اس محدودی و مجبوری کو بھی محسوس
 کرتے تھے لیکن ان کی تناقضی کو کوئی قابل شخص اس کام پر مستعد ہو اور حضرت کے ارشادات
 طلبات اس انداز سے درج کتاب ہوں کہ ان کے منی و موز بھی بیان کیے جائیں جن سے
 حقائق و معارف کی آگاہی ہو اور حضور انور کے حقیقتی کی ایسی عکسی تصویریں جائے جو
 حقیقت حال کا آئینہ ہو وہ اپنے خیال میں بالکل حق بجا نہ تھے مگر تاہم بجا نہ برا اور نوازی

شفقت و دمبت با وجود عدیم الفرضی و میرا ساتھ دے رہے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا:

ہبساں شان تناقل میں ہے رمز امتیاز اس کا

یہ انداز جھٹا ہے المتفق است ولنواز اس کا

میں خیال کرتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب کی طرح دیگر حضرات بھی ایسے ہی اخلاق دیتے کام یتے تو کافی سے زیادہ مجھے مدد و علی گرا یا نہیں ہوا۔ بعض حضرات نے اس کام میں کوشش کرنے والوں سے من انتہ کا اٹھار کیا اور طرح طرح کے اعتراضات کے بعد من انتہ کی طبع نے ہمایت و لشکن طریقے سے طرح طرح کی طعن آمیر گفتگو کی بعض نے وعدہ کیا اور اس کے بعد پہلوتی اختیار کی بعض نے ہمایت عجیب و غریب طریقے سے اٹھار اخلاق کیا اور مجھے تباہی و بر بادی سے ڈرایا اور دوسروں کا ذکر کر کے فرائش گون ٹیکا ہے کہ یعنی میں ان کی مخالفت و مخالفت کو بھی تدریکی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس مخالفت کا مسلم آمیر کا میاں پر ختم ہو وہ ہمایت مبارک مخالفت ہے، ذوق طلب مخالفت و بے اعتنائی ہی کے اثر سے طریقہ ہے میں ان کی بے اعتنائیوں اور مخالفتوں کو ان کی دُورانِ ایشی و مصالحہ خیز پرستی سمجھتا ہوں گو ان کے مخالف، بیانات و نذرات ہر طرح کی پدگلکنیوں کا سبب ہوتے ہے:

ہم رضا شیوه ہیں تاویل ستم خود کر لیں
کیا ہوا ان سے اگر بات بنائی نہ گئی

اے ایسے افزاد کو داضع رہے کہیں تو ہم پرست نہیں ہوں میں شکون و فیرہ کو زمانہ جاہیت کی یاد گاہ رسمجاہت ہوں میں بر باد جہاں مکار تراش اللہ مرستے دم تک اس کتاب کا سبب اپنی بر بادی قرار نہ روانگا اور نہ ایسا اعتقاد کروں گا اور بلکہ سیاست یہ عقیدہ رکھوں گا کہ اگر ایک لمحے کے لیے بھی آمیر یا خیال ہو گی تو توہین شرک ہر جا ذمہ گا، خدا مجھے حضرت داراث پاک کے طفیل میں شرک سے منع نہ کر سکھ آئیں، بنا اور بُرگڑتا ہوں گا اور اس سر ناعترت و ذات آبادی و بر بادی سب تقدیر سے وابستہ ہے، ہر قسم کی سزا جزا اعمال بد کا نتیجہ ہے بزرگان دین کے حالات و واقعات کا اٹھار یا ان کی درج سرائی بر باد کن نہیں ہوتی۔

یہ جانتا ہوں کہ اس زمانے میں بدگلیوں کی کمی نہیں ہے اور عربی زبان میں ایک شہر قول ہے کہ منْ حَنَفَ فَقَدِ اسْتَهَدَ فَجَسْ نَعَنْ كُوْنِيْعِيْفَ كَلَّاْسَنے اپنے آپ کو تیرہ ہفت کا شانہ بنایا۔ میں اپنی کزوں طبیعت کے سبب اس تیرہ ہفت کے زخم سے بہت متاثر ہوا اور میں نے تمام مسودات کو انھماں کو طلاق میں رکھ دیا۔ اسی ہفتے میں ایک صاحب نے رجوان پناہ نام اس ضمن میں خلاہ ہر ہی کرنا پا چاہتے تو جو برادر طلاقی بھی میں کوئی کتابوں کے مولف ہیں اور پائیں شریعت ہیں، انہوں نے ایک خراب دیکھا جس میں اس کتاب کی جانب متوجہ ہونے کی ترغیب بخشی اور میرے متعلق بھی کچھ ارشاد تھا۔ انہوں نے اپنا خواب مجھ سے بیان فرمایا۔ اسی زمانے میں مولوی محمد سفرزادہ علی صاحب محقق وارثی شکوہ آبادی سائبیں ملکہ درگاہ احمدیہ شریعت کا ایک خط آتا۔ ان کو میں نے سال بھر سے زیادہ عرصہ تک خطوط لکھتے اور کسی خط کی رسید تک نہیں کی قسم مگر اس خط میں تحریر تھا کہ میرے واقعات ایک راز کی حالت میں ہیں جو اب تک میں نے کسی پر خلاہ ہر ہی کئے اور میں دو تماقنا کر میساواں کا انلہارنا مناسب ہو گرا۔ جس دن تھا را آخری خط میرے پاس پہنچا ہے میں اسی شب کو ایک خواب دیکھ چکا ہوں، جس میں میں نے حضرت کو دیکھا اور اپنے واقعات و حالات تم کو بیخیجے کی طرف اشارہ کیا۔ اب میں اپنے واقعات کھو رہا ہوں اور عنقریب تم کو بیخیتا ہوں مزضک موصوف نے سال بھر کی خاموشی کے بعد دو قسم خطوط لکھتے اور واقعات و حالات سمجھے انہوں نے اس ناقابل برداشت انتظار کی پوری تلافی کر دی جو مجھے عرصہ تک رہا تھا۔

ان بزرگوں کے خوابوں پر میں نے غور کیا تو سمجھا کہ شاید حضرت کو منظور ہے کہ یہ کام ہو مگر جی نہ چاہا کہ اب اس کام کو کروں اور اپنی سی و کوشش پر حسرت بھری نظر ڈالنے لگا۔

میں نے اچھی طرح سوچ یا کہ یہ کام کم ہائیکی اور تھنائی کی حالت میں نہیں ہو سکتا اور کہ از کم میری ذات سے اس کام کا بخمام ہونا ناممکن ہے کیونکہ چار پانچ سال کے عرصہ میں مصارف کثیر کا مجھے متھل ہونا پڑا جو میرے لیے سراسر ناقابل برداشت تھے۔

اور جن کی تفضیل لا حاصل ہے۔

یہ نہ ناما میداری اور بیاس سے اس کام کو الوداع کر دیا دل کی بات دل ہی میں
تھی کسی سے اپنا یہ حال اس خیال سے تجھی خلا ہر نہیں کیا کہ لوگ شین گے تو انکشت فٹ لی
کریں گے خواہ جو وہ کی خفتہ ہو گئی میں اس کام سے کلی ملوڑ دست بردار ہو چکا تھا۔
کہ حضرت کے عرس کا زمانہ قریب آگیا ہیں اس سے قبل کبھی حضرت کے عرس میں عاضر نہیں
ہوا تھا ہمیشہ دوسرے دنوں میں جایا کرتا تھا۔ مگر خدا جانے اس مرتبہ کیوں عرس میں حاضر
ہوئے کہیے بے چین ہو گیا اور ووہی روز میں سب انتظام کر کے دیوارہ شریعت پہنچ گیا۔
واباں جا کر معلوم ہوا کہ مولانا مولوی سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی پہاری اور مولوی
سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی روکیل درٹیں گیا، تھی شریعت لائے ہیں ان بزرگوں
نے مجھ سے حضور انور کی سوانح شریعت کے متعلق خط و کتابت کی تھی مگر مجھے شریعت نیاز
حاصل نہیں تھا۔ مجھے ابتداء سے امر اکی دربارداری اور خوشابد سے سایقہ نہیں پڑا۔ اگرچہ
میں ایک غریب بگھر میں پیدا ہوا غریب حالت میں میری نشووناہوئی اور اب تھی غریب
زندگی بس کر رہا ہوں مگر میں جس حالت میں ہوں خوش ہوں اور اس بات سے واقع
ہوں کہ ایک غریب دا میر کے تعلقات خواہ وہ دوستانہ ہوں یا رشتناک داری سے
وابستہ ہوں مستکم شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں اور جب تک مساوات نہ ہو ترازو کے
دو نوں پتے برابر نہیں رہ سکتے۔ ایسی حالت میں جکہ خود میں اپنے آپ کر ذیل حالت
میں سمجھتا ہوں تو دوسروں کی نگاہیں بھی ایسی ہی پڑیں گی اور یہ میری آشنا ناطری
کا سبب ہو گا۔ اسی خیال سے میرا جی نہ چاہا کہ میں ان صاحبوں سے ملنے جاؤں۔ اور
میں نہیں گیا ہے:

ہوں دولت و حشمت پر ارباب ہو سس نماز

یاں بے سر و سامانی سامانِ محبت ہے

حسبِ معمول میں جناب محمد ابراہیم بیگ صاحب قبلہ شیدا وارثی کی خدمت
میں حاضر تھا کہ حسن اتفاق سے جناب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی شریعت
لائے شیدا میاں نے مجھے بتایا تو وہ ہنایت گر جوئی و خلوص سے بنلیگ ہوئے اور مجھے

پورے شور پر توجہ ہو گئے اس کتاب کے متعلق نہایت دلچسی و محبت سے گفتگو کرتے
رہتے اور مسودات کو دیکھنے کے لیے اشیائی خاہ فرمایا۔ تھوڑی دیر میں وہ تشریف میں
گئے تو مولانا سید عبد الغنی صاحب سے تبلد و ارشادی بیاناتی تشریف لائے میں مصروف
کے لیے ان کی طرف بڑھا تو انہوں نے شید امیال سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں
انہوں نے لکھا آپ ہی فرمائیں آپ سے اور ان سے خط و کتابت ہے۔ اس کے
حوالے میں مولانا نے بہت سے فرمایا کہ "فضل حسین" یہ کہ کہ نہایت شفقت و محبت
سے مخالف کیا اور کتاب کے متعلق تذکرہ فرمائیں گے میری بہت عزت اف زان
فرمانی اور مصیہ مشورے دیئے۔ مجھے اس وقت کہ اُن کی زبان مبارک سے نکلا ہوا
ایک لغتہ نہیں جھوٹا اور بکہ وہ اس عالم میں نہیں ہیں مجھے ان کا ارشاد یا داد جاتا ہے
انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ خوبی کی بات ہے جو تم نے اس کام کو شروع
کیا تہران آدمی ہو کرے جاؤ گے۔ ہم لوگ تو تجڑائیں سمجھی ہیں۔

ان صاحبوں کے اخلاقی اور شفقتی بزرگوں سے میں بہت متأثر ہوا اور ادب
محکم خیال ہوا اک مجھے خود ان سے جا کر فنا چاہیے۔ چنانچہ یہ بڑو صاحبیان ایک ہی
بگد قیام پریرتے میں ان کی فرو رگاہ پر حاضر ہوا تو نہایت شفقت و محبت سے
پیش آئے اور مسودات کو خوب جی کا کر نہایت فخر و تعقیل کی نظر سے بلا خوف رہا
ان حضرات کی یہ نالت کوہاں کے قیام میں جب میں مسودات کو لے کر نہیں
کے لیے جانا تو اس وقت خواہ وہ کیسے ہی خود میں کام میں ہوتے ہے سن یہی طرز
متوجہ ہو جاتے اور جس وقت تک میں ان کے پاس میخاہتیا وہ اپنے ذاتی یادوں
خود رہی کاموں سے بالکل الگ تھاکر رہتے تھے اتنی تربیت اور صرفیت میری تحریر
کے لیے کافی تھی۔ اب میرا دل بھی انہیں کی محل میں جانے کے لیے ہر وقت بے ہیں
رہتا تھا اور شب درود میں پار پائی مرتبہ سے کہ شاید میں ان کی نہادت میں حاضر نہ
ہوتا ہوں میں نے مولانا سید عبد الغنی صاحب تبلد و ارشادی سے استدعا کی کہ آپ
کتاب کی نظر ثانی فرمائیے۔ انہوں نے بطيہ بھاٹ ملنکر فرمایا کہ الگ چھ میں عدم انتہت
ہوں مگر اپنے فرانش منصبی سے علاوہ جو رقت ملی گا میں اسی کام میں صرف کروں گا۔

اور اس کی اشاعت و طباعت وغیرہ سے متعلق بہت گفتگو فرماتے رہے اور اس وقت سے میرا ساتھ دینے کے لئے بہت متوجہ ہو گئے مولیٰ سید غنی چدر صاحب قبلہ دارثی روکیل ورثیں تھیں کامیں کن لفظوں میں نظر کرو کروں جو اس کتاب کی طرف صرف متوجہ اور مناسب ہی نہیں ہوتے بلکہ عاشق ہو کرے ان کی شیفتشیکی و فرشتگی کامیابی میں بھروسہ ہے اور میری امکحول میں عجیب عالم پیدا کرتا تھا وہ دامے درستے قد منے سختے استعد ہو گئے کتاب ختم ہیں ہوئی بہت کچھ کام باقی رہ گیا ہے مگر وہ اس کی اشاعت و طباعت کی گفتگو کر رہے ہیں اور تیار ہیں کہ خواہ کتنے ہی زیادہ سے زیادہ مصادر ہوں وہ جمع کرائیں گے صرف نیکی ہیں بلکہ وہ سعی فرمائے گے کہ اب تک اس کام میں کس قدر صرف ہو چکا ہے اور آئندہ کام چاری رہنے کے لیے کیا انتظام ہو ناچاہیے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس وقت سے وہ حالات و واقعات کی فرامیں میں مجھ سے زیادہ مصروف نظر آئے اپنے احباب کو انہوں نے خطوط لکھنے بعض کے مکانات پر خود تشریعیت لے گئے بعض بزرگوں نے اسے نام نہ ہرگز نہیں کسی خیال سے مانست فرمائی تھی ان سے ملے اور ان سے گفتگو کر کے اظہار نام کی اجازت لی اور ہر ستم کی امداد و اعاانت میں پہنچیت فراخ حوصلگی و محبت سے وہ میرے مدد و معادوں ہو گئے ان کے ذوق و شوق کی میں کیا تعریف کروں خداوند کائنات نے ان کو عجیب محبت بہاری عطا فرمایا ہے وہ میری ناچیز سی پاس درج والہ دشید ہو گئے کہ محض اس کتاب کے دیکھنے اور سننے کے لیے تصور سے ہی عرصہ بعد اٹاواہ تشریع لائے اور یہاں پر دو تین روز تک کتاب کو دیکھنے اور سنتے رہے اشاعت و طباعت وغیرہ کے متعلق زیادہ گفتگو فرمائی باتوں میں میری مالی حالت کا پتہ لگایا میرے کام کی شکستیں گو میرے مسلمان ہوئے کا ثبوت دیتی تھی مگر وہ تاثر رہے میں بھی حیران تھا کہ میں ایک عالی منزلت مہماں عزیز کی کیا خاطر کروں اور میں نے خود اپنے مکان کا جس اڑڑے لیا تو رہے :

میرے گھر مشل تبریک کے یہ سامان نکلا
آستین قیس کی فسحہ ہا دکاوامان نکلا

میرے لگھ کوئی پیڑاں کو دکھلانے کے قابل نہ تھی۔ ہاں حضرت کے ملبوس مبارک کے کچھ تبرکات تھے جو میں نے مدد و حج کو دکھائے اور وہ ان کو دیکھ کر اس قدر شاد و سرور ہوئے کہ شاید بڑے بڑے تھانف سے اتنے خوش نہ ہوتے۔ اس کے بعد خط و کتابت غیر معولی طور پر جاری رکھی اور ہر خط میں کتاب ہی کے متعلق ذکر رہا۔

مجھے اپنی نامیدی اور کسپرسی کی حالت میں جب میں خوب غور و خوض کر لیکھا تھا اور سمجھ چکا تھا کہ یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی تو ان کی ذات بمحض حنات ایسی ہی ثابت ہوئی جیسے کہ سو کھے ہوئے دھانوں کے لیے باراں رحمت۔ میں محض ان دو بڑگوں کی دبڑ سے از سر نو تیار ہو گیا۔ جس طرح ممکن ہواں کام کو ختم کروں افسوس نہیں خیالات نے جوش نے ولے ول میں پیدا ہوئے۔ خیالات میں بلندی حوصلوں میں وسعت پیدا ہوئی اور میں نے اس کام کو شروع کیا اسی مہیہ میں مولانا ابوی سید عبد الغنی صاحب تبلد و ارتقی بارہی کی خدمت میں مسودات اصلاح کی غرض سے بھیجے۔ مولانا نے میرے مساعی کی خاص قدر افزائی فرمائی اور نہایت ذوق و شوق سے مسودات کی نظرشان فرمائی چنانچہ دوسری مرتبہ جب میں نے مسودات بھیجے اور جناب مدد و حج نے بعد نظرشانی واپس فرمائے تو ایک خط بجا کو نکھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”پرسوں آپ کا خط مورخ ۵ مارچ شلکر گزاری کا ذریعہ ہوا اور آج مسودات کا پیکٹ رجسٹری کراکے آپ کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اس دفعہ مسودات کے واپس کرنے میں بہت دیر ہوئی معاونت کیجئے کیونکہ میں ایک تلوڑ حاد و سرے کثیر الاشغال اور میسر کے کسی قدر کامل بھی ہوں۔ باب تسلیم در خدا میں تین بندگی میں نے صفحوں کا صفحو تلفر و کر دیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ سوائیں غیری کے منصب کا کام و تابع نگاری ہے نہ یکچھ دینا اور آرٹیکل لکھنا۔“

بس آپ راقعات بیان کرتے ٹلے جائیے لوگ اپنے اپنے خوشنے و عقیدے کے موافق نہ دیکھنے کا لیں گے اور آپ کو معلوم ہے کہ میں پورب کار ہے والا ہوں اہل زبان نہیں ہوں لیکن اُردو کے الفاظ یا تائیں و تذکر کی جرأت تجھیں کر دیشا ہوں تو فخر ہنگ آصفیہ وغیرہ کتابوں کو دیکھ کر جو اہل زبان کی مستند تصنیفات

ہیں۔ اور اس پر بھی اپنی کم علمی و بے رضا عنیتی کا مترادف ہوں اگر آپ کی تجھیقی میں کوئی اصلاح نمطہ ہو تو اس کو قلمروز کر دینے چاہئے۔ اس یہے کہ میری اور آپ کی دونوں کی نیت ایک ہے: بینی کتاب کا حسی الورست غلطیوں سے پاک ہونا اور بس۔

یہ حصہ جو آج والیس ہوا ہوتا خوب ہے اور آپ کی محنت اور واقعائے ہم اپنے نے میں سرگرمی و متفکدی کی تین دلیل ہے اور وہ کی تو میں کہتا ہمیں مجھے تو اس سے ہوت روحانی فائدہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا نے خیر و سے کیونکہ آپ کے ذریعے سے مجھے وہ باقی مظلوم ہوئیں جو ہوتا ہے کی تکراتا اور سوائے عمری پڑھنے سے بھی شہیں ہوتیں تھیں۔ خدا کے لیے اس بے ہال کتاب کو تھوپا نے کا جلد سامان کیجئے۔ انش اللہ تھوپوائی کا کام شروع ہوتے ہیں یہ تا پیر بھی ایک خیز امداد پیش کرے گا اور مجھے تو یعنی ہے کہ سب قوت یہ کتاب چھپ کر تیار ہو جائے گی تو درشنی ہندی یا پرا میری نوٹ کی طرح بلا توقف ہاتھوں ہاتھ تکل جائے گی۔ وارت پاک کی برکت سے آپ کو گُنیوی اور دینی دونوں طرح کے فائدے حاصل ہوں گے۔

و لینا کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اس قدر شفعت و محبت سے اس کام کی طرف توجہ فرمائی اور ہر قسم کی اعانت و امداد کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اس خط سے مولانا کے اضطراب شوق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ باوجود اس کے کہ کتاب کی خود ہی نظر شانی فرمائے ہیں مگر اس کی جلد سے جلد اشاعت کے لیے اس طرح فرماتے ہیں گز خدا کے لیے اس بے ہال کتاب کے تھوپا نے کا جلد انتظام کیجئے۔ یہ الفاظ مولانا کے جذبات پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ مولینا کے اکثر و میثیر خطر و طاقت کتاب کے بارے میں مجھے وصول ہوئے جو بخیال طوالت درج ہیں کے باتے مولینا نے اس کتاب کی طرف ناص توجہ فرمائی جس کا میں دل و بیان سے ممنون ہوں۔ یہ میں بکھر چکا ہوں کہ نیک نیتی اور درود رانیشی سے جناب محمد ابراہیم بیگ صاحب قبلہ شہید اوارثی کو اس کتاب سے شہی بکھر میری طرز تحریر سے اختلاف تھا ان کی تلاکھ جس آگاہ میں حضرت کی جوار فتح واعلیٰ شان ہے اس کی بنابریا و جو حضرت کی محبت سے بہرہ در ہونے کے انہوں نے کبھی اس ملت خیال بھی نہیں کیا اور اپنے آپ کو ہمیشہ ناقابلِ تصور فرمایا مگر دل سے چاہتے تھے کہ کوئی ناہل

شخص اس کام کے لیے آمادہ ہواں بارے میں مجھ سے اکثر گفتگو رہی اور پونکہ ان کا
یہ خیال کسی ذاتی مخالفت یا خدا کو استکسی بدلتی پر ٹھوول نہ تھا۔ اس لیے مجھے جو کئی مرتبہ
خیال آیا کہ اگر کوئی قابل شخص اس کام کو اپنے ہاتھیں لے تو بہتر ہے اور اس بنا پر ایک
مرتبہ میں نے اپنی اور شیداییاں کی ایک گفتگو کا خلاصہ مولینا سید عبدالغنی صاحب قبلہ
دارثی کی خدمت میں لکھ کر اسال کی اور استدعا کی کو واقعات و حالات حاضر میں اب
آپ خود کھیٹھے یا کسی اور شخص کو منتخب کیجئے مجھے یہ منتظر ہیں ہے کہ میری جہالت دنیا پر
کی وجہ سے کام خراب ہو مولینا نے اس خط کا جواب رقم فتحہ بیان وہ میں ذیل میں
نقل کرتا ہوں :

”آج آپ کا نامِ محبت آموز مورخ ۱۱، نومبر دھول ہوا جن مضاہیں کوئی نہ فلمزد
کر دیا ہے ان کے بارے میں اس دفعہ میں نے کچھ اس سبب سے نہیں لکھا کہ عام اصول
پڑھے ہی کچھ چکا ہوں اور وہ یہ ہے کہ سوانح نگار کا فرض ہے کہ وہ صحیح و اصلی حالات جہاں
تک کہ اس کو مل سکیں ملیقہ سے مناسب عنوانات کے تحت میں درج کر دے اور
میں اور جسی کی سرگزشت و حالات کچھ نہ داں کاشنا خواں و مدح سرانہ بنے ورنہ
اس کی کتاب پائیہ اعتبار سے ساقط ہو جائے گی۔ اب رہایہ امر کہ حضرت کے احوال و
افعال میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن پر لوگ اعتماد کریں گے اس کا خوف و اندیشہ
بلے جا ہے۔ اس لیے کہ مخالفین و حاسدین کے اعتمادوں سے نہ کوئی بجا ہے اور نہ کبھی
بچے گا۔ جناب رسالت نائب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کسی پیغمبر
کے حالات زندگی صحت و تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں کھھے گے اور نہ کسی انسان کی
زندگی ان سے زیادہ بے داغ ہو سکتی ہے لیکن مخالفین و ملکران پر اعتماد کرنے سے
بھی بازدرہ ہے۔ سوانح نگاری کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ بہت زیادہ احوال اقوال
جس کے اور ان کو دیانت و امانت کے ساتھ بلکہ وکالت ملیقہ کے ساتھ دنیا میں
لوگوں کے سامنے پیش کر دے۔ اب رہایہ امر کہ ہماری طرز تحریر بلال بھائی کے پسند
ہے اور فلاں کے نہیں ہے تو اس کی پرواؤ آپ ہرگز ذکریں اجو کام آپ نے جس طرح شروع
کیا ہے اس کو آپ اس طرح انتظام کو پہنچائیں۔ دنیا کے ہر شبی میں جتنے لوگوں نے پامدی

اور داکی نقوش پر چھپ رہے ہیں ان میں سے بہت زیادہ مہولی دل و دماغ کے آدمی تھے
نیکن جو کہ ان لوگوں نے کیا وہ مہض استقلال اور یکسوئی سے کیا۔ شید امیاں جو کچھ فرماتے
ہیں وہ نیک نیتی اور خلوص سے فرماتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ حضرت قدس سرہ
کی بن کے وہ دل جان سے شید امیں ایسی سوانح غیری بھی جائے جو ان کے خیال پرند
کے موافق ہوا اور صیبی وہ خود کھو سکتے تھے لیکن اس کو تردیکھی وہ اپنی زبان میں شاعری میں
اور خاص روشن کی نظر کھینچتے ہیں کامل دستگاہ رکھتے ہیں لیکن ہم اس زندگی میں اپنی زبان تو
ہوئی نہیں سکتے کیونکہ مخفتو یادی میں پیدا نہیں ہوئے ہیں نہ شاعری تو سکتے ہیں اس لیے کہ
شاعر فطرت پرداہ ہوتا ہے اور خلاق عالم نے ہم میں شاعری کا ماڈہ پیدا بھی نہیں کیا ہے اور
طرز تحریر بھی خط کی شان کی طرح ہر شخص کی جدید ہوتی ہے لیکن اس سبب سے یہ نہیں ہو
سکتا کہ جس کام پر آپ نے مکررت باندھی ہے اُس کو چھپوڑیں۔ آپ یہ خیال کر لیجئے
کہ آپ یہ کتاب نہ اس دعویٰ سے کھینچتے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی نہیں کھو سکتا اور نہ اس
خیال سے کہ سب لوگ تعریف ہی کریں گے بلکہ خالصاً منفصلاً اس نیت سے کھینچتے ہیں کہ
حضرت کے حالات جو مل سکیں وہ ایک جگہ جس ہو جائیں اب اگر ہم سے زیادہ لائق و
قابل اش پرداز لوگ اس کام کے لیے کھڑے ہو جائیں گے تو اسی مادے سے بہتر کتاب
کھو سکیں گے اور ادا و تماش نگاری و اش پردازی کی حقہ دیگئے اور ہم اپنے معاصرین جھپٹ
کو زبان حال و زبان تعالیٰ سے حرف یہی کہیں گے ہے :

وادیم تراز گنج مقصود لشان گرمائے رسید یہم قوشایدہ بر سی

آپ بلاپس دیش اور بلاکسی تذبذب کے اپنا کام کیجئے اور ہر طرف سے اپنے گمان
بند کر لیجئے جس کی کامیابی کا گارب ہے۔ آپ لیکن باور کیجئے کہ میں نے ہرچوں بچہ کر آپ کا ساتھ
دیا ہے اور آپ کا دل بڑھایا ہے، اور بہت ولائی ہے۔ انش اللہ آپ وارث پاک
کی بُرکت سے مظفر و متصور ہوں گے۔

مولیٰ نکے اس دالانامہ سے میں نے یہ سمجھا کہ مولیٰ خود کھننا نہیں چاہتے اور یہ مظلوم
ہے کہ میں نے جس بُری بھلی طرزیں اس کتاب کا کام شروع کیا ہے اسی طرح خود ہی حسم
کروں میں نے اپنی بے بضماعتی اور نا اہلی کی طرف خیال کیا اور حضرت مبلی شیراز کا

یہ شعر پر کوہم بکھر دیا گیا ہے:

آسان بار امانت نتو اشت کشید قرآن فال بنام من دیوا نزد من
خداوند کریم مولانا پرانی بے شمار رتیں نازل فرمائے اور جس طرح ان کی ظاہری
حیات مبنی حنات تھی اُسی طرح قدر و محبت سے اپنے آخر دم تک میرا ساتھ دیا میں اُس
احسان سے تابہزیست بکد و شہریں ہو سکتا۔ انہوں نے اس کتاب کا دیباچہ خود لکھنے
کا قصد فرمایا اور تقریباً بھی لکھنے والے تھے اور ان کا آخری خطاب جو محقق و مصوّل ہوا ہے
اس کا مخلاصہ میں بھیال یا دکار ذیل میں درج گرتا ہوں۔

”آپ کے دو عنایت نامے پند و ان کے فضل سے وصول ہوئے۔ چونکہ پہلا
بڑا ب طلب س تھا اس نے اس کا بخوبی بھیجنے میں عجلت نہیں کی گئی اور میرے تعالیٰ
کے سبب سے آپ کو دوسرا عنایت نامہ بھیجنے کی رسمت اٹھانی پڑی۔ اجھل بیساں
بھی سخت گرمی و تپش ہے۔ فراخواں ٹھکانے نہ توںیں تو انقریباً دیباچہ مکھوں جب تک
آپ کتاب کے طبع میں ہاتھ لگائیں۔“

”انہوں کو اس خط کے بعد مولانا کا کوئی خط دیکھنا نصیب نہ ہوا اور یہ کا یک
بے شان و گمان ان کی موت واقع ہو گئی۔“

میرے یہ یہ نگہانی موت کی بخوبی مقدّسہ میں روح تھی وہ بیان سے باہر ہے۔
ایک دن تھا کہ مولانا سے شرف نیاز حاصل تھا اور ان کی ذات میرے پے آپ رہیا
تھی کہ ان کے دم سے میری تمردہ امیدیں از سر نوزندہ ہو گئی تھیں اور ان کی محبت
افزاں سے میں مستعد ہو گیا تھا۔ ان کی زندگی اگر کچھ دلوز اور وفا کرتی تو اس کی اشاعت
طباعت میں وہ خدا جلتے تکنی سرگرمی و دکھاتے۔ مگر انہوں نے مولانا حسرت مورہانی۔

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار عیش کی
اب نظر کا ہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں
الغات بیار تھا اسکے خواب آغاز ہمار
پس ہو اکرتی ہیں ان خوابوں کی تبیریں کہیں!
حق پوشی ہو گی اگر میں جناب حقیقت تاب مولوی سید عذیز حیدر صاحب تبدیل اڑیں!

بہاری دوکیل و رئیس گیا) کا تذکرہ اس کتاب کے متعلق اس خاص دلچسپی کا تذکرہ
نہ کروں نے بھکو اسی وقت سے جب سے مولانا سے شہرت نیاز حاصل
ہوا۔ تجیر کر لیا جس طرح مولینا سید عبدالغنی صاحب اس کتاب کی نظر ثانی وغیرہ فطرت نے
میں تمام برا دران سلسلہ تکریر کے متحقی ہیں اسی طرح مولوی سید عبدالغنی حیدر صاحب قبلہ وارثی بھی
متحقی ہیں۔ محمد وحی کتاب کو اول سے آخوندک شاید کئی مرتبہ پڑھا اور سنائے اور عملادہ و اعتماد
حالات کی یہم رسانی کے مختلف ابواب میں ہنسایت مفید و کار آمد نہ لٹوں کا اضافہ فرمایا ہے
اور اس طرح میری علمی و عملی مدد فرمائی ہے۔ بہت بڑھا نے اور جوش دلانے میں مولوی
سید عبدالغنی حیدر صاحب قبلہ مولینا سے کچھ تقدم آگئے ہی نظر آتے تھے اور شروع سے ان کو
ایک اضطراب تھا کہ کس طرح سے جلد اس کتاب کا کام ختم ہو اور یہ پریس میں پہنچے۔ میں
پس و پیشی میں تھا کہ ابھی یہ کتاب چھپے کرنے چھپے مگر مولوی صاحب قبلہ کا ایسا اصرار تھا
کہ جس کا بیان نہیں۔ وہ مجود سے بہت مضر ہوتے کہ کسی خوشنویں کو ملازم رکھ کر ان سوادات
کو جلد سے جلد صاف کرایا جائے قام مصارف کے وہ متحمل ہوں گے مگر میں نے گوارا
نہ کیا اور باور خود ناسازی طبیعت اور عدم المفترضی کے میں نے ان کے اعتراف پر بے حد
سے تا شر ہو کر خود ہی نقل بھی جلد سے جلد کی۔ وہ حضرت سیدنا مستقیم شاہ صاحب قبلہ
دارثی میم احمدیر شریف کا مخبرہ بنوانے کے لیے اور تقلیل وغیرہ کی غرض سے احمدیر شریف گئے
تو وہاں سے پڑت کر دو روز اٹا وہ میں بھی میرے ہی غریب خانہ پر قیام فراہ ہوئے اور صفات
شدہ کتاب کو ہنسایت اشتیاق و محبت سے باصرہ تمام اپنے ہمراہ لے گئے۔ میں نے
بھی لیا کہ سے:

نگہنہ ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا

اب مکن نہیں کتاب جلد سے جلد طبع نہ ہوا درجن ان کی زبان سے نکل چکا ہے
وہ پورا نہ ہو۔ حالات جمع کرنے کا اور کتاب مرتب کرنے کا تو مجھے شوق بہت تھا مگر
اشاعت وغیرہ سے جی ڈرتا تھا اس لیے کہ حقیقتاً یہ فطری بات ہے کہ اہل دول کے
رُوب رو غرباً اور اہل علم کے سامنے جھلکا اپنی کم یا قائمی و کم باسائل کے سبب مجبوب ہوتے ہیں
میر جو ہیں ایک بڑا شخص یہ بھی ہے کہ حضرت کے فیضِ محبت سے بالکل بہرہ در نہیں اور

سے بے حد و پیچی کا اٹھار فرمایا۔ لی بلی عائشہ صاحبہ وارثیہ کے خلف الرشید مولوی سید حسن امام صاحب وارثی نے ہنایت غور و حق سے اس کتاب کا کچھ ابتدائی حصہ ملاحظہ کیا اور اس پر جن خیالات کا اٹھار فرمایا۔ ان کے اٹھار سے مجھے جواب ہے انہوں نے مجھ سے زبانی ہمدردی کا اٹھار نہیں فرمایا بلکہ وہ مولوی سید عین حیدر صاحب قبلہ کی زبان مبارک سے یہ سن کر کہیں کسی کی امداد اس کتاب کی طباعت وغیرہ کے لیے یعنی کوتیا رہیں ہوں۔ وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ کوئی ہزار روپیہ کے صرف سے ایک پریس خاص دیروہ شریف ہیں قائم کروں وہاں یہ کتاب طبع ہو اور اس پریس کا کام میرے پرورد رہے مجھے انہوں نے غور کرنے کے لیے وقت بھی دیا، مگر میری ہی غیر معقول خاموشی اور بے قوچی سے وہ بھی آخر کار خاموش ہو گئے۔

ڈاکٹر سید ریاض حیدر صاحب وارثی (خلف اکبر) مولوی سید عین حیدر صاحب قبلہ نے مجھی دلپیچی سے اس کو ملاحظہ فرمایا اور بعض خاص امور کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ خالق نے کہانے کے بعد مجھے ان کے قابل مل مشوروں سے بعض مختارات پر کمی بیشی کرنی پڑی۔ انہوں نے ایک ہنایت اچھو تاخیال خالہ فرمایا خدا انہیں کامیاب کرے وہ یہ کہ خداوند کو مراس لائے تو اس کتاب کے متعلق جو اس زمانہ کے مشاہیر و مستند علمائے کرام و مشائخ علماء کی تحریث ہیں وہ بہنسہ و باغظی ایک میوز میں محفوظ کر لی جائیں۔

مولوی سید عین حیدر صاحب قبلہ سے اس کتاب کا ذکرہ سن کر مولوی علی حسن صاحب وارثی نماں بہادر روپی شریف اورہ بھی اس کتاب کے ناویدہ مشتاق ہو گئے اور خود بخود اس کی طباعت وغیرہ میں حصہ لیئے کا اٹھار فرمایا۔ اگر اس کی اشاعت وغیرہ میں اپنی عات کے لحاظ سے گزینہ کرتا تھا اور میں نے ہنایت پے باکی اور جسارت سے مولوی سید عین حیدر قبلہ سے اس کی طباعت و اشاعت وغیرہ کے متعلق اختلاف کیا اور میر اخیال ہے کہ شاید ان کو اس وقت میری گفتگو کچھ ناگوار خاطر گزندزی۔ اور انہوں نے خلاف معمول دیرینک بھج سے کچھ اس کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی۔ مگر ان کے جذبات محبت کسب ان کو چکنے سے میٹھنے دیتے تھے۔ وہ خود بھی پھر اپنے محبت بھرے خیالات کا اٹھار فرمائے۔ مجھے بھی جناب مخدوم کی آزادہ خاطری پر دل ہی دل ہیں تا سع

ایک حالت میں ہر قسم کا حجاب و شرم میرے پسے نہ رہی ہے لگنہ مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی نے ایک شُنگی اور ان کو شب دروزی ذکر و فکر ہو گی۔ وہ کتاب کے سوا کسی ذکر کو پندہ بھی کرتے تھے انہوں نے بڑی بڑی جگہ اس کتاب کے تذکرے فرمائے ان کی وجہ سے پہت سے بزرگ اس کتاب کے نامیدہ مشائق ہو گئے۔ کمی مرتبہ انریل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی (غمبرانگہ مکہ مکہ مکہ) نے اس کتاب کا تحسینہ وغیرہ دریافت کیا اور جناب مددوح بے دیکھے اور جنہے سے مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کی زبان مبارک سے اس کتاب کی تعریف کی گئی ہے کہ جس کا بیان ہے اگرچہ مجھ سے اور جناب مددوح الشان سے خط و کہ بت تھی مگر کتاب تین مقاصد کو ملحوظ رکھ کر علیٰ گئی ہے ان کا پورا علم مولوی سید غنی حیدر قبلہ ہی سے ان کو بخواہ اور جو بے دیکھے ان کو اس کتاب کے دیکھنے کا بے حد شوق ہو گیا۔ وہ جب اس مذاق کے لوگوں سے ملتے تو اس کتاب کا حضور و ذکر کرتے تھے۔ مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی حیدر آباد سے پشیونیت کے بعد اس کتاب کے آخری حصص کی نظر ثانی کے لیے براہ راست اٹاواہ تشریف لائے والے تھے مگر کچھ خاص ضرورتوں کے باعث ان کا تصدیق ہوا کہ وطن ہوتے ہوئے اٹاواہ جائیں۔ اس زمانہ میں مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کا ایک والانامہ بھی وصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ مجھ سے ازربیل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ سے طلاقات ہوئی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ غریب مولانا سید عبدالغنی صاحب وارثی ہماری کتاب کے بقیہ حصے دیکھنے کے لیے اٹاواہ جائیں اس دلچسپی و شوق سے نلا ہر ہے کہ ان حضرات کو اس کتاب کی اشاعت و طباعت کے متعلق کیا اضطراب تھا۔

مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ نے اس کتاب کی صاف شدہ نقل اپنے خاندان کے لوگوں کو دیکھائی اُن کے خاندان کی خواتین میں یہ کتاب خاص دلچسپی و قدسیت دیکھی گئی۔

با شخصی مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کی الہمیہ تحریر سید علی بن محمد الوادی صاحب اور محمد و مسلمہ سید علی بن ناشہ صاحب رہیس کی سلسلہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی ب

تھا اس لیے بجز ان کی ہاں میں ہاں ملا نے کے کوئی چارہ نظر نہ آیا اور ان کے فرمان مجبت پرسرستیم خم کر دیا سے حضرت موبہانی عشق کے دل نازک اس شوخ کی خوناک

نازک اسی نسبت سے ہے کارِ مجبت بھی

مولوی سید غنی حیدر صاحب بلده وارثی کو اگر میں اس کتاب کی تالیف اشٹا کا سبب کہوں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کیونکہ ان سے شرفِ شیاز حاصل ہونے سے قبل کتاب کی یہ حالتِ زندگی ان سے ملنے کے بعد ان کے ذوق و شوق سے متاثر ہو کر میں یکسوئی سے اس کام میں مصروف ہو گیا اور یہ موجودہ صورت قائم ہو گئی۔

منظرون میرے اس بیان سے ان کی معاونت و دستگیری کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کے متعدد مجھے حصی اور جس قسم کی دشواریاں پیش آئیں اور جو جو امور حاصل ہوئے ان سب میں سے نکلنے کے لیے مجھے انہیں کامبارک ہاتھ نظر آیا جو ہبایت فراخدلی و کشادگی سے آغوشِ مجبت کی طرح میری طرف پھیلایا ہوا تھا مجھے جو کچھ بھی اپنے خیال کے موافق اس کام میں کامیابی ہوئی ہے اور جو مجنت شاہق میں نے ان سے مل کر تین چار برس بروائش کی ہے یہ انہیں کا سبب ہے جو تعلق اور مجبت اور تقریب ان کو حضور وارث پاک سے حاصل ہے اور جس کی وجہ سے ان کو اس کتاب سے ایک عنیسے معقولی مجبت اور انس ہو گی۔ اور جیسی تنبیہ و تهدید سے انہوں نے شب و روز مجھ سے کام دیا اس کی بنا پر میں کہہ سکت ہوں کہ یہ کتاب انہیں کی مجبت کی ایک یادگار ہے میں ایک محض ناکارہ شخص ہوں۔ میں خود کیا کر سکتا تھا۔ اگر حضور وارث پاک کے فیضانِ باطنی میرے شامل حال نہ ہوتے جو روح کر اس سیحان نفس نے اپنے غلاموں میں پھوک دی ہے یہ اسی کا کوشش ہے جس کا ظہورِ ہمدردی و مجبت کی شکل میں میراحمد و معاون ہماؤ میں ان سب برادرانِ سلسلہ کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے واقعات و حالات سے مد و فرمائی اور جس کے اسماے گرامی اس کتاب میں سلسلہ روایات درج ہیں۔ ویگر سلاسل کے مقدس علماء کرام و مشائخِ عظام نے جو کچھ واقعات و حالات میں مد و فرمائی اس کا خاص اثر میرے قلب پر ہے۔

باخصوص حضرات ذیل کی شفقت و تلطیف کا بد رجہ غایت ممنون احسان ہوں، اور صرف میں ہی نہیں اس کتاب کے پڑھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے بہیش اس کے معادنوں کو دعائے خیر سے یاد رکھیں گے۔

حضرت سند المحدثین زبدۃ العارفین حضرت مولینا مولوی قیام الدین عبدالباری صاحب قبلہ سند آرائے فرگلی محل لکھنؤ۔

حضرت سیدنا و مولانا ابو محمد شاہ علی حسن صاحب قبلہ کچھ چھپوئی۔
حضرت مولینا شاہ محمد کریم رضا صاحب حاشیۃ نظامی، اشرفی درویش
(معجم دہلی)

حضرت مولینا شاہ حاجی سید مجوب عالم صاحب قادری البغدادی۔
حضرت مولینا شاہ محمد سیمان صاحب حاشیۃ قادری اچھواری۔
حضرت مولینا حسام الدین صاحب فضلی مؤلف اثر الديون ولباس الحبوب
وغیرہ (پیشہ روپی کلکٹر درمیں سراوهہ ضلع میرٹھ)۔

حضرت مولینا محمد وصی علی صاحب علوی قلندری، کاگوروی (معجم اثابہ)
حضرت مولینا محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب فتحم مرشد عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔
حضرت مولوی حافظ سراج الدین صاحب خلیفہ حضرت نوری میاں صاحب
مارہروی۔

ان بزرگوں کے علاوہ میں اُن سب اصحاب کا بد رجہ غایت ممنون کرم ہوں
جنہوں نے میرے معروف نعت پر خیال فرمایا اور جن کی وجہ سے یہ سرمایہ جمع ہوا۔
میرے کرم دوست سید نظام الدین شاہ صاحب قادری و گیرا کبر آبادی ایدیطر
تھا اگرہ نے میرے مسامی سے خاص دلچسپی کا انہصار کیا اور اپنے سلسلہ مرتبہ تھا دیں میں
اس کتاب کے متعلق انہصار مسترت فرمایا۔ اسی طرح مندوں حاجی سید غفور شاہ صاحب
وابدی الحسماں نے آخر وقت تک کتاب سے گھری دلچسپی فرمائی حضرت کے حالات
وغیرہ جس طرح اُن کو دستیاب ہوئے مرحمت فرمائے اخبارات میں اس کتاب کے
متعلق قبل اشاعت اپنے پاکیزہ خیالات کا انہصار فرمایا۔ اُن کی محبت و لذت کا ممنون

ہوں۔ میں اخبار مشرق گور کھاپور اور اخبار قیصر ہند فیض آباد کا بھی شکر گزار ہوں کہ قبل اشاعت ان محرزاً خباروں نے اس کتاب کے متعلق مضامین شائع کئے۔ نظم الشاعر دہلی میں بھی جناب ملا محمد الوادعی صاحب نے لکھ کو اس کتاب کے مستند حالات کی طرف ایک نوٹ لکھ کر متوجہ فرمایا۔ خداوند کریم انہیں جز ائے خیر دے۔

اب میں اس کتاب کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ میں نے جن معاصمد کو ملحوظ رکھا اس کام کو شروع کیا وہ پہلے لکھ چکا ہوں بھی حضرت کے حالات و واقعات مصدقہ ہوں اور ہمیت زیادہ جمع کئے جائیں اور سور و ایات درج ہوں ان کے راوی صرف مریدین عقیدت گزیں ہی نہ ہوں بلکہ دیگر سلاسل کے حترم بزرگوں اور تعلیم بافت اصحاب سے بھی خط و کتابت کی جائے میں نے اسے مقدور بھراں ہیں کوشش کی جس کا حال کتاب کے صلطان احمد سے خود ظاہر ہو گا کہ جن کن لوگوں سے کہاں کہاں خط و کتابت کی گئی۔

میری خط و کتابت موجودہ واقعات و حالات تک بھی مدد و دہنیں ہے بلکہ اکثر خط و کتابت بے نفع ہماستہ ہوتی اس کا تذکرہ بے محل ہے۔ بہر کیف سرایہ جمع ہوا اور اس کو اپنے یا اپنے طریقہ سے تو میرے اسکانی میں تھا میں نے مرتب کی جھنور انہی مقدس زندگی کا آغاز جس باب سے ہوتا ہے اُس سے لے کر ایک آخر تک اگر بغور دیکھا جائے تو پوری کتاب حسن و عشق کا ایک افسانہ ہے۔

حضرور انور کی بات بات میں مجتہ کی تعلیم ہوتی تھی جو آپ کے واقعات حیات سے اظہر من اشنس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جن کی مبارک بنا ہوں میں اُس عرفانی تجلی نے چکا چونہ کا عالم پیدا کر رکھا ہے اور وہ حضور پر انور کی ایک ایک ادائے دستاں پر اپنی رسمیت کو خاک میں ملا چکے ہیں ان کے نزدیک حضور انور کے یہ واقعات و حالات کو ان اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ خدا جانے کی کیا ویکھ چکے ہیں یا جن نہ ہب و تصورت کے دلدار کو تصدیق و تلقین کی دولت حاصل ہے اور ایمان بالغیب ان کا شمار ہے وہ ان واقعات سے متاثر ہوں گے نہ مفترض۔ مگر جن مغربی تملک و معاشرت کے ہوا خواہوں کو نہ سبب

تصوف کی طرف میلان نہیں ہے وہ اُن واقعات کو جو کرامات و خوارق عادت پر مشتمل ہیں شاید تجھب کی نگاہ ہوں سے دیکھ کر اور خلاف فطرت سمجھ کر صحیح باور نہ کریں، میں نے اس کتاب میں خوارق عادت و کرامات کے عنوان سے کوئی باب نہیں لکھا ہے اور نہ اہل تصوف کے نزدیک خرق عادت یا کرامات کو لٹھا ہے، رسمتی ہے اور نہیں اس بحث پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں کیونکہ متعدد کتابیں ان مباحث پر شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت کے جو کچھ بھی واقعات کرامت آیات ہیں وہ فظری ہیں جو ابتداء سے ظہور پر پڑی ہوئے رہے آپ کے کرامات و خوارق عادت کے ثابت کرنے کے لیے دلائل و براہین کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس وقت ہر زمہب و علمت میں اُس لعل شب پڑا غ دلایت کے دلکھنے والے موجود ہیں اور تمام عالم میں اس کی دلایت تامکار پر ہر ادا ہے، کوئی سماک ہے جہاں ان کے نام لیتے والے ہیں ہیں، اس وقت ہزاروں لاکھوں ہر زمہب و فرم کے لوگ موجود ہیں جو حضرت کی بات بات میں خرق عادت و کرامت کا مشاہدہ کر چکے ہیں ایسی قیمی شہادت کے لیے جو افتاب سے زیادہ روشن و ہو یا ہر کسی دریل و جھٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

حضور انور کی جانب ہوئے حدود بے ساب رجوع خلائق تھی وہ عدیم انداز تھی کیا بات تھی کہ ہر شخص شفیقت فراغتہ نظر آتا تھا اور عرب و ہجوم میں ان کی دلایت نامہ کے پھر پرے اُڑنے لگے، حضور انور کی دلوں پر حکومت تھی جس سے ہر شخص متاثر تھا، اور اپنی شان و عظمت کو دلکھتے ہوئے وہ خوارق عادت و کرامات جو اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں کچھ بھی نہیں ہیں اور شاید اسی وجہ سے باہم اور ذمی علم حضرات نے اس بائی میں سکوت فرمایا ہے مجھے جس قدر واقعات و حالات فراہم ہوئے ہیں ان میں سے اکثر واقعات میں نے خود اس کتاب میں درج نہیں کئے جس کی یہ وجہ ہے کہ ایک ہی طرح کے پھرست واقعات و حالات کا درج کرنا بے مدد ہے میں نے فونز کے طور پر اتفاق لے لیے ہیں ویگرا قسم کے واقعات بھی اگر باضابطہ اور باقاعدہ طریقہ سے حضرت کے سوائے زندگی مرتب کرنے کا انتظام ہوتا تو پھرست مل سکتے تھے مگر اس کے لیے بڑے انتظام کی ضرورت تھی اور یہ کام اہل دل اور ذمی علم حضرات کا تھا، میں نے

جس قدر حالات و اتفاقات یے ہیں ان میں اپنے امکان بھر صحت و سند کا خیال رکھی
ہے اور آپ کے اتفاقات روحا نیت سے اسوقت مشرقی خیال کے افراد میں مشاہد
نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے فلسفی و منطقی جو نئی روشنی اور نئے خیال میں غرق ہیں موجہ تر
ہیں جس کا کسی قدر مفہوم اس کتاب میں نظر آئے گا۔

میں نے اس کتاب میں عالم بزرخ کی ایک مخلوق یعنی جنات کا بھی ذکر کیا ہے
اور بزرگوں سے وہ روایات منقول ہیں وہ مستند ہیں اور ان کی صداقت میں کوئی
شبہ نہیں ہے مگر یہ باب شاید ان لوگوں میں نہایت سیرت ناک سماں پیدا کرے گا۔
جو وجودِ جن کے قائل نہیں اور جن کو دہرات و مادیت کے اثر نے مرجوب کر دکھائے
گریان کے پاس وجودِ جن کے ابطال کی بجز یورپ کی اندھی تقلید کے کوئی دلیل نہیں
ہے۔ مجھے دیانت و ایمانداری کے ساتھ ان واقعات کو دکھانا حضور می تھا کیونکہ میں
قائل ہوں اور ایسا نذری کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ صحیح ہے۔ بزرگان دین
اور اولیٰ اللہ نے بتواترا پسندیدہ مشاہدات جنات کے متعلق بیان کیے ہیں جتنے بڑے
ادلی و اقطاب گذرے ہیں سب کے ساتھ اور تذکروں میں جنات کا ذکر ہے۔
حضرت سید العالم غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقدیر جيلاني رضي الله عنه کا جو سب سے
معبر تذکرہ مسمی بہ بجهتہ الاسرار ہے اور روایت صرف ایک یاد و واسطہ سے اس کی روایات
مصنف کتاب تک پہنچی ہیں۔ اس میں بھی کئی جگہ جنات کا ذکر ہے۔

علی بن االقیاس امام عبد الدوہ بک عراقی نے اپنا مشاہدہ جنون شر کے متعلق کھاہے۔
اسی حالت میں یہ بات میرے ضمیر کے خلاف تھی کہ میں آنکھوں والوں کی شہادت کے مقابلہ
میں اندھی تقلید کو تزیین ہج دوں اور اس قسم کے اتفاقات کے اندر اراج سے گریز
کر دوں۔

میں نے خوارق عادات و کرامات کا تصریح کے فضائل و محادد کے ضمن میں
ذکر نہیں کیا ہے اور نہیں آپ کے فضائل و محادد میں خوارق عادات و کرامات کو
کوئی حیز سمجھتا ہوں۔ یہ سب و اتفاقات زندگی میں اور دیکھی بجاہی باقی میں گریان سے
چشم پوشی کرنا امانت و دیانت کے خلاف تھا۔ زیادہ تر غور و تحقیق سے دیکھنے کے قابل

حضرت کے عادات و صفات اور وہ اخلاق مصاق ایسا تھی خلیل عظیم ہے جس کی تعلیم سے ایک عالم روحاںی مدارج و معراج ترقی کے منازل ملے کر سکتا ہے۔

اپ کی پاپ اور مخدوس زندگی جو اپنے اسے انتہا کے سبق آموز رشد پڑیت ہے، ایک فوندہ ہے کہ مردانِ خدا میں غیر معمولی خوبیاں ہوتی ہیں۔ تمامی نفسانی خواہشات و نہیات سے فطری طور پر محروم ہیں اس قسم اور ہر ہمیں کے افراط سے بنا اور اخلاقی سے پیش آنا، اس امر پر صفات طور پر دلالت کرتا ہے کہ ایسے مخدوس نہ صرف خدا کی طرف سے بطورِ فوندہ پیش کیے جاتے ہیں جن کی بزرگی میرتی کو دنیا کے حادث کی طرح نہیں شایستہ، حضرت کے وہ عادات و خصالیں جن کو مجاهدات سے متعلق سمجھا جائیں جیسے پابرجہ مہمند ہے اور زین پرسونا، دائم الصوم رہنا، اسلامی عیش و تنقیم کی باقیوں سے ابتعاد کرنا، ایک حالت میں زندگی بسر کر دینا، وغیرہ وغیرہ۔

ایسے امور میں ہو فظرت انسانی کے خلاف متھور ہوتے تھیں مگر یہ اس امر کی ایک تین دلیل ہے کہ جو شخص اذلی سعادت سے بہرہ درہ خداوند کریم اس کو کسی درجہ ا پر نہیں پر قادر نہیں دیتا ہے۔

اپ کی زندگی جیسی بے لوث اور پاک گذری اس کی شالِ مشکل سے ملے گی باوجود اس کے تمام عمر اپ نے تجربہ میں بسر فرمائی گر کسی شخص کو از راہِ شخص وحدتِ ہمیں حضور انور کو کسی نفسانی بدل اخلاقی کی طرف تھم کرنے کا موقع نہ ملا اور بڑے ہٹے کا بازوں نے اپ کی پاکِ امنی کی قسم کھائی، حقیقتِ یہی وہ اوصاف ہیں جن کی تعلیم انسانی زندگی کو اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر پہنچا سکتی ہے، اپ کے وہ احوال و ملغو طات جو تبرکات دیکھے جائیں گے، حقیقتِ بنی فیوض و برکات ہیں جو تو حید و عشق اور تصدیق و تینیں کی تعلیمات سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کے اثرات فرا تلب پر مسترد ہوتے ہیں، انکے دیکھنے سے یہ بات اپنی طرح محقق ہوتی ہے کہ اپ کی نگاہِ حتمانی اگاہ ہیں کس تدریجیات کے کمال پر نظر تھی، اپ کے سب احوال ایک ہی قسم اور ایک ہی طرح کے نہیں بلکہ اکثر مختلف ہیں، مگر سب میں حضور انور کے مذاقِ عشق و توحید و تصدیق و تینیں کی پوری جملک

ہے جتنے حالات و مطہریات اس کتاب میں درج کئے گئے وہ کثیر روایات سے
مختب شدہ ہیں جتنے حالات و مطہریات مجھے دستیاب ہوئے میں نے سب دستیابیں
کئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایکسی قسم یا ایک راوی کی ایک طرز کی درود چاہیدہ
روایتیں درج کرنا وضویں تھیں بعض روایتیں میری نظر میں خاص مقصود ہوئیں اس لیے
ان کے اندر ارج سے پہلو ہی کی گئی بعض روایات اگرچہ نظر کی دستیاب ہوئیں مگر اس
نظر کی روایتیں پونکہ اور راویوں سے نہیں علمیں اور ایسی حالت میں اندر یہ تھا کہ مہادی
ان روایتوں کی صحت میں لوگ فسک کریں اس لیے میں نے ان کے درج کرنے سے احتیاط
کی غرض کے مختلف وجوہ سے اکثر روایتیں حضور ولی گئی ہیں اور مجھے ان اصحاب سے امید
ہے جن کی روایتیں چھپوئی ہیں کہ وہ میری فروگذاشت کو معافی کی نظر سے وکھیں گے کیونکہ
ایک ہی طرز کی روایتوں کی بھرماریا خاص روایات کی اشاعت ہو ان کے علوے مرتب
کی بھی خبر دیتی ہے ان کے اندر ارج سے لوگ راویوں کی خود نمائی سمجھتے اور ایک روایت
نقضان کا اندر یہ تھا۔

جن روایتوں کو میں نے بالکل نظر انداز کیا ہے اس پر بُرا مانتے کی ہڑوت نہیں مجھے اول کی
صداقت میں ذاتی طور پر کوئی شبہ نہیں ہے اگر اس طرز کی روایتیں اس کتاب کی اشاعت
کے بعد بھی مجھے دستیاب ہوئی تو میں دو سکے ایڈیشن میں ان کی روایتوں کو تھی درج کر دیا
مجھے اس بات کا ایمانداری کے ساتھ اعتراض ہے کہ حضرت کی مقدس زندگی کے تما می
واقعات تو درکار رہے ان کا عائزہ شیرین ہی مجھے دستیاب نہیں ہوا اور وہ لگیا رہ بُر کے
عرض میں آخریں تھا کیا کیا کرتا واقعات و حالات بھی مختلف متعامات سے جمع کرتا اور
لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے پتے لگاتا، ان سے خط و کتابت کرتا ہزاروں جگہ سفر کرتا
پھر کتاب کو مرتب بھی کرتا۔ یہ سب کام ایک بے ما یا اور پریشان روز گار شخص کے امکان
سے باہر ہے میں اپنی بساط کے موافق جو کر سکتا تھا وہ میں نے کیا اور یہ ریخیاں ہے اور بالکل
سچا خیال ہے کہ اس نکرد تجسس میں میری عمر ختم ہو جاتی مگر حالات کی ذہنیت کا کام ختم نہ ہوتا
کیونکہ تمام اطراف عالم میں کوشا حصہ ہے جہاں اُس جن دکش کے دیوانے نہیں رہتے،
کوشا قریب ہے جہاں کے رہنے والے اُس زاغت مسل کے سلسلہ میں داخل نہیں ہیں کون

ستام ہے جہاں اس خیمہ رُزیں کے مخور نہیں ہیں میں کہاں کہاں خطوطِ لزیمی کرتا اور میں کیا اپنے
خانہ میں ان سچی دوکشش میں قاصر و مخدود تھا اور ہے۔

میں پسلے سے بکھر رہا ہوں اور اب بھی خوب سمجھتا ہوں کہ میری دوکشش ہمایت قیل
حد تک محدود ہے میں اپنی تھوڑی سی سہمت کے موافق کی کر سکت تھا میں نے جو کچھ کیا اسکے
قابل بھی نہیں ہوں مگر جس کام میں خدا کے پیاروں کا فریدہ اور ویلہ ہو جاتا ہے اس میں
غائب سے مدد ہوتی ہے اور جو عظیمہ ہوتا ہے وہ سائل کے ظرف کے موافق ہوتا ہے مجھے
جو کچھ طلاق ہمت ہلا اور بڑا شخص اگر اس کام میں سہمت باندھ لے گا تو اسے اس سے زیادہ
میگاہ میں اسی کو سہمت سمجھتا ہوں وغی

نکر ہر کس بعثت درست اور

میں خدا کا شکر ادا کرنہ ہوں میں اول سے اُختہ بک محض اس کی مدد سے اپنے ارادہ
میں شہادت قدم رہا اگرچہ بہت سی اخزشیں ہوئیں حوارث کے سلسلے سوئے ناکامیوں سے
ساقتہ ٹڑا۔ بے اعتمانیوں سے کام رہا تدبیب میں گھر رہا مگر ہر ایک آجھن خود بخوبی ملک گئی ا
اور بفضلہ حضرت کی مقدس روحانیت میں کے راستے آئی جن لوگوں نے مدد کی جس کی ذات
سے میری سہمت افزائی ہوئی میراں کے کوئی ذاتی افعال نہ تھے وہ بے چائے کیا کر سکتے
تھے اور کیا کر سکتے ہیں آخرانسان ہیں اور منعیف انسیان یہ سب حضور پر فروکی مقدس
اور خدا اور روحانیت کا مدد قدر ہے کہ انہوں نے اپنی شان سخنی کے مدد فرمیں میری لاج
رکھی۔

آخرین برا تھا یا بخلاف انہیں کا تھا اور انہیں کا ہوں اور انہیں کا ہلکا ہوں وہ اغیار
کے آڑے و قتوں میں کام آتے ہیں میرے نہ آتے ہیں لوگوں کی دستگیری کرنا ان کا آبائی
کام ہے اگر انہوں نے میری مدد کی تو کون تجھ بے میں تو انہیں کا مقدس نام جپ رہا
ہوں اور اذل سے انہیں کے نام پر فدا ہوں میں:

حضرمن ناسخ نیں اپنا کہنے کا سلسلہ میں اسی علاقے گیسوئے سیدزادہ ہوں
میں حالات کے اس سرما پر کوچکتی ب کی صورت میں ہے مکہ میں پیش کرتا ہوں
اور اسید رکھتی ہوں کہ اگر میری طرز تحریر یا میری سخنی بے مقدار سے ان کے توفیقات

پورے نہ ہوں تو مجھے مجبور بھیں اس لیے کہ میں نہ دو اپنے بے بخشانی اور نا امتی کا متر
ہوں اور ان حالات کو بالکل ناممکن سمجھ رہا ہوں مگر شاید اس وقت اگر اس قدر کوشش
بھی نہ کی جاتی تو آگے چل کر واقعات و حالات تو بہت ملتے اور جو بھیں گے ان کو میں
گے مگر جو راوی اس کتاب میں ہیں ان میں سے بعض نہ ملتے جیسے مولانا سید عبدالغفران
صاحب قبلہ وارثی بہاری اسی سال ہم کو داغ خفاقت دے گئے اور ان کی طرح
اکثر دوستگان سلسلہ جو علم و عمل کے انتشار سے سرمایہ فروخت کرتے وہ اس سے بھی پہلے
اس جہاں فنا کو خیر باد کہے ٹکے میرا خیال یہ ہے کہ یہ کام الگ آن سے پندرہ سو لبرس پیشہ فرعون
ہوتا تو حضرت کے اکثر صحبت یافتہ راوی بڑے پایہ کے ملتے مگر آندہ چل کر الگ ایسی مدد و دود
اور تنگ کوششوں سے بھی جیسی کہیں نہ کی ہیں یہ کام کی جاتا تو اتنے بھی نہ ملتے اس وقت
مک جو حضرت کے حالات میں کتاب میں بھی گئی ہیں ان کے مصنفوں نے کہ بُوں کو کہتے وہ
اپنے مذاقِ طبیعت کا خیال رکھا اور اسی مذاق پر سب کو ختم کر دیا ہے حالانکہ ارباب
حقیقت کی نظر میں حضور انور تماقی اوصاف نظر ہری و باطنی کے مظہر اتم تھے اور کسی
بُنی یا ولی کی زندگی ایک مذاق پر مبنی نہیں ہو سکتی اسکو منافع الخیال لوگوں سے ساقع پڑتا
ہے ان کے خیالات کی اصلاح پر وہ خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے حضرت کے بعض
ذکرہ نویسوں نے اس مذاق کے لحاظ سے رواتیں کی ہیں اور اسی مذاق سے حضرت کو
دیکھا ہے اور اسی کا ان کو پتہ چلا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ اکثر و بیشتر لوگوں کو حضرت کافیض صحبت نصیب ہوا ہے
مگر قرب و اخصال میں ان نظری امور پر نظر نہیں ہوتی جو آئے دن شاہد میں آتی ہیں
اور جن پر دُوری رکھنے والوں کی غائزگاری ہیں پڑتی ہیں جن کو بہت زیادہ اس گوہر کیتائے
مجبوہ بیت سے شرفِ حضوری حاصل ہوا ہے وہ ان تجليات ہی سے تجھ و بے خود ہیں
وہ کیا زبانِ کھولیں اور اُس حُن کے کر شے کس طرح بتائیں جو اس لمحہ نے ہو تو بھیں خاطر
ہو تو کچھ سنیں مولانا حضرت مولیٰ نے:

سب ہیں تری انہیں می پتے ہوش
نقارہ حُن کا ہو کے ہوش
بیہوش کیا ہے سب کو تو نے
اب جسکو خدا ہے ہوش فے ہوش

ہو جاؤں شا حضرت عشق اے داش وارے قواروا ہے ہوش
 تم آئے کو ختم ہو گئے ہسم باقی تھے مگر اسی یہے ہوش
 جن کو حضور انور کے حقیقی جلوئے نظر آئے اُن کی زبانوں پر تو مہر سکوت لگا دی
 گئی وہ تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتے بلکہ حضور انور کے حسن کے کرشموں نے ایک عالم کو دیا ان
 بنایا ان کی تجلیات بھی ہم ظاہر بینوں کے مشاہدے میں پڑی ذاتیں حضرت یا اس
 طور پر ہے :

حیرت کے پردے ڈال دی جلوہ گاہ پر
 وہ بے جا بے ہو کے بھی سبے ہماں رہے

جس قدر زیادہ حضور انور کے حالات واقعات پر غور کی جاتا ہے اس سے اتنا ہی
 سمجھیں آتا ہے کہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے جب تک حضور انور کے سوانح حیات میں اظہیت
 نام پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا نتیجہ بھی مرتب ہوتا ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے قبیلائیت
 وہ ظاہری واقعات کو پہش کرتے ہیں۔ باستہ ہیں وہ خاموش ہیں، ہم لوگوں نے اپنے
 خرف و استعداد کے لحاظ سے حضور انور کو دیکھا اور وہیں تک آپ کے مراتب مدرج
 کا انحصار سمجھا جاں تک ہمارے ہم و داش کی رسائی تھی۔ بلکہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ
 اس وقت کے ٹرے ٹرے علماء برے برے مشائخ جن سے ایک عالم ارادت و غصیت
 رکھتا ہے حضور انور کی تعریف و توصیف میں رطب انسان ہیں اور آپ کے روحانی حالات
 عربی تجلیات سے متاثر ہیں اور ان کا مکاہفہ انبہار خواہ بخیال تجاہل عارفانہ یا ہماری کم
 نظری و نا ابی کے سبب سے ہم سے نہیں کرتے اور اس طرح اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔
 تو ہم ان غیر جانبدار از شہادتوں سے یہ تجھے نکالنے پر مجبور ہیں کہ ہم لوگ جو عوام انساس میں
 شامل ہیں ہرگز حضرت کے حامد و معان اور واقعات و حالات لکھنے کا دعوی اپنی سرستے۔
 اور مہم ان کی کچھ تحقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ایں باطن کا کام ہے میں نے صرف ظاہری حالات
 میں بالا خصارات اس کتاب کو مرتب کیا ہے اور میری تحقیق و دریافت جن ظاہری طریقوں تک
 محدود ہے وہ مخفی نہیں ہے کہ خط و کت بت دغیرہ ہی میں میں نے محض ملغو نکالت وغیرہ اپنے
 تاقص ہم کے موافق جو شرح کی ہے وہ بھی ظاہر امور پر مبنی ہے اور میں ایمانداری کے ساتھ

اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضور انور کے کلامات طیبات کے روز و معانی کی حقیقت
شخود میں سمجھ سکتا ہوں اور نہ دوسروں کو سمجھ سکتا ہوں، ہاں ان کی خداوار و حانیت
جس پر ان حقائقی و معارف کا امکشاف کر دے ان کی تقدیر یقابن ر شکست ہے
نمکاہ یا رجسے آشنا ہے راز کرے وہ اپنی خوبی قسمت پر کیوں نہ کر کرے

مجھے اپنی بے سرو سامانی کا پورا اقرار ہے اور امرِ حق کے انہار میں کوئی امرِ مالح نہیں ہو سکتا
میں صرف ہوں کہ حضور پر انور کے کا حقہ حالت ہر قسم کے اگرچہ بہت ملے مگر بعض جدید واقعہ
میرے ذہن میں ہیں جن کو میں اس نیوال سے بھی درج کتا بہنیں کر سکتے کہ ان کے متعلق
ان راویوں کی تحریریات میرے پاس نہیں ہیں میرے خاندان کے لوگوں کے بیان کرڑہ
وہ واقعات ہیں اور اس وقت وہ اس عالم میں نہیں ہیں۔ اس طرح یہ بات میسکے
علم میں بھی بخوبی ہے کہ میں نے اگرچہ اکثر و بیشتر واقعات اس کتاب میں مستند طور پر درج
کئے ہیں مگر بہت سے صحیح ان جدید قسم کے واقعات خود بھی چھوڑ دیئے ہیں اور اس طرح
اپنی چھوٹی بساٹ اور پست سنتی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی اپنی محدود کوشش کو بالکل
نا تمام سمجھ کر حضرت حضرت مولانا کا یہ شعر اپنی زبان سے ادا کرتا ہوں ہے:

ادانہ ہم سے ہوا حق تری عنِ لامی کا
لغیب شوق رہا داغِ نامت می کا
کاش میسکے با چیز مسامی بارگاہ وارثی میں قبول ہوں اور شاخوانی اہلِ
بیحت میری بناجات کا ذریعہ ہوئے:

الہی بحقِ نبی فاطمہ ،

کہ بر قول ایساں کنی خاتمه

اگر دعوتم روکنی درست جوں ،

من دوست دوامان آل رسولؐ ،

آخر میں مجھے اپنے برادر ان سسلہ اور دیگر برادر ان طریقی و برادر ان اسلام
سے امید ہے کہ وہ میری غلطیوں اور لغزشوں سے جوانانی کمزوریوں کا خاتمه
بے درگذر فرمائے حقیقت پر نظر رکھیں گے اور میرے علم و عمل کے لحاظ سے

بیان پر وہ داری میری بڑا ہوں سے چشم پوشی فرمائیں گے اور جناب علیٰ ہر رضی
شیر خدا کے اس نزدیک قول کے بوجب کہ :
” تم یہ نہ دیکھو کہ کون کہتا ہے اس پر غور کرو کہ کیا کہتا ہے ”
اصل بات پر نظر رکھیں گے ہے :

گومنِ الودودِ دائم چہ عجب
ہمس نالم گواہِ عصمت اوست ،

فضل حسین صدیق و ارش عفرؑ عنہ

اٹاوہ

۹ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأَكْرَمِيِّ وَعَلٰى اٰلِهِ
وَاصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بَعْدَكَ لِهِ وَجَمَالِكَ

اسِمِمْ کِرامی

فَافِي الْلٰهِ باقِ باللٰهِ آيٰهُ منْ آيَاتِ اللٰهِ
حَضْرٰتِ قَدْسٰ مِنْ اَنْ يَنْتَلُوا فَشَوْوِجهُ اللٰهِ

لِضَمْرَوتِ سَيِّدِ الْكَاهِلِينَ اَمَا لَدِيْ سَيِّدِنَا وَمَوْلَيَا
شَابِيجِيْ حَافظِ سَيِّدِ وَارِثِ عَلٰى شَاهِ طَابِ شَراَهِ
آپ بُطْنِ ما در سے ولی پیدا ہوئے تھے آپ کی کتابِ عمر کا دیباچہ عشقِ اُبی کے عنوان سے
شروع ہوا تھا اُذنِ خالدہ کتاب پر فنا فی الذات کی مہرگانی ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ قدرت آپ کا نام
نائی بھی خداوندِ خالم کے اسی مخدوس و بزرگ نام سے متاز ہوا جس میں آپ فنا ہوتے تو کے
تھے، اکثر اور یا نے کرام کے اسمائے کرامی میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ خدا برتر کے جس
مخدوس نام میں فنا ہوتے ہیں وہی ان کا نام مشہور ہوا ہے۔

بَصَطْرَ حَضْرَتِ سُلْطَانِ الْأَوَّلِيَا مُحَمَّدِ بْنِ سَجَانِ قَطْبِيِّ رَبَّانِيِّ سَيِّدِنَاحِ الدِّينِ شَيْخِ عَبْدِ الْعَادِرِ
جَيْدِيِّيِّ رَضِيِّ اللَّهِ عَنْهُمْ مُحَمَّدِيِّيِّیِّیں فَنَابُوْکِ رَاحِیَّا تَسْعَیْ دِینِ کَابِیَّا عَتَدْ ہوئے اور اسی لقب سے ملقب
کیئے گئے اسی طرح "آلوارٹ" مخداتے برتر کا نام ہے اور اس کے متنی ہیں قاتله عالم کے
بِعْدِ قَمُّرِ بَنَیْ وَالاِنَّا تَحْيِي وَتُنْبِتُ وَتُنْخْيِي وَتُنْوَفِي (یعنی اسی میں لشکر ہیں کہ ہمیں
زندہ رکھتے ہیں) اور ہمیں مارنے ہیں اور ہمیں سب کے وارث ہیں، بھاری بخداوی می ہے،
اکثر زندگوں کا بیان ہے کہ مسئلہ فنا دین کے حل کرنے میں آپ کو خاص ملکہ تھا، حرف

لطفناوارث یا وارث پاک ہی سے حضور انور مشورہ معروف ہوئے جس سے ثابت ہے کہ حضرت رب المقربت نے حضور کو اپنے صفات ذاتی میں سے ایک ممتاز صفت مرمت فرمائی تھی یعنی اپنے اسم وارث کا حضور انور کا مظہر اتم کیا تھا اور اس صفت کا لہور اسی عاشق صداقت میں ہوتا ہے جو تمام عالم کو نافی اور تکلیف و راحت جو رواح احسان رنج دشائی کو حادث سمجھئے اور جو اسوا یار جملہ موبوڑات سے دست بردار ہو دی دارث کیلانے جائے کامستی ہے اور اسی کو صاحب بقاء کا مل کہتے ہیں یعنی بقول حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے :

جور و ریاحان رنج دشائی حادث است

حدائق میرند حق شان وارث است

قصائد غزلوں اور شعروں سی میں نہیں بلکہ اکثر نوشتر کی عبارتوں میں بھی اسی لفظ پر اکتفا کیا گی ہے خط و کتابت میں بھی اکثر لطفناوارث رواج دیکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم حضور کی ذات مخصوص الصفات کے تناسب کے لحاظ سے مقبول ہوا خلاصت ہوا۔ اس بزرگ نام ہی میں فنا و بقا کی تعلیم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ابتداء عمری سے آپ نے موقوف این قبیل آن ہو تو نہ کے مرحلہ کو طے فرمایا اور یہ تعلم فرمائی اور اسی طرح وہ خاص متابر بیان صل فرمایا جو اسم وارث کا معنون تھا جس نے حضور انور کی زیارت کی بے ساختہ بدل اٹھا۔

اس طرح بھیں میں عاشق کے چیپا ہے مژوہ

جس طرح آنکھ کی پتلی میں نظر ہوتی ہے

یہ اسم پاک بھی منجائب اللہ تعالیٰ کو پیدا ہوتے ہی قدر تارکا گای اور اپنی جامیت کے لحاظ سے سراز مرزو دل ثابت ہوا پسچ ہے کہ آزادِ حنفی اُستَرَّ لبِّقِ تَكَبَّرَ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشورہ تصنیف "لطیبہ جہانی و طبیعتِ دوستی" میں اسم وارث کے معنای فرماتے ہیں "وارث" مخلوقات کے فنا کرنے کے بعد وارث ہے زین و آسان کا اور چرخ احسان اور زیب کو پسپتی یعنی کے بعد وارث ہے اپنے تغذہ کا ہے اس نوشتر کی توضیح میں کہی نے اس طرح عاشقینگاری کی ہے کہ یہ ایک متحقق امر ہے کہ سوائے

وارث کے کچھ بھی مکوندو نہیں، صرف وارث ہی قدیم سے ہے اور ابادار ہے گا۔
اک مقدس تمام اسادا تیرہ و صفا تیرہ متuar فو وغیر متuar فو کا جامن ہے کیونکہ جو تجزیت
محضت ہے وہی وارث ہے تو وارث ہی ذات بگشت ہے اور جملہ اس اسادا تیرہ
کا دہی سنتے ہے۔

لوغتی از عالم و عالم فقیر وارث ہر این و آں یکتے تو
اس طرح جملہ صفات کا موصوف بھی وہی وارث ہے۔ ہرشان ہر انہمار کے ہمود
تعیر کے ساتھ اور ہر انہمار کے پردہ میں حتیٰ کا انصرام فنا نے امام کے بعد جو کچھ حقیقت
باقی غیر فائیز ہے وہی قادر ہے اللہ وجہ اللہ ہے چنانچہ تعالیٰ فرماتا ہے شکلِ مٹ
عینہ فان وَيَقِنَا وَجْهَ رَبِّنَا ذُو الْجَلَلِ وَالْكَنْۤا إِمۤاۤ او پیر شورہ حدیدیں فرماتا ہے ا
ہو الدُّولُ وَالْأَحْمَقُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ جَ وَهُوَ يُكَلِّمُ شَيْءاً عَيْنَهُۤ اس یہے جو آخر
ہے وہی اول ہے تو اول وارث ہے اور آخری ہے وارث ہے اور چونکہ وارث ہی جملہ صفات
کا موصوف بھی ہے اور حضت کا موصوف سے جدا ہونا محال ہے (وَالْقِفْتَةُ لَا تَنْكُ
عَيْنِی)، اس یہے نزول اور تعین کے مرتبہ میں ہر ذرہ موجودات کا مظہر ہے اک وارث
کا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر مظہر میں سوائے ظاہر کے غیر کا ہونا محال ہے اس یہے الامال
ہر ذریفیں وارث ہی مضمون و متنتر ہے تو ہر ذرہ کا بطن وارث ہے لہذا ہر ذرہ کی حقیقت
وارث ہے لیعنی وارث حقیقتُ المحتانی ہے کوئی تعلیم حقیقت کا پرداہ ہے۔ لیعنی
تعینات عین حقیقت ہیں اس یہے ضرور ہے کہ جس طرح وارث ہی اول اور وارث
ہی آخر ہے اسی طرح وارث ہی ظاہر اور وارث ہی باطن بھی کہیں بخواہے الائمناۃ
شکنیں یعنی الائمناۃ اگر وارث نزول و تعینات میں کوئی فرد ایمان ثابت کا اک وارث
کے ساتھ موجود و معروف ہو کہ مقبول خلافتی ہو جائے تو وہ فروپنی فردیت اور اقتصاد
پر آپ ہی دلیل ہو گا "آفتا بَ أَمْ دَلِيلَ آفتا بَ" مال البشارة واللامات کے واسطے مقبولیت

لَهُ حَدِيثٌ قَدِیْسٌ - آلِدَّسَادَتْ سَرِیْدَ وَالْتَّسَرِیْدَ
مِيقَیْ وَالْقِفْتَةُ لَا تَنْكُلُ عَيْنَی

در خلقی شرط ہے۔

آپ کے اسم گرامی کو اگر باعث بارہب و نسب دیکھا جائے تو بھی وہ نہایت منتهی نیز ہے کیونکہ آپ خاندان رسالت کے نشان و حرا غمین اور آکل بھنی داؤ لاو عسلی ہوئے کا اعزاز رکھتے ہیں اور اس طرح آپ کو معلوم باطنیہ و قیوض و حانیہ و ارشتہ جناب امیر علیہ السلام سے پہنچے ہیں۔ یہ اظہر من الشیش ہے کہ جناب علی مرتضیٰ شیر خداکی ارش خاص علم الدّنی ہے اور بغایت الولد شر لایہ آپ نے ابتداء مگر وہی میں اس درست خاص کو حاصل فرمایا اور فرطہ ہری و باطنی طور پر وارث علی کیلا ہے۔

خداؤند کائنات نے اس مقدس دبرگ نام کو ہر طرح اکم باسمی کر کے دکھا دیا جس نے حضور رَبُّنُورَ کو دیکھا دل سے تصدیق کی کہ بے شک اول لیکھ ہوا وارث (الایت) کی خوشخبری ایسی ہی ذات برگزیدہ صفات کے لئے ہے۔

از قصیدہ مولیٰنا عقیل لکھنؤی

در کوئے اوہ پرندگ کو کوئیست پارا	عشقِ مجاویند ہر جا ش جملہ جویند
از ساکنانِ داصل شہو و مصطفی را	چوآل کیل کامل با معرفتِ مواصل
برلوح صاف باطنِ مرضیٰ رتھنی را	سلطانِ فارسی بواؤں نشینہ معنی
شندسر خرو بصلیخ آں شاه لاقی ارا	عطاِ حمدِ ایں بہر سوانِ تقلین
یاعد و اعد زید کو وید جھٹے ارا	ہم زانِ حمالِ معنی بودہ حبیبِ عجی
ایں جملہ عارفانِ اسرارِ اوصیارا	ہم بازید و کرخی سری جنیدِ عجلی
ہم مظہر خدا نید اف ادا موکل را	کا بنِ نمرثِ تقلیث بدل آیات کہر یانند
ہم دی دین محمد سلطان اولیا را	تللِ الہا اوصد قائمِ مقامِ احمد
ساقی آب جوانِ اسکندر و لگدارا	ایساں بحر عرفان اور کیں خلدِ عذوان
مشنچ علی دیرافت اور باغِ مدعا را	از بیبِ آتشِ عشق تا سوت خرگ و دلپڑے
احمق دش بکثرت شد مصدرِ انبیارا	اہلِ ارادت اور شکِ بُنی سر ایں

او سینه کرد سینه محراب ا تقارا
 در عشق حقی بسکر دشیب شفیب
 انسان عین او هست ا عیان انبیا را
 شیرست در شجاعت هر پیشنه و غارا
 اطوار ای چو شوری روزانه و شبها
 آن مطلع شوست و لشی و اضمی را
 باشد حدیث صادق صوفی انبیا را
 هم لفظی است حرفا نک کنم ثبت را
 نامون ا مناند ا سار ا نبیا را
 حسن حسن میسر آن خیر اصفی را
 خیر القرون قرنی سلطان انبیا را
 بودند ایل بالمن تارک زر و طلا را
 هم زید و سهل واو هم اصحاب ا تقارا
 بکشاد و دشتر خات ایں عقدہ خفارا
 یعنی امام دوران هر قطب ایں رحرا
 وارث علی چو نوست کشی ا تقارا
 فرمود چوں سیماں تجیز ایں سبارا
 هر مردے اوست کبھی قربانی خدا را
 میخاش از چیل سال افزود و قهی را
 تاکردن نام روشن یکیه و زکر یارا
 ایں خیر ارشان شد آئینه اویں را
 ارشاد لا و شجاعو پیشست از کیم را
 داده نکست ناشیه هر عذر مطلع هوا را
 ذکر ش بود فسانه اسحاف مدعا را

بہر کلکم سینا خلوت گرصال است
 علی صفت زمیرت او پیر او یعمر
 نے نے مخلط نوشتم آمینه چیت محیں
 فردست در قناعت یکتاست در عنعت
 اسرار او چوسته ا شغال او پیشیل
 آن اکرم ناخوست آن غلط الرؤس است
 افخط علی مقتب هم با اتا و منه
 هر گونه ا تجاوے قلبی و محنوی است
 ایں ایل ٹمانند ایں ایت کاشت ا تند
 ہنام سلط اکبر شرقی زمجن مصدر
 یک چو داؤشیں قرنی و امانه رم ارمنی
 مقدار و هم ابو دور وال راز وال خدیغه
 علیشد عصیت و انصاری است و جابر
 تائیش این عربی محی و دین و ملت
 نائب من شاہ اند خلخالے باو شاه اند
 الحال قطوبہ ال غور ش زمانی عاضر
 ا تھانی حکمت است داؤشی و کوت است او
 کبھی عوض ساعیل از هر جان نهودیافت
 بود اربعین لیده میخاست هر موسمی
 یوسف بصورت است و یعقوب سیرت است او
 آخر بیت طا هر یعنی بی آخس
 یکا و منظیر است فردست و هر پیر است
 فل جنید وارد تجذیب شکر صبر
 بسطایی زمانه معهود و را یگانه

وارث ولی مرادت معنی ارش دارند چوں اندو غایی راست اتحاد آرا
 هم روید و روی شمنصفه رلفی هم جملک و حی هم لحشم و هم دهار
 گر قلب واخواهست دپس واخواجواشند
 ارباب علم و اشناد ایں رمز آشکارا

ولادتِ باسادتِ اشجرہ نبی

آپ کی جائے ولادتِ باسادت ہوئے کافر قصبه دیوبند شریعت ملحظ بارہ بیکی کو حاصل ہے تا اتنی ولادتِ باسادت میں بزرگان مخدومین میں اختلاف ہے۔ حافظ تھفۃ الاصفیا و علیہ الریقین وغیرہ نے کہا ہے کہ کیم رمضان المبارک ۲۳۲ھ میں حضور فرم کی ولادت ہوئی ہے۔

سید حروف شاہ صاحب مغرب خاص و خادم قدیم درگاہ وارثی اپنے بزرگوں کی سیان کردہ روایات کی بناء پر فرماتے ہیں کہ امام رمضان المبارک ۲۴۲ھ میں حضور کی ولادت ہوئی ہے۔ حضرت فضیحت شاہ صاحب وارثی بازید فوجوی میں تھیں میں ۲۳۲ھ سن ولادت ہے۔

گرشاہ نسل حسین صاحب وارثی سجادہ نشان بارگاہ حضرت شاہ عبدالمعتمر الفرا
علیہ الرحمۃ جو حضور کے خادم قدیم اور ہم کتب بھی تھے اور سن میں آٹھ برس حضور انور
سے چھوٹ تھے اپنی عمر کے حساب سے فرماتے تھے کہ ۲۳۲ھ میں ہم گنگوکاروں کے
سر پر ٹلی حماست وارثی سایہ مگن ہوا ہے اور شاہزادہ مکلوں قبہ حضرت سید الشہداء
امام حسین علیہ السلام کی چھبیسویں پشت میں اس آنکاب ولایت نے ظہور اجدال فرمایا
ہے۔

۱۔ آمدت باعث آبادی ما ذکر توبوز مژر مشادعی ما

آپ کا حسب نامہ یہ ہے حضرت حافظ حاجی سید وارث علی شاہ ابن حافظ علیم سید
قربان علی شاہ ابن سید سلامت علی شاہ ابن سید کرم اللہ ابن سید زین العابدین ابن
سید غرشاہ ابن سید عبدالواحد ابن سید عبداللاد ابن سید محمد و مغلۇۋىدىن علی بزرگ
بن سید عزالدین ابن سید اشرف ابی طالب بن سید محمد محروم بن سید ابوالحاسن سید
علی عسکری بن حضرت سید ابو محمد بن سید محمد جعفر بن سید محمد بن بدیع بن سید علی حضابن حضرت
فاطمہ چڑھی علیہ السلام بن حضرت موسی کاظم علیہ السلام بن حضرت سید امام جعفر صادق علیہ السلام
بن حضرت امام باقر علیہ السلام بن سید زین العابدین علیہ السلام بن سیدنا امام حسین علیہ السلام

بن سید حضرت علی مرتضی شیرخدا علیہ السلام شوہر نما ماذحضرت سیدۃ المسالک سید العلمنب
بنت حضرت احمد بن جعفر علیہ الصلوٰۃ والسلام.

ہر اعتبار سے آپ کی ذات متوودہ صفات نہاند ان سعادت کا ایک مقدوس اور
اور اعلیٰ ترین نور نہ تھی جیسا کہ اکثر بزرگوں نے آپ کی شان و فضالت کو دیکھ کر پیشہ کیا
ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات سے سعادت کرام کے اوصافِ حمیدہ کی پوری
تصدیق ہوتی ہے۔

ازجناب رونگ شاہ بھائی پوری

او لا و ہے یہ خاص شہر مشرقین کی چینیوں پشت جناب حسین کی،

پٹکی ہے فاطمہ کے نور عین کی ٹھہر لجیس ہے فاتح بدر و حسین کی
یہ جو ہر خلاصہ ہے دونوں ہشان کا
بندہ نظر ڈرا ہے خدائی کی شان کا

ہے تو ہی وارث علی ووارث بنی دل ہے تراخزیرہ اس ارثی
تیسکے بدن پڑھیک قباصر کی ہوئی عادت کی ابتداء ہی سے ترک بہاس کی
دستار و پانچاہم نہ زیب بدن کی
احرام کو پسند پئے ستر تن کی

لڑکا ہی ہے شاہ شہید ایں کا باطلت پُر نور سک شاہ بھفت کا در بھفت
دُریج رسول کا ہے یہی گورہ صفت اللہ نے دیا ہے ہر اک بات کا شرن
سید بھی ہے فخر بھی ہے اور ولی بھی ہے

ہر طرح جانشین بنی دلیل بھی ہے
قوم ایسی لا جواب کر دنیا میں فتاب دنیا میں آفتاب تو عینی ایں ماتتاب
عینی میں ماتتاب تو کثرہ پوچوش آب کو شیر پوچوش آب سے پھر ساقی شرب
ساقی شراب کو ثروت نیم کا یہ ہے
وارث علی و احمد بنے میر کا یہ ہے

شرف خاندانی

آپ کی عظمت سیادت میں ایک شان یہ بھی ہے کہ حضور اکرم کے اجدا اور کام نے سبھی میرکھوں میں من کھت نہیں فرماں اور سیادت نیشا پوری کی شان و جلالت کو سبیشہ محفوظ رکھا آئکے پروادا سید کرم اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحب زادے تھے سید شہزادہ شاہزاد ملی صاحب سید سلامت علی صاحب اور سید شیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہم اتعالیٰ۔

سید سلامت علی صاحب کے صاحبزادے حضور انور کے پدر بزرگ اور سید قربان علی شاه صاحب تھے جو کہ اعتراف پے حقیقی علم کو میں سید شیر علی صاحب کی صاحبزادے کے ہواں سلسلہ سے آپ سید سلامت علی کے پوتے اور سید شیر علی صاحب کے ذاہنے میں اور نجیب الطرفین حسینی بوسنے کا ناخص شرف رکھتے ہیں۔

شل حضرت کی صفات ہے ایسی پتھے موئی کی آب ہو جیسی شرفاں اور جہیں برائی باری حسب و نسب دولت و ثروت علم و فضل تجوہ و تقدس آپ کا خاندان بیشہ نہایت وقیع و مقدار رہا ہے جو صرف علوم ظاہریہ ہی کی بنا پر نہیں بلکہ مراتب حقانیتی و مدارج روحاں نیز میں بھی حضور کے آبا اور اجداد سفر فراز و متاز ہے میں اور علوم سینٹر و سفیہ پر برابران کا قبضہ تصرف رہا ہے۔ ان سے ہر زمانہ میں سرحتیہ و فیض جاری ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ کے صفحتیں ان کے مبارک تنگرے سبق آموز رشد و پروریت ہیں۔

آپ کے نانا سید شیر علی صاحب اپنے زمانہ میں یکتا نے روزگار درویش گذسے میں ان کو موضع ہندواری کی سندھ معاشری بمنابع سلطنت اور دوہ مصارف خانقاہ کے لئے نذر کی گئی تھی جس کو مؤلف نے سید عظمت علی صاحب دریں متسلط دیوہ شریعت کے پاس دیکھا ہے۔ اس خاندان کی دیگر انسانوں میں ان کے پاس محفوظیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے آبا اور اجداد صفت را پہنچوہڑا تی بینی شان سیادت ہی کی بنا پر معزز و متأثر ہیں رہے بلکہ وہ علمی و روحانی دنیا میں بھی خاص طور پر شرف و اعزاز رکھتے تھے۔

حضرت مخدوم علاء الدین اعلیٰ بزرگ علیہ الرحمۃ بحکم آپ کے خاندان کا مورث اعلیٰ

کب چاہیے حضرت سلطان فضیر الدین بزرگ دہلوی کے خلیفہ اعظم اور حضرت ابوالبرکات شعیی کے علوم ناظمہ مریمی شاگرد تھے۔ بلکی بست قاضی بخشش علی صاحب نے پسند رساں و میز بخشش میں بھی ہے کہ حضرت خضر ملیہ الاسلام نے آپ کے استادوں کو بشارت بھی تھی کہ انکو علم کریں اور بیسا و سیما سکھاؤ۔

حضرت مولانا شاہ سید ابو محمد علی سن صاحب اشرف الجیلانی منداڑائے کپوچو جو شریعت مُراغت کتاب پڑا کو طلح فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب قبل قدس سرہ العزیز کے اجداد سے اور ہمارے بزرگوں سے خاص مراسم رہے ہیں۔ آپ کے اجداد میں ایک بزرگ ہمارے حضرت اعلیٰ سلطان سید اشرف جاگیر قدس سرہ کے خلافے گباں میں لگنے والیں کے حالاتِ رطائفِ اشرفی میں ہیں جو آنکھوں صدی بھر می کی تائیں ہے۔ آپ کا خاندان عالی شان ہرزمانہ میں مرتع خلائق رہا ہے جن کے واقعات و حالات سے کتب تاریخ دیر کی زینت ہے۔ فی زمانہ اودھ میں اکثر خاندان اذون کوحضور کے خاندان سے شرف قرابت حاصل ہے اور وہ خاندان شرقی میں ایک خاص و قیح درجہ رکھتے ہیں۔

ہندوستان میں پہلے جس مقام کو آپ کے اجداد کرام کا وطن مالوف ہونے کی عزتِ نصیب ہوئی سے وہ رسول پوکرن توڑے۔ پھر سید عبدالاحد صاحب نے دیوبہ شریعت میں اتنا فرشانی اور پیاری پیش کیا جس نے حضور کی اس مبارک قصہ میں گذری ہیں، دیوبہ شریعت کی سرزمیں بھی نواح اودھ میں متاز ہے اور اس مخدوس مقام کو تاریخی اہمیت حاصل ہے پیر شرفا راسلام کی تقدیم بھی سے احتساب کو صرف یہی فخر حاصل نہیں ہے کہ اسیں اہل علم و دانش بکثرت پیدا ہوئے ہیں جنکے سیاں مردانِ خدا بھی اکابر وقت سے گزرے چنانچہ بزرگان دیوبہ شریعت کا بیان ہے کہ ہرزمانہ میں یہاں ایک ولی ضرور ہوا ہے جس کو فرود غاریق نے بھی نظم کی ہے:

دیوبہ کا قصہ ہے علامے جہان علم اس سرزمیں کو کہتے ہیں سب آسمان علم
اکنہ بھی دم سے بہتی عالم میں جان علم ہے ان کی ذات و جریانات میں مکانِ علم
ہر کیک بجز علم و عمل کا سفیہ ہے اس کو بھی جانتے ہیں جو سینہ بسینہ ہے

بس وقت آپ کے اجدادِ کرام بیان قیام پذیر ہے اس وقت یہ قصہ بہ علائے علوم نظریہ اور واقعیات موزب بالطینہ کا مکر زن تھا اگر آپ کے اسلام اُس زمانے میں بھی وقعت علمنت کی نگاہوں سے دیکھیے گئے اور سب سے بتاز و سر برآور د ہے۔

چنانچہ حضور کے والد ماجد حضرت قربان علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز اپنے زمانے میں حافظ قاری اور مشہور طبیب تھے آپ نے علم درسی کی تکمیل خیر ابلا و بخدا میں فرمائی اور خاص کر فتن حدیث پر آپ کو کامل عنبر تھا۔

آپ کے عرس کی تاریخ شمسی حساب سے تمیزی کا تک مقرر ہے اور حضرت اقدس کی اجازت سے یہ عرس شروع ہوا جو دیہ شریف میں اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے۔ شمار دو کامیں آتی ہیں اور کشیر التعداد مخلوق الہی کا مجع جمع ہوتا ہے۔ اور حضور کے مقدس عہد ہیں کبھی نہیں سنائیں گے معمولی شخصان بھی کسی کا اس عرس میں ہوا ہو۔

ایام رضماعت

مشکلہ ہے کہ ماہِ رضماض البارک میں حضور انور جلوہ افرور عالم ہوئے ہیں اور تاریخ پیدائش سے دن میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہیں فرماتے تھے اور نہ شیر شوار بچوں کی طرح بچوں سے روتے تھے جب تک می ماہِ رضماض میں آپ کا یہی دستورہ ہا تو اس کا گھر گھر حرج چاہیا۔ اس قسم کے حضور انور کے اتفاق عرف طبقہ اُناث ہی میں مشہور نہ تھے بلکہ اس وقت کے بزرگ بھی اس کا تند کر کر تے اور بشارت دیتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت کو چار ماہ گذرانے پائے تھے کہ ماہِ حرم الحرام میں یوم عاشورہ کو بھی آپ نے دن میں دودھ نوش نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کا بھی خاص اثر ہوا اور آپ کی علمنت دو لایت کا شہر ہو گیا۔ آپ کی ہرباتلوگوں کو حیرت میں ڈالنے والی تھی بشوونیا سے جسمانی اس قدر ترقی پڑی کہ اپنے ہم سن اور ہم عصر اطفال سے دوچندی طور ہوتے تھے۔ سربراک ہیشہ اپنے ہم غریب بچوں سے بلند ہتا تھا۔ روزہ دش سے ایسے ایسے واقعات نظر آئے جن سے آپ کی ولادت کے آثار ہر کہہ وہی پڑھیں گے۔

خود آپ کی والدہ ماجدہ کی باہت یہ روایت تواتر کے ساتھ متند طور پر ہو رہے ہو گئے اور اس وقت کے لوگ آپ کی تنظیم و تکریم کرنے لگے۔

کروہ ہمیشہ آپ کا ادب ولیٰ ظاظھونظر لکھتی تھیں اور باوضو و وudu پلایا کرتی تھیں کبھی آپ کی
جانب پشت نہیں فرماتی تھیں مولوی خدا بخش صاحب شانِ حضور انور کے مریدین متعددین
میں سے گزرے ہیں اپنی مشنوی میں تحریر فرماتے ہیں تھے:

آفتابِ مشرقِ عَزَّة و شرفِ مُشْرِقِ نورِ شہنشاہِ بُحْف

ہست سرو گلشنِ موسیٰ رضا	جو شیرِ حَمْدَه صَدْ مَدْ وَ صَفَا
چوں بعالم پا نہاد آں نیک خُو	مادرش شیرے شاد اوی ہیو صفو
یاد گارگوہر آں عَبَّا	لوزِ چشمِ سرو گلگلوں قبا
گریارت ہست گل او سچو پوت	شہرِ نیشا پور جائے خاص اوست
چوں شعیبہ شیرِ زیدِ اول یافتہ	نامزدِ دارِ شَعْلیش ساختندہ

ایامِ رضاعت میں بھی زان و مرد معتقد ان حضور کی زیارت سے مستفید ہوا کرتے تھے
یہ شل بالکل صحیح ہے کہ ولیٰ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے خداوندِ قدیر حن مقدس
نفس کو اپنی قدرت کا علم کا بہترین نمونہ بنائے گردیاں ہیں بھیجا ہے ان کی ابتداء کی ایسی ہوتی
ہے جس سے انتہا کے شرف و اقتدار کی خبر ملتی ہے۔

چہ سے رے جلوہ گبے سرخِ خدا کا نور	ظاہر ہے لب سے قدرتِ اللہ کا ظہور
رُخ سے عیال ہے صافِ جعلیٰ ترقی طور	ایسا پری جمال کہ قربانِ جس پر خوار
بُحْرِ ضیائے حق کا یہ درِ میتم ہے	
جاری اسی کا غلیق میں فیضِ غیم ہے	

والدِ کن کا انتقال

یہ بھی قانونِ قدرت ہے کہ جو مقدس نفس افسوس
دینا میں خدا کی طرف سے غورہ بن کر آئے
ہیں ان کی اپنی علومنورت بست کے لحاظ سے اہم ترین اختیارات کا سائبغہ پڑتا ہے جو سام
ملحوظات کی نگاہ ہوں میں ناقابل برداشت معلوم ہوتے ہیں پھر انچند حضرات کا بیان
ہے کہ حضور انورؒ عزیز شریعتِ سنوارتین سال کی بھی نہ ہوئی کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت
سیدنا و مولانا حافظنا حکیم قربان علی شاہ صاحب تبلڈے دصال فرمایا اور تھوڑے ہی عرصہ

کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی رحلت فرمائیں۔ یقینی تھی بھی صور پر نور کو داشت جناب رسالت ماتب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی۔ وَوَجَدَكَ يَتَّهَا فَأَوْيَ -

والدین کے انتقال کے بعد آپ کی دادی صاحبہ اپنے دریم کی پروردش میں ہر ہن مصروف ہوئیں۔ ان خادمات کا ذکر اکثر خود حضور نے بھی اپنی زبان مبارک سے اس چیز میں فرمایا ہے۔ کہ بھاری تمر دو سال سے کچھ زیادہ تھی کہ والدین کا انتقال ہو گیا، بگر خدا اپنے بندوں کا حقیقتی ناصر اور بہت بڑا مدوار ہے جو والدین سے زیادہ ہمارا ہے اور بے مال باپ کے پتوں کی پروردش کرتا ہے۔ اس یہ خدا ہی پر بھسہ دے کر نماچا ہے۔ وَكَفَ بِاللَّهِ وَكِيدَةٌ

فِي الْحَقِيقَةِ خَلَابِي سب کا گھبیدار اور حقيقی والی ہے لیکن یہ لخانہ اسباب ظاہری آپ کی دادی صاحبہ غیل پروردش ہوئیں، آپ کے علم نکرم سید اعظم علی صاحب رٹس دلوہ رٹس جوہر اصطلاح قانون شریعت آپ کے ول جابریل تھے اولاد سے زیادہ آپ کی گھبیدشت کرتے تھے تمام اعزاب کل جملہ اہلیان نسبہ کی گاہوں میں اس تدریجی بُوب اور عزیز تھے کہ ہر شخص آپ کی خدمت کے واسطے بدل و جان موت تو دھاگی کو کروز و زور دلاتے ہے۔ معلوم ہو چکا تھا کہ ایسی مبارک صورتیں صدیوں کے بعد ظاہر ہوئیں۔

اگرچہ آج سرپلیل حمایت والدین نہ ہونے سے یہ حل بے ہم دریم ہے مگر حقیقتہ درہ السراج ولایت ہے جس کے نقش قدم پر ایک عالم شمار ہونے والا ہے، مگر ہمیں میں کہہ دے ہے تھے یہ انداز آپ کے جواہل دل میں وہ ہمیں دلبرت میں گے

تعلیم ظاہریہ | ایام رضاعت ہی سے حضور انورؑ کی ذات مسجع الصفات سے ایسے ایسے تصرفات

ظاہر ہونے ہیں جن سے خدا کی قدرت نظر آتی ہے حضور کے معلوی عادات بھی غیر معلو خوبیں سے اراستہ تھے جو کہ مسلکِ شریعت میں تصرفات مائیں نہیں ہے اس یہی مخصوص طریقہ پر الحاذکر کرنا بے سود ہے، مگر آپ کی مقدوس زندگی کا کوئی شعبہ خوارق عادات اور اصلی

صنفات سے خالی نہیں ہے۔

جب آپ کی عمر شریف پانچ سال کی بڑوی توحید دستور تقریب سبم اللہ کے بعد آپ مکتب میں بھائے گئے آپ کی خداودا ذہانت پر ایں مکتب کو رشک او معلم کو تعبہ تھا اور سب آپ کی تنظیم و حکم کرتے تھے ہمیشہ آپ قرآن شریعت سرپر کر کتب میں شریعت لے جاتے تھے اور اسی طرح مکتب سے مکان تک نہایت ادب و تعظیم سے کلام مجید سرپر کئے ہوئے واپس آتے تھے کبھی قرآن پاک کو بغل میں بیش دبایا ویہ شریعت میں مولینا سید مظہر علی صاحب شہید سے دروس میں آپ نے کامل قرآن شریعت حفظ کیا اور سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے مولینا شاٹی اپنی مٹنوں میں تحریر فرماتے ہیں تھے :

چون بہضتم سائل شد گام سنج

حافظ قرآن شدہ بے تعب درج

علاوه مولینا سید مظہر علی صاحب شہید کے مولوی امام علی صاحب اور مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب سے بھی کتب درسے اور مقامی شریعت کی تعلیم پائی ہے گر آپ کی خواندگی مکتب تکمیل مدد و تحقیق مکان پر آگر کبھی مطالعہ نہیں فرماتے تھے بجد کی گھری نکریں محدود مستخرق رہا کرتے تھے اسی زمانہ میں دادی صاحب کا بھی سایہ عاطفت سر سے آنحضرت اور حضرت تدوہ السائکین زبدۃ العارفین سیدنا و مولینا حاجی خادم ملی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علی آپ کو بخوبیں لائے اور ایک مولوی صاحب کے حلقة درس میں شرکیت کر دیا۔ یہاں بھی آپ کی خداودا ذہانت کا شہر ہو گیا۔ یہ کیفیت تھی کہ جب اپنے معلم صاحب سبق پڑھاتے اور دو ایک لغظتاتے تو آپ خود بخود پورا صاف پڑھ کر ستادتے تھے۔

مولوی رونقی علی صاحب داری الزراتی رامتوطن بیٹھے پور ضلع سیتاپور را قلم المعرف کو تحریر فرماتے ہیں کہ میرے ناما حکیم رحمت علی صاحب کو فرنگی محل میں حضور کے ہم مکتب ہونے کی عزت نصیب ہوتی ہے بحکیم صاحب کی عمر حضرت القدس سے کمیز یادہ تھی۔ حکیم صاحب فرماتے تھے کہ خواندگی وغیرہ کے متعلق حضور اندر سے ایام طوفولیت میں ایسے ایسے خوارق نادامت طاہر ہوتے تھے جن سے سب موضعیت ہو جایا کرتے تھے تمام طلباء آپ کی تعظیم اور خود معلم صاحب بھی آپ کا ادب کرتے تھے چنانچہ معلم صاحب نے ایک

روز حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عنین کیا کہ آپ نے ایک شیر کو میرے پر دکر دیا ہے ان صاحبزادے کے کرشمے حیرت انگیز ہیں گوئی میرے ادب بلوغ نہ کھتے ہیں لیکن مجھے تعلق ہے کہ اس عالم طفولیت میں جو باقیں ان سے فلور نہیں ہوتی ہیں وہ کاظمین سے جسی کم دیکھنے میں آئی ہیں خونا مگر کیا یہ حالت ہے کہ صاحبزادے پڑھنے پڑھا پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بات اور بھی حیرت انگیز ہے کہ شاگرد کارکب اُستاد پر فائب ہے میری رائے میں ان کو زیادہ تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح دیگر حقیقت شناس معلمون نے بھی آپ کی شان و عظمت کو پہنچا ہے اور آپ کی تنظیم و تکریم کی ہے۔

حضور انور کو علوم خلا ہری کی تعلیم خود حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب نے بھی کچھ عرصہ تک دری ہے جو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ علاوہ ایک ولی کامل ہونے کے علوم خلا ہری میں بھی ایک متاز درج رکھتے تھے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز حضرة حدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث و فقہ کی تعلیم پائی تھی جو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ نے بھی دوسرے حقیقت اکاہ معلمون کی طرح نہایت قلیل عرصہ تک حضرت کو بابا بیٹا ہراپنے درس میں رکھا۔ آپ جن معلمون کے ملکہ درس میں شرک کر ہوئے وہ سب آپ کی خدا داد فرمانت سے متاثر ہوئے ہیں چنانچہ یہ صحن علی صاحب وارثی تخلص پر نواب زمیندار سادہ مؤصل بارہ بھلی اس واقعہ سے مطلع فرماتے ہیں کہ ایک مرتب آپ کے اساد مولوی امام علی صاحب تعریب عرس شاہ عبدالنم کمزرا العرفت دیوبہ شریعت میں آئے تو حضور خود ان سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے مولوی صاحب حضور کو دیکھ کر تعظیما کھڑے ہو گئے۔ آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا:

”آپ ہمارے اُستاد بجا ہے باپ کے ہیں۔“ مولوی صاحب نے کہا، ”اُس وقت کم بجا ہے باپ کے تھے مگر اب آپ ہمارے بجا ہے باپ کے ہیں۔“ مجھکو وہ دن یاد ہے کہ کمیں نے ایک مرتبہ عرصہ سے کہا تھا، پڑھو تو آپ نے اس طرح بغور میری طرف دیکھا کہ مجھے تین دن بخار آیا جب میں نے حاجی خادم علی شاہ صاحب سے تذکرہ کیا کہ صاحبزادے تو پیدائش کا مل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ ان کو خاطر دو بھوٹی سے تعلیم دیں۔ اس کے بعد

جب میں آپ سے بحق یاد کرنے کو بہت تھا تو آپ میرے سامنے کتاب رکھ دیا کرتے تھے اور
بحق میں دیا کرتے تھے جو بالکل صحیح ہوتا تھا۔

حضور انور کا زمانہ تعلیم ہی نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ آپ کے اعتراض علم نہ لائے
کی تعلیم میں پورا استمام فرمایا گریز یادہ تر حضور کی قدرتی ذہانت نے یہ کوشہ دکھایا کہ بہت تھوڑے
عرصہ میں حضور نے کتب درسیہ وغیرہ پر کامل عبور کر لیا۔ عبد تھام کے یہ واقعات بزرگان میں
کے تعلق تردد ہیں جو حضور نے کہیں اس کی قصر تھے نہیں فرمائی جس سے معلوم ہو کہ کس فن میں
کہاں تک تعلیم ہوئی ہے۔ البتہ حضور انور کے مزاج طفیل میں کسی قدر مذاق تھا پرانے
اپنے عبد تھام کا یہ قصہ اکثر بیان فرماتے تھے کہ ”مولوی صاحب نے ہم سے کہا کہ ٹھوڑے
آنکھاتہ لفظ“ ہم نے کہا جب کلمہ ایک ہے تو اس کا پڑھنا ضروری ہے ایک لفظ پر
کوہم کیا کریں گے۔

ہب اس باب میں ہر تو کچھ آپ کی تعلیم ہوئی ہے اس کا زمانہ بہت قلیل ہے حقیقت ہال
یہ ہے کہ درا شستہ آپ کو علم الدین غدرا کی طرف سے حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی قابلیت
ذہانت کا صرف طلباء معاصرین پر نہیں بلکہ اساتذہ پر بھی رعب ہوا تھا یہ قابلیتیں غدا
کی طرف سے خاص ہوا کرتی جیسی جوازیں معاویت پر مبنی ہیں۔

اگرچہ آپ نے بہت تھوڑے عرصہ تک تعلیم پائی مگر اس زمانہ کے مشاہیر میانے
کبار آپ کی فیضِ صحت سے مستفید ہوئے ہیں اور انہوں نے علم نہ لیا ہری کے اعتبار سے
بھی آپ کو اعلیٰ درجہ کا عالم و فاضل پایا ہے۔ کہ اسی کتاب میں آگے چل کر آپ کے مبلغ علم
کے متعلق اکثر واقعات نظر سے گذریں گے۔

متند حضرات کا بیان ہے کہ حضور انور نے سوائے کتب کے کبھی مکان پر کسی کتاب
کا مطالعہ نہیں فرمایا اور کہیشہ یہ دستور ہا کہ درس کے بعد آپ صحراء کی جانب پڑے جاتے
تھے اور کسی غخصوص خیال میں آپ کا پورا وقت اس عالم نہیں میں صرف ہوتا تھا۔ چنانچہ اس
درس و تدریس کے سلسلہ کی بھی اسقدر قلیل مدت ہے کہ جب عمر شریعت وس سال سے
کچھ زیادہ ہوئی تو مزاج ہمایوں کی آزادی نے اس کو بھی گوارا نہیں فرمایا تماں تعلقات
و دست بردار ہو کر سہہ تن یا دم طلوب میں معروف ہوئے ہے۔

عاشقانِ راشد مدرسِ اسّم دوست
و فرودرس سبق شان روئے اوست

پکھے اونٹاک هُفْرُالْعَارِيْشُونَتِ الْإِذْيَنَ یَسِّنُ ثُوَّتَ
الْقَنِّيْدَوْتَ هُفْرُفِيْنَهَاخَالِدُوتَ ۵ دینیں وہ لوگ دارث علوم
انیا ہیں جو لوگ کہ دارث ہوں گے فردوں کے اور ہیشہ اس میں زہنے والے ہیں.
راتباں از شنوی حضرت بن نظیر شاہ صاحب قبلہ وارثی، متولی کثرہ ماہک پور۔

مبارک ہے وہ بندہ ذوالجلال
خدا ہی ہو جس کا نامہ و مال ،
کرے ہر دن موسے ذکر اللہ
خدا ہی رہے جس کی ہربات میں
وہ ہر شے کو دیکھنے خدا ہی کے ساتھ
معیت ہو غیرت تمامتہ
کہ ہو ہر دن موسیٰ جس کے خدا
ہیں فرق دونوں کے کچھ لاگ میں
سرایادہ شعبد ہے ہریزم نہیں
وہی شکل آتش نہا ہو گئی
بڑی چیز ہیں ہیں چشم آگاہ میں
وہ عاشق کے عاشق ولی کے ولی
رفیق دعائے مناجاتیں
جالب نبی شوکت بو رات
انہیں دیکھ لینا ہی کافی ہے لیں
فروغ شہستانِ حسن بقول
خوش یا وکار حسین و حسن
وہ سرطانہ با وہ نوشان عشقی
وہ عالی نسب سید یہے مدین

وہ ہے مردِ ذاکر جو شام و پنگاہ
وہ گم ہو کے یوں جانے ذات میں
خدا اس کا دل ہو خدا اس کا ہاتھ
وہی ناطقہ ہو وہی شامہ
مبارک ہے وہ بندہ باصفا
بلے ہریزم خشک جب آگ میں
اب اسیں کہ درست کا عالم نہیں
اسی آگ میں جب فنا ہو گئی
یقیناً فنا ہیں جو اللہ میں
خصوصاً شہنشاہ دارث علی
انیں فنان خسرابا اسیں
عیاں آنکھ جپے سے باہت تاب
جسے دید انور کی ہوئے ہوں
وہ نورِ بخشہ عسل و بتوں نہ
وہ نوبادہ لکشن پنجتن نہ
وہ سرطانہ با وہ نوشان عشقی
وہ عالی نسب سید یہے مدین

وہ نورِ حقیقت وہ شمع کمال
ید اللہ صورت مسٹر جمال
وہ آئینہ جلوہ بے مشاہ
ظاہر دُنہ قدرت ذوالجلال
صفا پر در قلب صاحبِ لام
ضیاستِ دیدہ مقبلان
وہ باعثِ ولایت کے اتمہار کے
وہ وارثِ نبوت کے اسرار کے

ایام طفولیت کے بعض حالات

زماءطفولیت بھی حضور انور کا ہے
مہتمم بالشان گذرائے تمام چھوٹے بڑے خشور پر نور کے روپ و مذہب رہتے تھے۔ جو
مختلف حالیں اچھیں میں آپ کی دیکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں :
وہ گیارہ برس کی عمر تک آپ کے دہن مبارک سے اطفال شیرخوار کی طرح
لماں بکثرت باری رہتا تھا جس سے ہر وقت گریبان مبارک تر رہتا تھا۔
اکثر اوقات آپ کی خاندان مبارک سرخ اور آبدیدہ رہا کرتی تھیں جن پر اشوب
چشم کا گمان ہوتا تھا مگر جب دوسرے اوقات آشوب چشم کا کوئی اثر نیایاں نہیں ہوتا
تھا تو دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔

آپ اپنے ہم عمر کوں کی بہ نسبت عمر مردوں اور بزرگان عورتوں کی صحبت
زیادہ پسند فرماتے تھے اور پرانے واقعات بادشاہان وقت کے حالات
عشق و عاشقی کے قصص و حکایات سے ایک خاص دلچسپی رکھتے تھے اور اکثر ایسی
حکایتوں سے آپ پروجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

آپ دو دو چار چار دن تک مکان سے غائب رہا کرتے تھے کہیں پتہ نہ چلتا تھا
پھر خود بخود مکان پر تشریف لے آتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی دادی صاحبہ نے آپ
کو کوٹھری میں بند کر دیا۔ آپ اس بند کوٹھری میں سے غائب ہو گئے۔ جب علاش
لی گئی تو ایک باغ میں ہے۔

کھیل تھا ان کا یہ لڑکپن کا

صغریٰ ہی سے آپ کو عاشقانہ غزلیں سننے کا بھی بہت شوق تھا جو دبھی نہایت
نوش الحان تھے۔ اگر کبھی کوئی عزل پڑتے تو دفعتاً آپ پر کیفت و سروکی حالت پیدا
ہو جاتی تھی۔ اور پر محته پر محته یہو شہزادے تھے۔

چنانچہ منشی نادر صین صاحب قبلہ وارثی نگاری (وکیل بارہ بلکی) جو نہایت ثفت
بزرگ ہیں اور بارگاہ وارثی میں شرف تدامت رکھتے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی عزیزالدین
صاحب محروم تعلقدار دیوبہ شریعت (جو خضور کے زمانہ طفولیت کے دیکھنے والے تھے)
بیان کرتے تھے ایک مرتبہ ہم اور مٹھن میان (حضور کو زمانہ طفولیت میں مٹھن میان کہتے
تھے) باغ کی سیر کو گئے دھرم کا وقت تھا میں نے عرض کیا کہ مٹھن میان کوئی عزل پڑ چکے
آپ نے ایک عزل شروع فرمائی چند اشعار پڑھتے کہ چیخ مار گر گرے اور
ترپنے لگے۔

درہان مبارک سے کشف جاری ہو گیا۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو خوف سے
اپنے گھر بیاگ گیا اور شام کو جب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت بخاریت اپنے مکان پر شریعت
لے آئے تو یہی جان میں جان آئی۔ اس واقعہ کو بیان کر کے مولوی عزیزالدین صاحب نے
فرمایا کہ حضرت کو عشتی الی زمانہ طفولیت سے ہے اور اسی وقت سے ہم لوگ
معتقد ہیں۔

زمانہ طفولیت ہی میں آپ کی فہم و ذراست کا یہ عالم تھا کہ ایک جتن آپ کے
مکان میں زیارات کا صندوقچے کر آئی جس میں مدینہ منورہ اور کوئی معظلہ وغیرہ ہامانہ
مقامات کے نقشے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس میں کیا ہے جن نے عرض کیا کہ
تماں کم اور مدینہ کے نقشے میں جو بالکل اصل معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے برجستہ جواب دیا
کہ ”نقل کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل ہی کو نہ کہیں؟“

اسی صغریٰ کا واقعہ ہے کہ دیوبہ شریعت میں حضرت عبد المنعم بن الزرفت علیہ الرحمۃ
کے آستانہ رحضور نے ایک درویش کو دیکھا کہ اسکے ہاتھیں بند کے ہشوے نصوروں میں مشغول ہے
جب وہ درویش اپنی حالت سے ہوشیار ہوا تو آپ نے فرمایا ”شاہ صاحب یہ کیا
کرتے تھے؟“

انہوں نے کہا "برزخ شیخ کا تصور کرتا تھا؟"
 آپ نے فرمایا "تم نے خود اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں دیکھتے کیا۔ تم نے نہیں بنا
 کر میں حکایت ف ہذہ چاۓ غہوٰ ف الآخرۃ اعْنَوْ۔ اگر شوق کا مل
 اور طلب صادق ہو تو ہر فردہ میں جو بوب کی وید انصیب ہو سکتی ہے"

حضور انور کے کرامات و خوارق عادات کا بھی بچپن ہی سے شروع تھا۔ ایک مرتبہ
 آپ حسب عادت بستی سے باہر پڑے گئے وہاں آنکھیں سے حضور کے سامنے ایک بھیڑا
 آگیا آپ نے اس کے کان پر کٹ لیے کاشتکاروں نے آواز دی "میخن میاں یہ بھیڑا
 ہے؟ آپ نے اس کے کان پھوڑ دیئے۔

اس واقعہ کو اکثر بیان فرمائیا جاتی ہے کہ جو خدا اپر بھروسہ کرتا ہے اس کو
 کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔

زمانہ طغولیت میں آپ کو فتنہ تیراں کا بھی بہت شوق تھا۔ دیوہ شریعت کے بڑے
 تالاب میں غوطہ لگا کر بہت دیر تک پانی کے اندر رہتے تھے اور بچرہ دسری جانب بکھلتے
 تھے۔ یہ شوق آپ کو ایسا تھا کہ پیران سالیں بہت برسات میں اکثر تالاب کے کنارے
 تک جاتے تھے اور وہاں کے گذشتہ و اعتماد کا تذکرہ فرماتے تھے۔

بچپن ہی سے آپ کی ریاضت و مجاہدت بھی ضرب الشیل ہے۔ حضرت شاہ
 فضل حسین صاحب سجادہ نشین شاہ عبد المنعم کنز المعرفت علیہ الرحمۃ بیان فرماتے تھے
 کہ زمانہ طوایت میں حضور روزانہ بعد نمازِ عشا استاذ حضرت شاہ عبد المنعم پر آتے تھے
 اور تمام رات اداۓ نمازل یا ذکر و اشغال میں مصروف رہتے تھے۔ اگر کسی کی شب
 زبان مبارک سے کچھ فرمادیتے تھے تو وہی ہوتا تھا۔ حضور انور کے آثار و ولایت
 سے سب متاثر تھے اور اسی وجہ سے دیوہ شریعت کے معجزہ بزرگ بھی حضور کا ادب
 کرتے تھے۔

آپ بہو اعبد سے قطعی منفر تھے جو دو سخا نہ و عطا و راشہ آپ کو ترکہ آبائی میں
 مل تھی۔ زمانہ طغولیت میں اگر کوئی گھیل بھی تھا کہ روز مرہ بچوں کو شیرنی اور عنزا
 میں نقدی تقسیم کرتے چھرتے تھے اور اپنے ہم عصر کو کوئی کو عشقی الہی کی ترغیب دیتے

او رضیحت فرماتے تھے۔ چنانچہ وہ حضرات جن کو ہم ہنی کا شرف حاصل ہوا ہے خاص طور پر
متاز ہوئے ہیں۔

سید معرفت شاہ صاحب مفتریب خاص دنادم قدیم بارگاہ وارثی فرماتے ہیں
کہ دیلوہ شریعت میں یہ قصہ مشہور ہے کہ سینی لوکی طوائی جو بہت عزیب ادمی تھا حضور کو
سینی کے برابر ایک روپیہ کا ایک بتاش بنانے کا دریافت کرتا اور اپنے اس کو
توڑ توڑ کر پھوپھو میں تقسیم فرمایا کرتے تھے بعض خادم کہتے ہیں کہ اکثر حضور پر نور نے فرمایا
ہے کہ ہماری دادی کے پاس اشرفیاں بہت تقیل ہیں۔ ہم ان میں سے چھا کر ایک اشرفی
نکال لاتے تھے اور لوکنی طوائی کو دیکھ ایک اشرفی کا ایک بتاش بنواتے تھے اور پھوپھو
کو تقسیم کرتے تھے۔

بظاہر تو اس قصہ کی دقعت اسی قدر معلوم ہوتی ہے کہ ایک بھولے امیرزادے
کا واقعہ ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی معمولی قصہ کہ تھا غیر معمولی خوبیوں سے بھرا
ہوا ہے۔ مثلاً حضور کا اس صغری میں یہ ایشارہ تھا کہ ایک عزیب طوائی کی اس خوشنا
پر وہ میں پروش فرماتے تھے۔ اس سے منصوص مچھوپل پر بزرگانہ شفقت اور
اور ان کی دلخوبی بھی ثابت ہوتی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بے غرض سلوک کرنے
کی عادت آپ کو زیبین بھی سے تھی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کنکی میں بھی
آپ کو مال دنیا سے قطعی متفرق تھا اور اپنی ملک میں رکھنا گوارا نہ فرماتے تھے کیونکہ دادی
صاحبہ کی حفاظت میں جواہر فریاں تھیں وہ خاص متروکہ مادری سے مکتام حضور پر فو
کی تھیں۔ اس یے آپ نے اس کو یوں تقسیم فرمادیا۔ اس سے یہ بھی نہیاں ہے کہ ابتداء
کی سے مزاج عالی ہمایت ستفنی اور بے پروا تھا۔ اس سے آپ کی شان سیاست
اور اثرخونِ رقصوی کی بھی مبنی شہادت ملتی ہے کہ مہر و عطا کے سوا اور کچھ نہ آتا تھا۔
کیوں نہ ہو آپ سخنِ ابنِ سخنی تھے۔

اے اس داتوں کو شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زیندار

سادہ مٹو نے بھی حضور کی زبانِ مبارک سے ٹھا ہے ۱۲

بزرگان متعدد میں کا بیان ہے کہ اکثر آپ سونے چاندی کے ہموزن شیرینی خرید فرماتے اور تیکم کرتے اور مخصوصاً اندازے ہنسا یت پیارے بب دلہی میں ارشاد فرماتے تھے کہ "شرطِ انصاف یہ ہے کہ سونے چاندی کے ہموزن شیرینی خرید کی جائے" یہ

اکثر حالتِ وجہ میں یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ "مال و زرفقیر کو نہیں چاہیے" یہ

چنانچہ آپ کی دادی صاحبہ کا انتقال ہوا تو چالیس روز کے اندر آپ نے محل مال و اسابت خیرات کر دیا۔

ایام طفولیت میں یہ بات بھی حضور انور کی تصویبات میں مشہور ہے کہ جب لوگوں میں کسی بات پر نیاز بھی تھی تو آپ درمیان میں پڑ کر فرا رفع کر دیتے تھے اور خونزیری و فقہہ فروہ جاتا تھا۔ سب حضور انور کا حکم بسر و حشمت مانتے تھے۔ اپنی دادی صاحبہ کے انتقال کے بعد آپ اپنی بھیر و مکرم یعنی زوجہ حضرت قبلہ و کعبہ سیدنا خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آغوش حمایت میں پورش پانے لگے۔ وہ زمانہ حضرت قبلہ و کعبہ سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیام لکھنؤ کا ہوا۔ اور یہی باعث حضور کے قیام لکھنؤ کا ہوا۔

حضرت کے بارے میں بعض اولیٰ اللہ کی پیش گوئیاں

حضرت انور کے زمانہ قیام لکھنؤ میں ایک بزرگ دہل میتم نے جن کا نام نامی حضرت اکبر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کی طرف خلق کی بہت رجوعات تھی اور اکثر بزرگ ان کو قطب الوقت خیال کرتے تھے حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ بھی ان کو کامبین دقت سمجھتے تھے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب اپنے ہمراہ

حضرت انور کو لے کر حضرت اکبر شاہ صاحب کی ملاقات کو تشریف لے گئے جنور انور
کو دیکھتے ہی شاہ صاحب مددوح نے اپنی گود میں لے لیا۔ اور پیشین گونی کے طور
پر فرمایا کہ یہ صاحبزادے اپنے وقت میں عدیم الشال ہوں گے۔
اس واقعہ کو مولوی خدا بخش صاحب۔ شانث دریا آبادی نے کتاب تحفہ الاصفیا
میں بھی لکھا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

”روزے حضرت موصوف با جناب سیدوارث علی شاہ
صاحب بحضور مقعدائے زہاد پیشوائے عباد تحقیقت آگاہ جناب
اکبر شاہ کہ از رہا مغرب بہ شہر بکھو تشریف اور دہ رونق بخش مسجد
بساطیاں واقع چوک گر ویدہ شہرہ و صفات بزرگیش سے اطراف رسیدہ
بودو اکثر سے از رہا دو روزہ شش می آمدند و مشرف بہ زیارت شی می شدند
می گویند کہ آں ملک سیرت دران مدت قطب الوقت بو کہ روزہ ہا ہے
ریاضت و شب بالعبادت بسرمی نہو پوی معتقد آں مقبول کوئی ان ازیں
قرآن السعدین ہنایت خور سندگردید و آں مہر ماہ غلت وجاہ راستگ
بہ آغوش کشید۔ الغرض آن قطب زماں ہرگاہ از سورہ صورت جناب
ستیدوارث علی شاہ صاحب معانی ولایت برخوازدے محابا انور اسرار
لہبہ آستین نقطہ برافتاند لیعنی از حاجی خادم علی شاہ صاحب بفرمود کہ
کرشمیں ایں طفیل بتوان بخت تباہزار سال دیگر سے بریں ملک نزول خواہ
نہداں کس ملائکیت بہشکل اشان و سرای انوریست بہ کاملہ خاک پسناش
بہ پاروانگ عالم مشہر خواہ گردید و از کجا تاہم کجا خواہ پر سید و غلط
از جن والنس ایا غلس خوب گزید ہے:

دلش بحریست ز اسرار الٰی

از وکی قطرہ از متاباہی

ہر قدر تو ایندہ در ترتیش ہبت برگار یہ حضرت خادم علی شاہ صاحب
از علوی مرتبہ آنعامی منزلت بخوبی آگاہی می داشتند و جناب مددوح

را از جملہ روزگاری و استند الابکب ارشاد آں کرامت بنیاد از یکے
صد گونه جمہدی فن مودودی و ہبہ روز در ترینیش سی بیش از تیش
لی نووندہ۔ (تحفۃ الاصفیہ حضرت ۲۳۲)

جناب رسیم شاہ صاحب خادم نماں بارگاہ وارثی مؤلف کتاب ہذا سے فرماتے
تھے کہ مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب موحد و صوفی نکھنوی علیہ الرحمۃ کے نام نادرین
سے میں نے ساہے کہ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اس وقت دیوہ میں ایک صاحبزادہ ہیں
جس کی طرف تمام مخلوق رجوع ہوگی اور وہ اپنے وقت کے آفتاب ہونگے مشرق سے
مغربت کہ ان کے فیض و تصرف کا دلخانہ بنے گا۔

علی ہذا حکم سید عبدالاود شاہ صاحب تحریر وارثی جو بڑے پایہ کے بزرگ گزرے
ہیں اور جن کا مزار پرانا شکور سنگ میں زیارت گاہ مغلق ہے۔ میں انتیخیں میں سراج العارفین
سید الشادفات مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب بالسوی قدس سرہ العزیز کا یہ مشور
ارشاد کھٹکتے ہیں کہ میری پانچوں پشت ایک آفتاب نما ہر زمانہ جس کی روشنی میں اب
دیکھتا ہوں۔

چنانچہ وہی ہوا پانچوں پشت میں ہمارے شہنشاہ کا ظہور ہوا جو درحقیقت آفتاب
ہدایت اور اس میش گوئی کے مصدقہ حقیقت تھے۔

اسی طرح حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ بنیات اللہ صاحب علیہ الرحمۃ
جو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے دیوہ شرافت کی
طرف سینہ کھوکھ رفاقتے تھے کہ اس آفتاب کی روشنی میں میں سینہ کو ہترتا ہوں جواب
برآمد ہوا پاہتا ہے۔

الخوش اکثر مقدس اور ابراہیم رکنے خصوصاً انور کے ظہور اجلال اور عظمت و
کمال کے متعلق پیش گوئیں فرمائیں ہیں۔ جو اپنے وقت پر صادق ہوئیں کہ سرزاں میں
دیوہ شرافت سے وہ آفتاب ہدایت نہ اور ہوا جس کی روشنی سے ہر طبقہ اور ہر منہب
علم کے افراد نے فیض حاصل کیا اور جس کے قدم و میست لزوم سے خاک دیوہ
کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اہل مشق و محنت اس پر جس سماں کرتے ہیں سے۔

بڑی نہ کہ شانِ کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحبِ نظر ان خواہ بود

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مردانِ خاص کی منظمت و عزت کا اظہار اسی طرح ہوتا آیا ہے کہ اہل بصیرت ان کی شان و جلالت کو ظاہر کرتے ہیں اور ابتداءً عمری سے ان کی — بزرگی کا شہرہ ہو جاتا ہے چنانچہ حضور پروردگار کی ابتدائی حالتیں ایسی تھیں جن کو دیکھ کر بزرگانِ عمر نے تیسم کیا آپ ولیٰ مادرزاد تھے اور ازال سے منزلِ عشق کی رہنمائی آپ کا درشد خاص تھا جس کی ہر انداز سے خبر ملتی ہے اور آپ کی ہر ایک حالت زبانِ حال سے کہہ رہی ہے ہے :

ہر نفس آوازِ عشق میر سدا زچپ و راست
ما پہ فنک میسد و یم عزم تماش کراست
ما پہ فنک برو دہ ایم یار نکل بودہ ایم
باڑِ ہمان جار و یم باز آں شہر ماست
ماز نکل بر تریم وز نکل افسزوں تریم
زین ووچار نگدریم منزل ماکبر پیاست

بیعت و خفت لال

حضرت انور کے علموں مرتبت کے متعلق بزرگانِ دین کی پیشیں گھوٹیاں ۔ اور احوال بالعوم شہور و معروف ہیں جن کا ظہور و نبی پیدائش سے تھا اور یہی وجہ ہے کہ ابتداءً سے حضرت زبدۃ العارفین قدوة اسکین سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ قدس اللہ عزوجل جمعیت کی سید کی بحیثیت فرماتے تھے ۔

باوجو دیکھ حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کے حضور پر نورِ چھوٹے سنتی جہائی تھے ۔ بگروہ آپ کی منظمت و بزرگی کرتے تھے اور سر تن ایام خود سال میں آپ کی تعلیم فرمائیں مصروف رہتے تھے حتیٰ کہ جب عمر شریعت گیارہ سال کی ہوئی تو حسب و متواتر بیعت فرمائکر ظاہری طور پر خلعت خلافت سے بھی سرفراز فرمایا اور اذکار و اشفاق

کی تعلیم فرمائے گے۔

اگرچہ اس عرصے میں خلافت پاکستانی مریدین و معتقدین کو کسی قدر اختلاف نہ تھا کہ کتنا کم عمر میں یہ خلافت مناسب نہیں ہے بلکن حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب آپ کے مدارج و مراتب سے کا حقہ آگاہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ کب مرید نہیں مراد ہیں۔ اس لیے انہوں نے کسی بات کی پرواہیں کی اور مردی کی جو شیست ایزدی کامفنا تھا دادِ الائمنَ حَفَّ يَوْهَا عَبَادِيَ الصَّالِحُوتَ (بدرسیکہ زمین

کے وارث ہوتے ہیں میرے نیک بندے اے:

اے کہستی مظہر عین المیقین اے کہستی وارث صدق ولیقین
ایں شاسم از طفیلِ نطفت تو درستہ تم شئے از ناکب زمین

آپ کی دستار بندی

حضور پر نور کو حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کی تعلیم و تربیت میں تھوڑا ہی زمانہ گذرانے کا حضرت سیدی حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کا مراجع عالی ناساز ہو گیا اور پرانے سالی کے سبب سے غلامت میں ترقی ہوتی گئی جو بڑتے بڑتے مرض الموت بن گئی۔ آخر الامر ایک روز حضرت قبلہ عالم نے آپنے مریدین حاضرین اور خدام کو طلب فرمایا اور ہر ایک کی تسلی و تشفی فرمائی اس کے بعد کلہر شہادت پر آوازِ ملند پڑھا اور کلہر پڑھتے پڑھتے آپ کی رووحِ الطیف جسدِ عنصری سے پرواہ کر گئی۔ تعالوا اللہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخِ دنیات شریف میں اختلاف ہے بعض روایات کی بت پر اصغر المظفر اور بعض کی بتا پرہم اصغر المظفر ہے آپ کی تجھیز و تکھین نہایت تذکر و اعتنام سے ہوئی۔ علمائے کرام فتنگی محل اور تمام باشندگان شہر سراہ تھے۔ گول گنج میں تصلشن ہائی اسکول مزارِ پاک بنایا گیا جو اس وقت تک مرجع خلافت ہے۔

میرے دن رسم فاتحہ خوانی ادا ہوئی۔ تمام شہر کے علماء، فخر، عالم و روساریین معتقدین کا مجتمع کثیر تھا۔ فاتحہ خوانی کے بعد جانشینی کا سلسلہ پیش ہوا۔ مولوی متاجان حسـ

حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کے مریدین و معتقدین خاص میں تھے۔ اور حضرت کے ننگے خانہ کے ہمکم بھی تھے وہ اٹھے اور ایک خوبصورت کشتی میں ایک دستار رکھ کر حضار کے مجلس کے در بروپیش کی اور کہا کہ جس کسی کو اہل سماج جائے اس کو اس خلعت سے سرفراز کیا جائے۔

حاجی غلام حسین صاحب بحضورت سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب قبلہ کی بارگاہ عالی میں بدرجہ نایت معمولیت رکھتے تھے اور شہر میں بھی بہت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے جاتے تھے وہ اپنے آپ کو اس خلعت کا مستحق سمجھتے تھے اور بعض انسانوں سے انہوں نے اپنا خیال بھی ظاہر کیا تھا۔ اسی لیے یہ بات معرض بحث میں تھی کہ کس کو جانشین کیا جائے۔ دران گفتگو میں سید سعادت علی صاحب ابن سید محمود مجتھی بن حضرت عنوث گوالیاری اٹھئے اور سہارے شہنشاہ عالی جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ میرے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی موزوں ہیں ہو سکتا ہے۔
چھانسا وہ دل کہ جس کی ازل میں منود تھی
پسلی پسٹک اٹھی ننگہ انتخاب کی

اس انتخاب کی حضرت عارف بالله مولیانا محمد اکبر شاہ صاحب اور مولیانا امید علی صاحب نے یہ کہ زبان ہو کرتا سید فرمائی اور سب حاضرین جسے تسلیم کیا اور وہ مقدم خلعت حضور اثر کے زیر جنم کیا گیا۔ ذالک فضل اللہ یوتوپیہ من بتاشا
وَاللَّهُ مَدُّوْلُ الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

مکیہ کیا خدا پر جو ہر ایک کام کا زینت بنائے مندواز دام کا

حضور اثر کی خلافت و دستار بندی
طالباً حق کی بیعت

زمانہ طفویت میں ہوئی جس کا سب صاف ظاہر ہے کہ آپ کے ملوا مرتبت سے زمانہ واقعہ تھا۔ اس لیے تمام جلسے میں انہیں حضرات کی رائے عظمت و وقعت کی نگاہوں سے دیکھی گئی جس کی نظر انتخاب حضور پر فور پڑی تھی۔ اسی صفر سنی کے زمانہ میں آپ کے دست تقریباً

پر بکثرت نسلوقاتِ الہی نے بیعت کی۔
چنانچہ مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی میتھے پوری کمیتے ہیں کہ میر
خاندان میں بوجہ قرابت و تعلقات خاندانی خانقاہ رزا قمیہ میں سب بیعت ہوتے تھے
مگر حضرت سید اس دامت شاہ عبدالرزاقی صاحب بالشوی رضی اللہ عنہ کی اس
ہیش گوئی کے موجب ہو حضور انور کی نسبت مشہور ہے کہ ”میری پانچویں پشت میں
ایک آفتاب ظاہر ہوا گا“ میرے جدیز بزرگوار مولوی ذریز علی صاحب مرحوم و مغفور
اسی سال حضور انور کی شرف بیعت سے مستفید ہوئے جس سال آپ کو
خلافت مل تھی۔

جناب مزار محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداوارثی کے والد ماجد حناب
مز احمد بیگ مرحوم لکھنؤی جب شرف بیعت سے مشرف ہوئے ہیں تو حضور انور کی
عمر شریعت چودہ سال کی تھی۔
مولوی فرضند علی صاحب وارثی متوفی قصیر ہوا اسی ضلع سکھنوا کا بیان ہے
کہ میرے دادا شیخ امید علی صاحب نے بھی حضور انور سے چودہ سال کی عمر میں
بیعت کی تھی۔

اسی طرح چوبدری خدا بخش صاحب وارثی رمتوطن اگرہ مقیم ٹانادہ جو ایک
معمر بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میرے جدیز بزرگوار نے بھی جب بیعت کی ہے تو حضور
کامنِ مبارک چودہ سال سے مجاوز نہیں تھا۔

چوبدری خدا بخش صاحب وارثی کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کی بیانی پڑتیں
حضور کی علاقہ بگوش ہیں۔ ان کے جدیز بزرگوار والد ماجد وہ خود ان کے رکن کے اور پوتے
سب حضور کی علامی کا شرف رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایسا شرف ہندوستان میں اور
بزرگوں کو بھی حاصل ہوا ہو۔

حافظ گلاب شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی رحست اللہ علیہ جو ایک بہایت
صاحب تاثیر اور ممتاز دردشی گذرے ہیں جن کی بزرگی کا زمانہ تماں ہے یہ بھی حضور
کے لذکر کے مرید تھے۔ حافظ گلاب شاہ صاحب کی بیعت کا واقعہ بھی ایک خاص

اہمیت رکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں طغولیت ہی سے حضور انور کی روشنیت
کشید ترقی پر تھی چنانچہ حافظ صاحب کے فزند و جانشین مولوی عبدالقدیر شاہ صاحب
وارثی اکبر آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار نے خود اپنی بیعت کا واقعہ بیان
فرمایا تھا جس سبب ذہل ہے۔

”میں مکتب میں پڑھتا تھا اور میری ایک عزیز دوست بھی میرے ہمراہ تعلیم پاتے
تھے۔ میرے دوست ایک بزرگ سے بیعت ہو گئی اور مجھ سے مصروف کے بیعت ہو گیا
میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ مرید ہو جانا چاہیے کہ نہیں، اُسی شب کو میں نے خواب میں
دیکھا کہ ایک سفید ریش بزرگ فرماتے ہیں کہ میاں صاحبزادے الگ قم بیعت ہونا چاہتے
ہو تو پورب سے ایک بزرگ آتے ہیں ان سے ہو جانا۔ یہ خواب دیکھتے ہی میری ایسی حالت
ہو گئی کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا تین سال اسی بے مقیاری اور انتہا میں لگزد رے جس دن
زیادہ بے تحریری ہوتی تھی تو اسی بزرگ صورت کو خواب میں دیکھتا تھا جس سے دل کو
قرار آ جاتا تھا۔ میں سال کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ وہی بزرگ پیر شریف لالے اور
فرماتے ہیں کہ وہ بزرگ پورب سے تھا رے شہر میں آگئے ہیں ایک سرائے میں مقیم ہیں
چاکر ڈھونڈ لو۔“

یہ خواب دیکھتے ہی میری آنکھ گھٹل گئی۔ میں نے دھوکیا اور مکان سے باہر نکلا تو
تو معلوم ہوا کہ رات کے دو بنجے ہیں۔ میں ایک طرف کو جدھر کو دل نے گواہی دی چل دیا۔
پھر داروں نے روکنا چاہا مگر شوق و احتساب میں دل پلر سے نکلا جاتا تھا جیسے نئے کنسی کی
ایک نہ سنی اور اسی حالت میں چلا گیا۔ آگرہ میں ایک محلہ ہینگ کل منڈی کے نام سے ہوسم
ہے۔ یہاں ایک سرائے ہے میں دل کی رہبری سے اس سرائے کے دروازے پر پہنچا
اور اس کے درب ان سے پوچھا کیا کوئی بزرگ پورب سے یہاں آگر مقدم ہوئے ہیں۔ اس
نے نام پوچھا مجھے نام کی معلوم تھا اس لیے خاموش ہو گیا۔ اس نے سرائے کا دروازہ
کھول دیا میں اندر گیا اور اپنی بے تابانی حالت سے کر دل میں جھانک کر دیکھنا
شروع کیا۔ مگر وہاں بالکل اندر ہمرا تھا۔ ایک کرہ کے اندر سے آواز آئی ”حافظ گلاب
تم آگئے“ میں اس آواز کو شستے ہی اور تحریر ہو گیا اور دوڑ کے قدموں پر گرد پڑا اس وقت

حضور تسلیم تھے میں نے اپنے مکان پر شریعت لے چلنے کے لیے عرض کیا حضور نے بخوبی
پیش ان منظور فرمایا۔ اس وقت حضور انور کا سن شریعت ۱۳ سال اور ۴ ماہ تھا اور میری عمر
۱۹ سال کی تھی جو واقعہ حضور کی زیارت اور میری بیعت کا ہے۔

قبل اس واقعہ کے جب پلا خواب بشارت بیعت سے متعلق حافظ گلاب شاہ
صاحب نے دیکھا ہے تو حضور انور کی عمر شریعت دس سال چار ماہ کی تھی اور ہر اس بارہ
آپ خلافت سے ممتاز نہیں ہوئے تھے کیونکہ ۱۳ سال کی عمر میں آپ کی خلافت متعین
ہے۔ مگر اس واقعہ سے حضور انور کی متفہ رس روحانیت اور ازالی شرف و اقتدار کی بین طور پر
جھک نظر آتی ہے کہ آپ ابتداء میں کامل ہو گئے تھے۔ اسی زمانہ میں طالبان تھی کو منزل
مقصود کا راستہ دکھایا اور بے شمار غلوق آپ کی روحانیت و بیعت سے مستفید
ہوئی۔

حافظ گلاب شاہ صاحب بیان فرماتے تھے کہ جس مقدمہ بزرگ صورت کی میں نے
خواب میں زیارت کی تھی وہی شکل نزاری عالم ضعیفی میں میں نے حضور پر انور کی مشاہدہ
کی ہے۔

فتاہ کے اللہ احترم الخا لفیف حافظ گلاب شاہ صاحب
بیان فرماتے تھے کہ وہ زمان حضور انور کے راکپن کا تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس زمان میں
آپ کو پنگ اڑانے سے شوق تھا۔ آپ میرے مکان کے بالاخانہ پر قیام فرماتے تھے۔
یہ تھی تیر کیب تھی کہ رات کو پنگ اڑا کر تے تے۔ شب کے وقت حضور انور
اکثر پنگ اور ڈور طلب فرماتے جب خدمت عالی میں حاضر کی جاتی تو آپ انداز
نصف سیر ڈور کھول دیتے تھے۔ پنگ کی اڑان نہایت تیز ہوتی تھی۔

آپ مجھ سے اور دیگر حاضرین سے ارشاد فرماتے کہ دیکھو وہ پنگ اڑی ہے
ہم لوگوں کو بالکل نظر نہیں آتی تھی اس لیے عرض کرتے تھے کہ حضور ہم کو تو دکھائی
نہیں دیتی۔

اکثر ڈور بھی ہم لوگوں نے ہاتھ میں لی ہے تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی وہ اسقدر
زور میں ہوتی تھی کہ بیکل مرتکی تھی۔ بنجانا شکل ہوتا تھا۔ بالآخر اینٹ یا پتھر سے اس ڈور

گو دبادیتے تھے وہ آپ سے آپ اڑا کر تھی اور آپ اس کو دیکھتے رہتے تھے۔ یہ تو حضور کا
بہ شما صاریح ایک کھیل تھا۔ اس زمانہ میں بھی حضور سے جو صدھا الفرقات نہ ہرگز تھے
آن سے دیکھنے والوں کو حیرت اور تھی۔

مشی عبد الغنی خان صاحب وارثی رئیس پور وہ عبد الغنی خان سابق نائب ریاست
ہبہنا غلط سلطان پور تحریر فرمائے ہیں کہ میری عمر سولہ سال ہو گی جب میں تعلیم پا تھا تھا۔ اس
وقت میں نے ایک شخص کی زبانی مٹا کر دیوبہ شریعت صحن بارہ بیگی میں ایک صاحبزادہ ہیں
جن کے والدین کی وفات ہو چکی ہے گھر میں خدا کا دیماں دو دلت سب کچھ ہے گھر وہ
نیز ہو گئے ہیں اور شووقی بیت اللہ ہے ۱۲۰-۱۳۰ برس کی عمر ہے میں نے نام پوچھا تو حضور
کا اسم گرامی بتایا۔ اسی وقت سے کچھ عجیب حالت ہو گئی جس طرح کسی صدر و عظیم سے
سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ اکثر میری آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں اور دل ہی دل میں
حضور انور کا خیال کرتا تھا۔ جس کا اندازہ کچھ وہی تلوب کر سکتے ہیں جو درِ محبت سے
آشتا ہیں۔

مشی عبد الغنی خان صاحب وارثی حضور انور سے غوان شباب میں بیعت ہوئے
ہیں جناب موصوف کا بیان ہے کہ آغازِ شباب میں حضور انور کا ایک مشکلہ یہ یعنی تھا کہ
کہ پھری اور کسی ارادتی طلب فرمائے اور انگلشت شہادت سے اس کی دھار کو ملاحظہ فرمائتے
تھے اور اس کے لوبے کی تعریف کرتے تھے کہ یہ اس قسم کا لوہا ہے۔

غرض کو حضور انور کے ایام طفولیت کے واقعات بھی حیرت انگیز ہیں جن سے ایک
عالم متاثر تھا۔ اور اسی زمانہ میں مخلوقِ الٰہی حضور کی بیعت سے بکمال شووق و مسترت
فیضیاب ہو رہی تھی جو حضور انور کو شووق بیت اللہ بدر جگہ نامیت تھا حتیٰ کہ عالم طفولیت
ہی میں آپ نے عزم سفر فرمایا۔

محضر حالات سفر آپ کی عمر شریعت تقریباً پندرہ سال کی
فرمایا بزرگان متفقین کا بیان ہے کہ زمانہ طفولیت ہی میں آپ کا یہ حال تھا کہ جب کوئی

اپکے روبرو مدینہ منورہ کا ذکر کرتا تھا تو آپ بہ حالتِ ذوق و شوق بسیار ہو جایا کرتے تھے۔ جب آپ عازم سفر ہوئے تو مریدین و معتقدین کو آپ کی مغارقت بہت شائق گذری اور طول مسافت کے خیال نے سب کو بے چین کر دیا۔ اس لیے اپنے خیالات کے بوجب سفر کی زحمتیں بتائیں گے اپ تو بطن مادر سے عاشقِ الہی پیدا ہوئے تھے۔ اور منزلِ عشق کی جادہ پیاسی آپ کے حصہ میں آچکی تھی۔ یہ کیونکہ مکن تھا کہ دیارِ محبوب میں جانے کے لیے صحراء نور دی یا آبلہ پائی کا خیال مانع ہوتا۔ عاشقانِ جان باز کے پاکیزہ جذباتِ خود حیرا ہوتے ہیں زان کو خارِ مغیلاں کا خوف ہوتا ہے۔ ضمانت ہے سفر کا خیال سے:

عشق تو مرا اسید حیساں کر دست در گوئے خرابات پریشان کر دست

آپ کے ذوق و شوق کا عالم دیکھ کر سمجھاتے والے خاموش ہوئے۔ اول آپ حضرت قبلہ عالم سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر تشریعت لے گئے اور دہاں فاتحہ پڑھی اس کے بعد مشاقوں کی جماعتِ کثیر سے رخصت ہوئے اور سب نے حسرت دیاس سے ہر چشمِ حضور کو خدا حافظ کہا۔

راستے میں آپ جا بجا قیام فرماتے ہوئے اجیر شریف پہنچے۔ بیرونِ حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس شریف کا تھا۔ آپ نے مزار پر انوار پر پہنچ کر بحالتِ ذوق و شوق طوات کیا۔ اس کے بعد محلِ ساع میں شرکیہ ہوئے۔ ساع میں آپ پر بخوردی طاری ہو گئی اور آپ کی کیفیت سے تمام محل میں ایک حالت پیدا ہو گئی۔ سب روگوں پر رقدت طاری تھی۔ جب آپ کو اپنی حالت سے افاقت ہوا تو حاضرین نے دست بوسی و قدم بوسی کے لیے حصہ کو گھیر لیا۔ اجیر شریف میں ہر شخص کی زبان پر حضور کا تذکرہ تھا۔ آپ کے میں ویسا رمشاقوں کی بیڑی گئی رہی تھی۔ بیشترا فزاد آپ کے دستِ حق پرست پرست قصیدہ بیعت ہوئے۔ چنانچہ آپ بھی خادموں اور صاحبوں میں حضور کے جاشار مریدن موجود ہیں۔

اس زمانہ میں ایک بی بی حضور کی بیعت سے مستفید ہوئی تھیں جن کا نام صادق بن تھا رسید اللہ شگر اش کی دختر اور ہمایت دولت مندوتوانگر تھیں مگر طلب حق میں ماں وزر کی کچھ پروادا ہی تھی آپ نے ان کے لیے حضرت خواجہ غریب نواز کے روضہ متور کے قریب جگہ تجویز فرمادی تھی۔ مشہور ہے کہ اس خدا پرست بی بی کو تمام لوگ صاحب ولایت و گرامت اعتماد کرتے تھے اور ان کی دعاؤں سے فیضیاب ہوتے تھے۔

اجیر شریعت سے آپ ناگپور پہنچے مولوی سین بخش صاحب ناگپور کے ایک مقصد رہیں اور پیرزادے تھے آپ سے ہمایت حسن عقیدت سے پیش آئے حضور ناگور میں آنسیں کے مکان پر رونقی افزود ہوئے مولوی سین بخش صاحب حضور کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ نے ان پر خاص نظر عنایت فرمائی اور بیعت لینے کی اجازت بھی عطا فرمادی۔ یہاں سے آپ شہر پیران پن اور احمد آباد بھکر وغیرہ مقامات سے ہوتے ہوئے بیٹی پہنچے بیٹی میں آپ نے دو سختے قیام فرمایا اور بندگان دین کے مزارات کی زیارت کی جہاں کے ناموں پر صدیق و عقوب خان ویسٹ ذکر یا صاحبان نے ایک جماعت کیش کے ساتھ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ یہاں سے حضور انور جہاز میں سوار ہوئے اور جہاز میں سب سے پیچے کے درجہ میں اقامت فرمائی۔ اس زمانہ میں آپ تیرے دن غذا تادل فرماتے تھے۔ آپ بالکل متوكل رہتے اس لیے حسب و مثوار حضور کے ساتھ کچھ کھاتے پیئے کا سامان نہ تھا جہاں کچھ کئی دن گذر گئے اور آپ نے کچھ نہ کھایا اور جب اسی حالت میں آپ کو سات روز گذر گئے تو یہاں ایک خود بخوبی جہاز پہنچے تھے تھک گیا۔ اس جہاز میں ایک دیندار تاجر محمد ضیاء الدین نامی بھی سوار تھے۔ ان کو خواب میں حضرت سردار کائنات خلاصہ موجودات جناب رسول مقبل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ ارشاد ہوا کہ تو خود کھاتا ہے اور ہمسایہ کی خبر شہیں لیتا۔

تاجر موصوف اس ارشاد کو سنتے ہی پنکھ پرے اور اس خیال میں محسوس گئے کہ اس جہاز میں ضرور کوئی ولی اللہ ہے۔ پونکھ تاجر موصوف ایک فیاض و سخی شخص

تھے اس لیے انہوں نے اس خیال سے کہ تلاش کرنے میں ممکن ہے کہ گورہ مقصود حاصل نہ ہو سب جہاز والوں کی دعوت کر دی اور انواع و اقسام کے کھانے تیار کرائے اور سب لوگوں کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ خود جہاز کے ہر درجہ میں تلاش کرتے پھر سے۔

جب بیچے کے درجے میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ دوڑ کے قدموں ہوئے اور دہن کھانا حاضر کیا آپ نے روپار لفٹے تناول فرمائے جب تاجر موصوف اپنے مقام پر پہنچے تو جہاز پہنچنے لگا۔ اس روز سے تاجر موصوف حضور کے بہت معتقد ہو گئے جب کھانا تیار ہوتا تھا تو پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے جس حضور انور تیسرے دن حسبِ معمول قدر تقلیل تناول فرماتے تھے۔

آپ کی سیر و سیاحت کے واقعات کی طور پر معلوم نہیں ہو سکے جماحت عین الیقین اور تخفیت الاصفیا وغیرہ نے کچھ تحقیق و تصدیق کی ہے مگر وہ بالکل ناتمام ہیں۔ دو یقین مرتبہ سے زیادہ کے واقعات ان کو بھی وستیاب نہ ہو سکے۔ عرصہ و راز کے حالات سفر کے لیے چند اوراق کیا کھایت کر سکتے ہیں۔ حضور انور کی عمر شرافت کا زیادہ حصہ سیر و سیاحت اسی میں بس رہتا ہے اور آپ کے تذکرہ انویں نے جو کچھ کہتا ہیں آپ کے حالات میں کھی ایں وہ یا تو خود ان کے چشمیدہ حالات پر عین ہیں یا از رگان معتقد میں کی روایات صادقة کی بنیا پر تحریر ہوئی ہیں۔ خود حضور کی یہ عادت نہیں تھی کہ اپنے سفر کا کوئی مفصل و اتفعیاً ویگر حالات با تفصیل مشا قول کے سامنے بیان فرمائے ہوں۔ کبھی کوئی واقعہ سفر وغیرہ سے متعلق بیان بھی فرمایا تو وہ ہمایت تخترا الفاظ میں۔ مولوی روانی علی حساب داری الرزاقی میتھے پوری خلف الرشید حضرت شاہ تھصود علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق کے بندگوں کو دربار وارثی میں شرف قدم است حاصل ہے۔ اپنے والد بزرگوں کی کتاب یادداشت سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے ثابتات مریدین اور دیگر بندگوں سے سموع ہوا ہے کہ آپ نے ستواج ادا فرمائے ہیں۔ بارہ سال کیک بخت سیاحت ملک ایوب و عرب و بھی جہاز دعاراق روم و شام میں مصروف رہے اور انہیں محاکم کی یافت

فرماتے رہے اور دس مرتبہ جی میں شرکیک ہوئے اور وہاں کی واپسی کے بعد سات مرتبہ ہندستان سے تشریف لے گئے۔ ان میں تین جنگلی کے راست سے براہ کابل ہرکے ادا فرطے ہیں۔ دو مرتبہ دخانی جہاز کی سواری سے اور دو مرتبہ بادبائی جہاں کی سواری سے یہ میز حضور انور کے مختلف مقامات سے ہوئے ہیں کبھی اجیر کبھی دری اور کبھی میان سے۔ ایک ججی میں دیوہ شریف سے تشریف لے گئے ہیں۔

آپ نے اپنی سیاحت میں کل مقامات مقدسہ کی زیارت کی ہے اور بے شمار مخلوق الہی آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئی ہے۔ اسی سیاحت کے زبانہ میں سلطان عبدالجید خاں مرحوم آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے ہیں۔ ان کی بیعت کا واقعہ یہ ہے کہ حضور پر نور حب قسطنطینی تشریف لے گئے تو عبد اللہ حاجب کے بکان پر فرکش ہوئے۔ ایک دن اس نے عرض کیا کہ باغ سلطانی کی اگر حضور پیر فرمائیں تو نہیں شاد ہوں۔ چنانچہ اس کی درخواست پر حضور اور سیر کے لیے تشریف لے گئے جس اتفاق سے اسی وقت سلطان المظہم ہی تشریف لائے اور آپ کے جمال عدیم الشال کی زیارت سے مستحب ہوئے اور اپنے محل میں نہایت اصرار کے ساتھ ایک ہفتہ تک ہنمان رکھا۔ امیر المؤمنین خود بھی مستحب بیعت ہوئے اور بے شمار تکوں نے بھی حضور پر نور کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔ اس واقعہ کو اکثر لوگوں نے حضور پر نور سے تھی زیارت کیا ہے۔

حصہ پنجم مولوی حسین ملی صاحب فراز وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور کی بنی مبارکتے کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سلطان المظہم کو خواب میں جناب سات نما صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی اور آپ کی مبارک صورت دکھانی تھی اسی وجہ سے انہوں نے باغ میں دیکھتے ہی حضور کو پہچان لیا۔

حضور نے خود پر بیعت تکرہ فرمایا تھا کہ محل سلطانی سے ہم نے ایک ڈوری اُنکا دی تھی اسی کو ایک ساتھ بہت سے ترک پکڑ لیتے تھے اور بیعت ہو جاتے تھے تین چار روز تک یہی سلسلہ رہا۔ آپ ان تبرکات کی بھی بہت تشریف فرماتے تھے جو سلطان المظہم نے آپ کو دکھائے تھے۔

آپ نے روس، جرمن اور فرانس کی بھی سیاحت فرمائی ہے۔ سلسلہ سبب بھی تشریف
لے گئے ہیں۔ غریبکار اس زمانے میں آپ نے جس قدر سیاحت کی ہے اور جس تعداد پر دو روزانہ کا
کام سفر فرمایا ہے کسی بزرگ کی اس قدر سیاحتی سنتے میں نہیں آئی۔ بگرا ویا، کرام کی سیاحت
بخواست تعلیم سیرہ ولی الارض عبیرت کے لیے ہوتی ہے۔ ان کو نظر ابری باقاعدہ سے کوئی مزاح
نہیں ہوتا۔ آپ نے تفصیل سے سمجھی کہیں کے حالات بیان نہیں فرمائے۔ بزرگان متصدیں
کوئی بچھا حادث دو اتفاقات معلوم ہوئے ہیں وہ ایسے لوگوں کی زبانی معلوم ہوئے جو
ہندوستان سے زیارت وغیرہ کے لیے آئے اور اتفاق سے حضور پر نور کی زیارت
بھی ہو گئی۔ یا ان لوگوں سے معلوم ہوئے جو مقامات مقدسہ میں حضرت اقدس لکھنیت
سے مشرف ہوئے ہیں۔ عرب میں اکثر خاندان حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے
ہیں۔ اکثر سیاحوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے آپ کے خرقد پوشوں کو پہاڑوں اور شبلوں
اور دیگر نماک میں دیکھا ہے۔ کوئی صاحبِ ریاضت و مختشاق تھے اکوئی صاحب
قصیر و ارشاد تھے۔ عرض کر آپ کے جان شاروں سے کوئی بگناہی نہیں ہے۔ جس کا
محض قرآن کر آئندہ آئے گا۔

تفصیلِ اماش

حضرت انور کے واقعات سفریں بعض واقعات
ہمایتِ اہم ہیں جو مجلہ حاصل ہوئے ہیں۔ صاحب
تحفۃ الاصفیاء و عین الاستیعن کہتے ہیں اور دیگر بزرگان متصدیں بھی راوی ہیں کہ جب آپ
پہلی مرتبہ کے مقابلے گئے ہیں تو راہ میں ایک صاحبِ جذب درویش سے ملاقات ہوئی
جو آپ کے انتشار میں تھے۔ انہوں نے آپ کے سینے سے سیدنا علیا اور جوانا نت ان کے
پاس تھی وہ تغییض کر دی۔ اس کے بعد آپ کے زانوں سے مبارک پرسر کو کروانے
محبوب ہوئے۔ یہ بزرگ نیامت مشہور و معروف تھے اسی لیے جب دفاتر کی خبر
کہ مظہر پیغمبر تواکر شعاع میں نکونے مغلل آکر شرکِ تجیز و تکفیر ہوئے۔
اسی طرح ایک بزرگ سے مدینہ منورہ کے راستے میں بھی ملاقات ہوئی اور ان سے
بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ مولوی عبد الغنی صاحب دارالشیعہ مدرسہ پورہ عبدالغنی ننان شیخ

را شے بریلی مکھتے ہیں کہ ان کی نسبت حضور پر نور ندو ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کی لاش
ٹائپ سبز ہو کر اڑاگی اور میں عرصہ تک بچال میں پھر تارہ۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرحمانی میتھے پوری تحریر فرماتے ہیں کہ خاص
بیت اللہ شریف میں حضور پر نور کی آمد کے ایک بزرگ منتظر تھے جنہوں نے آپ سے ملتے
ہی دصال فرمایا بزرگان معتقد میں کی تحقیقات میں نسبت اوسیہ کے وہ امامت دار تھے
جو انہوں نے حضور کو سونپ دی۔ یہ روایت شاہ فضل حسین صاحب وارثی بجا وہ شیخ
حضرت شاہ ولایت علیہ الرحمۃ نے بھی حاجی او گھٹ شاہ صاحب وارثی سے بیان فرمائی
ہے اور حضرت مولانا حاجی منصب علی شاہ صاحب چشتی قادری غلیقہ خاص حضرت
مولانا شاہ نعمت اللہ صاحب و حضرت شاہ ابو الحسن صاحب پلواروی سے بھی
مشقول ہے جو پہلے سفر میں اکثر متعاماتِ مقدسر پر حضور کے ہم سفر ہے ہیں۔

ریاضت و مجاہدہ

اپنے زمانہ مظہولیت سے ریاضت و مجاہدہ کے
پابند تھے قبل آغاز ہجوانی آپ تین دن کا روزہ
رکھا کرتے تھے اور ایک عرصہ تک سات دن کا روزہ بھی رکھا ہے ان روزوں کی
حالت میں اپنے کی غذا نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی۔

مولوی رونق علی صاحب میتھے پوری اپنے جدیز رگو اور مولوی قدری علی صاحب
مرحوم و مغفور کی روایت سے لکھتے ہیں کہ جب حضور پر نوری مرتباً میتھے پور شریف لائے
ہیں تو اپنے تین دن کا روزہ رکھا کرتے تھے اور غیرے دن صرف ابای ہوئی نصف
اردوی سے افطار فرماتے تھے وہ بھی بے نک ہوتی تھی۔ مولوی عبد الغنی خان صاحب
وارثی ریس پورہ عبد الغنی خان بونہایت سن رسیدہ بزرگ ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جب اپنے
دیورہ شریف اور فتح پور میں کچھ زیادہ قیام فرمائے گئے تو دیکھا گیا ہے کہ ستوں دن صرف
پانچ الواسط درجہ کے تناول فرماتے تھے۔ دیگر بزرگان معتقد میں کا بیان ہے کہ ہم نے
عرصہ دراز تک حضور پر نور کو کسی مسم کے انج وغیرہ کو تناول فرماتے نہیں دیکھا۔ بعض
روایات سے پھر سال گز تک اور بعض سے اس سے زائد عمر تک اپنے دن روزوں

کے پابند ہے۔

شکم مبارک ہمیشہ ردمال سے کسا ہوا رہتا تھا۔ کبھی حضور انور شکم پر تپڑ جبی باندھ لیتے تھے۔ گوشت اور دودھ، بگھی، انڈا، پیاز، ہنس وغیرہ ایک مدت تک آپ نے استعمال نہیں فرمایا۔ تکلیفات و آسائش کے سامان سب ترک تھے۔ نہ کبھی چارپائی پر رشت فرمائی۔ رشت پر بیٹھے ہمیشہ زین رشت و استراحت فرمائی۔ آپ کی ہر دفعہ اور ہر بات میں مجاہدہ و ریاضت کے آثار پائے جاتے تھے۔

بردایات حکیم رحمت علی صاحب پیٹھے پوری و حضرت شاہ مقصود علی صاحب دارث و حضرت حاجی شاہ منصب علی صاحب پیٹھتی سلوانی رحمت اللہ علیہم اجمعین و دیگر بزرگان مسندین تحقیق ہے کہ پہلے سفر میں حضور نے جیال مقدار کوہ عرفات و کوہ طور و کوہ لہستان و غارِ ثور و غارِ حراء وغیرہ میں خلوت فرمائی اور سیت اللہ و بیت المقدس و مسجد نبوی صلتم ونجعت اشرف و کاظمین شریفین و کربلا نے معلق و بعد اور شریف میں علکشی کی ہے اور اسی سبب سے مکہ نجت بارہ سال تک اسی نواحی میں رہے ہیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جو تحقیقات کی تحقیقات پر مبنی ہیں۔ آپ کے تمام ریاضات و مجاہدات کا علم نہیں ہو سکا۔ بنظاہر جو باتیں وکیجی گئی ہیں وہ یہ ہیں کہ شب و روز میں کبھی کسی نے حضور کو سوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وقت استراحت اگر کسی کو کبھی خیال گدر اکہ آپ سورے ہیں تو فوراً آپنے دریافت فرمایا کہ کون ہے۔ پر بیشتر ازاد کا بچہ ہے۔

ابتداء آپ شب بھر کلام مجید اور زافل پڑھنے کے عادی تھے استراحت بھی نہیں فرماتے تھے۔ ۲۹ سال کی عمر سے ۴ سال کی عمر تک آپ نے کوئی بوقت شب استراحت فرماتے ہوئے یا کسی سے بات کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا گیا۔ نام شب کھڑے ہو کر زافل پڑھتے تھے۔

اس زمانہ میں پائے مبارک بھی متورم ہو جاتے تھے۔ حضور انور کی یہ حالتیں مسند بزرگوں کی چشدیدیں۔ خود آپ نے کبھی اپنے کسی مجاہد کا ذکر نہیں فرمایا۔ آپ کو خفا بہت مدنظر تھا۔ اس یہی مکن ہے کہ آپ کے اکثر مجاہدات دریافت کا ہم کو علم بھی نہ ہوا اور وہ ان سے بھی زیادہ دشوار اور برتر

تسلیم و رضا

آپ کے ریاضات و مجاهدات میں مجاهدہ تسلیم و رضا ایک نایاب شان رکھتا ہے مسئلہ تسلیم و رضا کو آپ کی ذاتِ نبووی الصفات سے ایک خاص مناسبت تھی۔ آپ ہر دن پاہنچے تسلیم و رضا تھے اور دیگر ولاشوں کی طرح دراشتہ تسلیم و رضا بھی آپ کو اپنے اسلاف سے وراثتہ ہے۔

ظاہر ہے کہ تسلیم و رضا کی پابندی نہایت مشکل ہے اور یہ خاص حصہ انور عینیں جناب احمد مجتبی شہزادہ نکلوں قبہ حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام کا ہے۔ چنانچہ خود حضور پروردگار کا قول ہے کہ "تسلیم و رضا حضرت بی بی ناطمہ اور ونوں صاحبزادوں کا حصہ ہے" ।

ایک مرتبہ مشائخ عنظام کے طریقوں کا ذکر فرماتے ہوئے تسلیم و رضا کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ "مشکل بہت ہے اس کو سب نے چھوڑ دیا یہ بی بی ناطمہ ہے" تسلیم و رضا انہیں سے ہے۔ (مشائخ عنظام کے طریقوں کی ثابت فرمایا) اور وہ طبقے انتقامی ہیں۔ اگر انظام نہ ہو تو سب بھیل بگڑ جائے۔ سب ایک ہی سے ہو جائیں۔ یعنی فرمایا ہے کہ "حضرت امام حسن علیہ السلام نے ایک رضاۓ مشوق کے لیے نام خاندان کو میدانِ کربلا میں شہید کر دیا کوئی کیا سمجھ سکتا ہے مزیع اشیٰ و معشوق نمازک ہے" ।

گویا رضاۓ مشوق ہی آپ کے نزدیک رمزِ عشق تھا۔ آپ کے نامی افعال سچی کو حرکات و سکرات رضاۓ محبوب ہیں و عمل ہو گئے تھے کوئی فعل آپ سے نہ دلت تسلیم و رضا سرزد نہیں ہوتا۔ تسلیم و رضا کے خاص لوازمات صبر و شکر و تحمل و توکل۔ قناعت استقلال۔ خوشندی بر قضا و تقدیر ہیں اور ان امور میں بلاشبہ آپ فرد فرید تھے اور بالکل اپنے آبا اور اجداد کرام کے قد مرتقدم حلتے تھے۔ جس کا اصل سبب یہی ہے کہ آپ چنستانِ افغانستان کے ایک روشنیاز سچوں تھے جن بزرگوں کو حضور انور کی صحبت نصیب ہوئی ہے وہ بخوبی واقع ہیں کہ تسلیم و رضا کا مرحلہ فرمائے ہیں آپ سے ثابت قدمی کا انہار ہوا

ہے جو تعامل چیرت ہے۔

اس زمانہ کے اکثر ملائے کرام و مشائخ عالم کو حضور پر نور کے اوصاف کا تجربہ ہے۔ انہوں نے تیکم کیا ہے کہ ان اوصاف میں آپ کی ذات محبودا الصفات عدیم الشان تھی، چنانچہ مولوی محمد ناظم علی صاحب نائب مقام مدرسہ عالیہ فرقانیہ بکھو جو یک ائمہ اور ممتاز بزرگ ہیں اور حضرت مولینا شاہ فضل الرحمن صاحب نقشبندی مجددی رضی اللہ عنہ سے شرف بعیت رکھتے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ " حاجی صاحب کی متواتر صحبت نیز بزرگان مستند کے اقوال سے جو علوم و مفہوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حاجی صاحب اپنے وقت میں فخر صاحب نیکر عدیم الشان اور فتحیہ انتیقیہ سماں کے مجدد و ب تھے۔ آپ تفرید و تکرید توہہ و اناہت ذکر و تکریر حیدر توکل تیکم دھنی زہر و سعادت میں فرو رو زگار تھے" ادنیٰ تحریث آپ کی پابندی تیکم و رضاکی یہ ہے کہ آج کوئی تفہیش اس کی شہادت نہیں دے سکتی کہ اس نے حضور انور کی زبان مبارک سے کبھی ایک لفظ شکایت نہ ہو۔

حالت مرض میں کبھی مرض کا نام آپ نہیں لیا۔ طبیب کو حال بتایا۔ زبان اعتبر ہو سکم سردی یا گرمی یا بر سات کے متعلق کوئی ایسا لفظ نہیں بکار رکھا جس سے یہ علوم ہو کر سردی یا گرمی کی کمی بیشی کے متعلق حضور انور کا کیا خیال ہے تاکہ اس کا انداد کی جائے۔ آپ میں ہر کاکت تخلیف دراحت کی حالت کیاں دیکھی گئی جو کچھ راحت تخلیف خدا کی طرف سے ہو وہ گویا عین مرضی کے مطابق ہے کبھی آپ نے کسی پریشانی میصیت کے احساس کا انہار نہیں فرمایا۔ جس سے اس مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ آپ کی تمام خواہشات رضائی الہی میں فنا ہو گئی تھیں اور آپ کے تمام عادات صفات خداوندی میں مل گئے تھے۔

اسخادیست میان من و تو من و تو نیست میان من و تو
مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگاری (وکیل بارہ بکی) جو یک ائمہ بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال شکن سالی کے باعث فضل تحریث شکن ہو گئی تھی میں آٹھ بھجے شکب کے حضور پر کاپنے مبارک دبارہ تھا کہ حضور انور نے ارشاد فرمایا "نادر حسین

اس وقت ہر اٹھنڈی چلتی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں زرائب علی شاہ صاحب مر جوم نے کہا کہ داتا دن کو ایسی گرم ہوا چلتی ہے کہ تمام فضل خرایت نہ سیم ہو گئی۔ یہ شوہر پر پورنے ارشاد فرمایا۔ تم کیا جانو مخصوص کی دی ہوئی تکلیف کہیں میر سونی ہے؟ اس کے بعد پھر پارش ہوئی اور تقبیہ فضل خرایت کی پیداوار ہوئی، فضل ریح بوثی گئی جس میں خوب نلپیدا ہوتا۔

جاہی اور گھٹ شاہ وارثی لکھتے ہیں کہ جس زمانے میں دیوبہ شرائیت میں ٹالا عون شروع ہوا لوگ بتی چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ جب حضور کو اخلاق عبوقی کہ لوگ بھاگ رہے ہیں تو آپ فرماتے تھے کہ خدا ہر جگہ ہے بھاگ کر کہاں جائیں گے، کیا وہاں خدا نہیں ہے۔ ہر چند لاکڑی نے کوشش کی کہ بتی سے باہر آپ کو تھی میں سکونت اختیار فرمائیں۔ مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا۔

اس قسم کے صد ہا داقعات ہیں۔ انتہا یہ کہ سماں میں اپ کی زبان مبارک سے مرض یا تکلیف کا نام نہیں سن آگی۔ ذکر ہے کہ آوازِ سُنی تھی میں کہبی شدت مرض سے آئیں۔

تھی کہ مرض الموت میں سیند و سنان کے چند بڑے بڑے نامور اطباء اونکا موجود تھے ان کے حال دریافت کرنے پر آپ نکر کے انخالوں سے زبان مبارک سے ارشاد فرماتے تھے کہ بہت اچھا ہوں۔ کبھی مرض کی شکایت نہیں فرمائی۔ اگر کسی طبیب نے اپنی تشیص سے کسی خاص تکلیف کا نام بیا کہ حضور کی پسلی میں درد ہے یا سینے میں درد ہے تو تائید فرمائے کے طریقی سے بھی کوئی افظاع ارشاد نہیں فرمایا بلکہ یہ فرماتے تھے۔ تم تو بڑے یکم ہو۔ آپ کے واقعات و حالات سے کلی طور پر شاہت ہے کہ آپ کسی تکلیف یا صیبیت کا زبان پر لانا تسلیم و رضا کے خلاف سمجھتے تھے۔ غرض کہ ہر حال میں رضا و تسلیم کے اس سمجھتی سے پابند تھے کہ انسان اس کو ما فوق العادت کئے پر نہیں تھا۔ انتہا یہ ہے کہ کہاگر رضا و تسلیم کے خلاف کوئی بات حضور انور کے سامنے ہو تو تھی تو فوراً جیہیں مبارک میں چین ٹھجاتی تھی مگر زبان میں ترجیح ارشاد نہیں فرماتے تھے۔

حضور انور کو تسلیم و رضا میں استعداد نہیں تھا کہ کسی کی زبان سے سمجھنے کے قابلی

سننا نہیں پا ہے تھے، یہ بات بالکل ناگوار خاطر شریعت تھی کہ لوگوں کی زبان حشر۔
شکایت سے آلوہ ہو اسی وجہ سے آپ کے حضور میں مصیبت زدہ اہل حاجت نام
سکوت میں رہتے تھے اور حضور انور اشارات میں ان کے مقاصد کا خاطر خواہ جواب
ارشاد فرمادیتے تھے۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری منزل عشق ہے ”اور عشق میں رضاۓ
محبوب کی پوری تعلیم تھی۔ صرف ہر دو فنا کی کی باتیں سننے کی عادت تھی۔ آپ کا عال و
قال ہمیشہ اسی مضمون کو ضرب العین رکھتا تھا ہے:

ماقصده سکندر و داران خواندہ ایم

از ما بجز حکایت فہر و فاما پرس

آپ مکلیف و مصیبت کو عاشق و معشوق کا راز و نیاز فرمایا کرتے تھے کہ بھی کسی قسم
کا کوئی غلط خلاف رضاو تیم آپ سے سرزد نہ ہوا۔ ہر سوئں رضاۓ محبوب میں فنا کے جزو
افعال سرزد ہوتے تھے وہ رضاو تیم سے ملبوہ ہوتے تھے اور یہ تعلیم تھی کہ رضاو تیم کا پذیر کرے
چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: ”جو تم سے محبت کرے اُس سے محبت کر دنہ کسی کے
حق میں دعا کر وہ بد دعا، تم رضاو تیم کے بندے ہو۔“

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپ کس سختی سے رضاو تیم کے پابند تھے کہ اگر کسی
سے محبت بھی ہو تو وہ اپے افسن کی خود عشقہ ضمی پر بھی نہ ہو بلکہ خالصتاً لشہ ہو۔
پس آپ کی خاص تعلیم کیوں ہے کہ جو تعلقی ہو وہ بے عرضانہ ہوا در رضاو تیم میں استحد
اہمکار ہو کر نہ دعا کے یہے ہاتھ ایکس شبد دعا کے یہے کیوں کہ انی زادت کو خدا کے حوالے کر دینا اور
راحت و مصیبت جو مقدار میں ہو اُس کو بے پوئی و چرا تیم کر لیا ہی شانِ عبودیت
ہے۔

اور جس طور پر آپ تیم و رضا کو مفتدم سمجھتے تھے اس کی صراحت بھی خود ہی
فرماتے ہیں۔

”تیم و رضا جب ہے کہ شر کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہے ہی اور تکلیف بھی
عاشق و معشوق کا راز و نیاز ہے۔“
چونکہ آپ سالارِ فائدہ عشق تھے اور عاشقانہ جذبات میں شکوہ شکایت بن ظاہر

ایک لازمی بات ہے۔ اس یہ کس قدر شد و مدد سے اس کا انسداد فرماتے ہیں کہ اس راہ میں نکالیف و مصائب کا خیال بھی نہ آئے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ "معشووق کا ترسانہ اور جواب و عتاب کرنا ہی تور حمد و فضل ہے" ۱

عرض کہ آپ کی نگاہ میں نہ کوئی مصیبۃ مصیبۃ تھی نہ رنج نہ تھا۔ آپ علیات تعویز انداز غیرہ کوئی کام اس قسم کا پنڈ نہیں فرماتے تھے اور اس کو خفتہ ۲
تیسیم درضا سمجھتے تھے۔ خود تو یہاں آپ کا پنڈ تھے کہ کبھی کوئی خواہش نہیں فرمائی اور جو کچھ ظور میں آیا گریا وہی آپ کی خواہشات پر مبنی تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو بالکل رضاۓ الہی کے حوالے کر دیا تھا۔

دازیں، مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ جو پہلے بانگی پور پٹنہ کے بہت مشہور بیرٹر تھے اور اب بہار ہائی کورٹ کے نجی ہیں اور حضرت کے بہت پیارے مریدوں میں سے ہیں۔ ناقل ہیں کہ وہ حضرت کے ہر کاپ گور کھپور میں مشی صفحہ حسین صاحب سنبھال کے یہاں مقیم تھے کہ ایک دن مشی صاحب ولایت کا خط جوان کے میلوں کے پاس سے آیا تھا یہ ہرے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے دڑکوں کا بارٹری میں آخری امتحان ہونے والا ہے۔ اور اس کہنے سے ان کا مقصود یہ تھا کہ حضرت ان کی کامیابی امتحان کے لیے دعا فرمائیں، لیکن حضرت نے ایک لفظ انہیں کہا اور سکوت فرمایا۔ آخر وہ کہیہ خاطر ہو کر باہر آئے اور مولوی سید شرف الدین بالغایہ سے کہنے لگے کہ بہار سے حضرت کی عجب بے نیا در رگاہ ہے نہ کسی کی ابجا قبول ہوتی ہے نہ کسی کیلے دعا کی جاتی ہے۔ مشی صاحب کی یہ شکایت آئیز باتیں ختم ہی نہ ہوئے پانی تھیں کہ حضرت کا خادم دوڑا ہوا آیا اور اس نے کہا بیرٹر صاحب کو اور مشی صاحب کو حضرت بلاتے ہیں پھر انہیں دلوں خاتم نعمت اللہ کے ہوئے تو حضرت نے مولوی سید شرف الدین صاحب کو خدا طلب کر کے فرمایا:

"من بالٹری میں ایک مرتبہ بخدا میں تھا وہاں ایک شخص نے مجھے اگر کہا کہ ایک گورت پر بُرجن آتا ہے آپ پل کر آتا رہیں میں نے کہا بھائی مجھے تو جاڑ پھونک انڈا تعویز کچھ

بھی نہیں آتا ہے میں کیونکہ جن کو اتار دل گا اور وہاں جا کر کیا کروں گا۔ مگر جب اس شخص
نے بہت اصرار کیا اور کسی طرح نہ مانانا تو میں اس کے ساتھ ہو یا اور اُس مکان میں پہنچا جائے
وہ آسیب زدہ عورت تھی۔ دیکھا تو اس وقت جن اس عورت پر مسلط تھا میں نے جن سے
پوچھا کہ تم اس عورت پر کیوں آتے ہو اس نے کہا میں اس پر عاشق ہوں میں نے کہا تھے
عاشق ہو یا جھوٹے۔ جن نے کہا میں اس کا سچا عاشق ہوں میں نے کہا جانتے ہو کر کچھ
عاشق کی تعریف کیا ہے؟ سچا عاشق اس کو کہتے ہیں جو عشق کی رضا جوں کرے اور سرمو
اسکی مرضی کے خلاف نہ کرے اور تم جس کو اپنی عشقوں کہتے ہو اُس کی مرضی کے خلاف کرتے
ہو۔ اسکی خوشی اسی میں ہے کہ تم اس پر مسلط نہ ہو اکرو اس سے اس کو تخلیف کر لیتے ہے۔
جن نے کہا: ”اپنامیں آج سے۔ یہاں نہ آیا کروں گا؟“ سمجھے بالسڑ بچھے!

اچھا جاؤ“

تیسم درضا کی طرح آپ شان تحریر میں بھی عدیم المثال
اور دنیا کی ہر ایک پیزی سے بے تعلق تھے باہر ہو داں کے

تحریر

کہ آپ ایک دولت مند گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ صاحبِ جامد اور بھی تھے زر دہال بھی تھا۔ مگر
ہوش سنبھالتے ہی سب سے قطع تعلق کر لیا اور درہم و دینار کو کوڑیوں کی طرح شادی آپ
کی جاندار جن اعزما و اقارب میں تعمیم ہو گئی۔ ان کے پاس اب بھی موجود ہے۔
آپ کے بزرگوں کا ایک بیانیت عمدہ کتب خاش تھا اس کی بھی سروانہ کی اور نہ تنہ
عمر شادی کی رسوئی میں ہر چند آپ کے اعزما نے آپ کی شادی کے لیے کوشش کی مگر
آپ نے منتظر نہیں فرمایا اور بے حد اصرار پر کلام مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔
یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتُوكُمْ مِنْ أَرْضِ الْكَوْكَبِ فَأَوْلَادُكُمْ عَدُوٌّ لَكُمْ

فَاحذَرُوا هُنَّا

ترجمہ: اسلامانوں تھا رسی میں یوں اور تھا رسی اولاد میں سے تھا رسے و شمن ہیں
تو ان سے احتیاط کرتے رہو۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنے ابا اور سے ہی عاشق الہی پیدا
ہوئے تھے اور آپ کی بھاگ ہوں میں وہ جمال عدیم المثال تھا جس کے سامنے عادی حسن جمال
کی کوئی ہستی نہیں ہے۔

ہے شہرِ ریزِ خوبیں مسم و خیال مابے
چونکم کہ چشم بدنورہ کنڈیں نگاہے
صرف شادی ہی سے آپ بے تعلق نہ تھے بلکہ تمامی اسبابِ زندگی سے
آپ کو تغیرت تھا۔
آپ نے کبھی کسی چیز کو پسند نہیں فرمایا، آپ کا ہمیشہ سفر و طلن اور خلوت درجیں
پر علی رہا۔
شاہ مقصود علی صاحب وارثی رحمۃ اللہ علیہ ایک مست و عاشق بزرگ تھے اکثر
جب حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوتے تو بحالتِ کیف و سر در کہتے تھے کہ میرے
پرید شکریہ میں نسبتِ سیکی خاص طور پر ہے، جس طرح جناب علیہ السلام نے منزل
تجربہ طے فرمائی وہی یہ منزلِ وارثی ہے، حضور انور مہتمم ہوتے اور یہ ارشاد فرماتے تھے
کہ ”فیر کا کوئی لگھ نہیں ہے اور سب گھر فیر کے ہیں“

حضور انور کے ارشاد کا ہندوستان میں ہر جگہ ظہور ہے، صد ہائی مکانات آپ
کے نام نامی سے تعمیر ہو گئے، اکثر باغات و مرضحات کو آپ کے اسٹم گرامی سے
منسوب کیا گیا جیسے دارثِ منزل، دارثِ بزرگ، دارثِ باغ وغیرہ وغیرہ۔
غريب مریدین جن کے مکانوں پر حضور انور قیام فرماتے تھے ان کو جدید
مکانات بنوانے کی استطاعت نہ فقہی انہوں نے اپنے مکان کی ایک کوٹھری ہی
حضور کے اسٹم گرامی سے منصوص کر کر ٹھیک کی۔

ہمیسری مسوروں نے آپ کے عشق و محبت میں ترکِ بابس کی اور احمد
پرہن لیا، شادی سے دست بردار ہو کر طلبِ حق میں مصائب و کمالیت کی خواگر ہو
گئیں۔ جن میں اکثر نہایت شہور خدا پرست گزری ہیں۔

خدائے وحدۃ لاشریک نے آپ کے تجربہ میں بھی شان کیتا ای رسمی تھی کہ
شادی کے ساتھ جس قدر اسبابِ عیش و نشاط تھے وہ سب لکھت ترک فراہد یئے
تھے، زمکان تھا نہ کوئی سامانِ زندگی صفت۔ آپ کی ذاتِ محمود و الصفات تھی اور
خدا نے واحد کا نام تھا۔

آپ مادرزاد ولی ہونے کے باعث سب کی نگاہوں میں محبوب و عزیز تھے۔ آپ کا معصومانہ امداد فطری تھا۔ تمام لوگ آپ کے عقیدت مند تھے اور دیروہ شریعت میں آپ سچے زناذ طفولیت ہی سے بربے شریعت گھر انوں میں پرداہ نہیں ہوتا تھا۔ لوگوں کو آپ کی تشریعت آوری کی تناہی تھی۔ آپ جب مکافلوں میں تشریعت لے جاتے تو چاروں طرف سکوئرات گھیرتی تھیں۔ برادریوں میں تیل ڈالتی تھیں پانے مبارک باتی تھیں۔ بلکہ اسے محنت کرتے اور نہ کسی کی جرأت ہوئی کہ ہمیت حق سے آپ کے چہرہ مبارک پر نظر جائے۔ حالانکہ اکثر عورتوں کو آپ سال اور بین کے الفاظ سے خطاب فرماتے تھے اور نہیں سمجھتا۔ پہنیں سرتے تھے بلکہ بی بیکھی باکمل مخصوص بچوں کی سی ہوتی تھی۔ نام۔ سب محمد والوں کی خیریت پوچھتے تھے اور سب پرشفقت فرماتے تھے۔ مردی و بے مردی سب عورات آپ کے سامنے آتی تھیں۔ جو عورتیں دوسرے بزرگوں سے بیعت ہوتی تھیں وہ بھی آپ سے پرداہ نہیں کرتی تھیں۔

اس اعتبار سے بھی آپ کا تجربہ ایک خاص شان رکھتا ہے اور غالباً کمال تجربہ ہی ہے کہ کسی حال میں تختیر پیدا نہ ہو۔ آپ کی پاک اور مقدس زندگی تجربہ کا اعلیٰ نمونہ ہوتی۔ مولوی روفی علی صاحب دارثی الرزاقی پیتحے پوری کھتے ہیں کہ ہمارے پیتحے پور میں ایک بزرگ حاجی شاہ منصب علی صاحب گذرے ہیں جو مشاہیر روزگار سے تھے اور جنکی طرف غلطی کی رجوعات بہت زیادہ تھی۔

ایک طبیب حاذق و نامور حکیم سلامت علی صاحب جو مذہب امامیہ رکھتے تھے وہ بھی شاہ صاحب مددوح سے نہایت خلوص و محبت رکھتے تھے اور حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں اکثر جاتے تھے۔

۱۲۹۳ھ کا واقعہ ہے کہ حضور پر نور پیتحے پور تشریف لائے تو آپ کے آمد کی خبر سن کر حکیم سلامت علی صاحب بھی محرزین پیتحے پور کے ہمراہ حضور کی زیارت قدر بوسی کے لیے گئے۔ حضور انور کی خدمت اقدس میں اُسوقت مستورات کا مجھ تھا اور آپ زناذ مکان میں تشریعت رکھتے تھے۔ زائرین کے پیشے پر جب اطلاع

ہوئی تو پردہ ہو گیا اور سب حاضر ہوئے جو حضرت اقدس پر اس وقت وجد کی کیفیت
قاری تھی اور پشمکان مبارک سرخ تھیں۔ چہرہ مبارک پر بھی گلاب کی سی رنگت تھی
وجھی کہ وقت فرقہ بند تھی رہنمی تھی اجنب سب لوگ رخصت ہوئے تو اشائے
راہ میں میتھت باتیں آپس میں ہو نے لگیں۔ حکیم سلامت علی صاحبینہ فن طبابت
کے نقطہ خیال سے فرمایا کہ قوت تجرد و محیب چیز ہے عورتوں کی محبت اور پھر عمل صحت
اسی وجہ سے چہرہ مبارک اور پشمکانے مبارک کی یہ کیفیت تھی راستہ ہی میں حضرت
حاجی شاہ منصب علی صاحب کا مقام بھی تھا۔ چنانچہ سب لوگ شاہ صاحب کی
خدمت میں حاضر ہوئے حاجی شاہ منصب علی صاحب نے جیسے ہیں حکیم سلامت علی
کو دیکھا جلال میں آگئے فرمایا: "فیقروں کے معاملے میں حکمت کو کیا دخل جب آپ
یہ حال ہے تو عمل درست کیجئے اور میرے کے پاس نہ آیا کیجئے"

حکیم صاحب وہاں سے یہ شُن کر چل دیئے اور راستے میں ہمراہ ہیوں سے کہنے لگے
کہ عجیب معاملہ ہے کہ ایک فقیر کو نکلنے پر ہے: "سامین کو تعجب ہوا کہ
سے حکیم صاحب استقدار متاثر ہوئے کہ جب تک زندہ رہے فقراء سے ہمیشہ درتے
اور ان کا ادب ولیما نکرتے رہے۔

غرض کر آپ کی جو بات تھی وہ لا جواب تھی۔ ایک مرتبہ خود حضور انور نے
ایک خاص انداز سے فرمایا: "فیقیری ننکھنے پر ہے: "سامین کو تعجب ہوا کہ
یہ کیوں ارشاد ہوتا ہے کہ آپ نے خود ہی اس کی صراحة فرمائی اور ارشاد فرمایا
"با وجود اقتدار" خدا کے واسطے ایک عضو خاص کو بیکار کر دو اور کام نہ لو شیطان
کو بغل میں رکھ کر یادِ خدا کرنے بڑا کام ہے۔ از قس خود سفر کر دن بہت بڑی منزل
ہے:

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کے تجرد میں کس قدر مجاہدہ کی شان تھی اور آپ
کی نظر فیض اثر میں اس کی یہ اہمیت تھی۔ حق یہ ہے کہ آپ کی وسعت نگاہ ہنا یہ
بلند پایہ رکھتی تھی۔ جو عام عقول اور طبائع کے ہنسیم دادرک سے کہیں
بالاتر ہے۔

آپنے برسیل نہ کرہ ایک مرتبہ تکمیر بند کی یہ تحریت فرمائی کہ "الگوٹ بند
وہ ہے جو تمام غورتوں کو اپنی ماں اور بہن کی مثل ہی طرح جانتا ہے اسی طرح خواب
یعنی بھی وہ کسی غورت کو نفاذی خواہش کے ساتھ نہ دیکھئے"۔
ان ارشادات سے بالصریح یہ امر مترشح ہے کہ حضور انور کی باریک اور وقایتی اندر
میں تجربہ کی کیا اہمیت تھی اور اصل تجربہ کی تعداد دشوار اور ناممکن ہے۔
حق یہ ہے کہ تجربہ میں بھی جزو قابل ایمتاز شان آپ کی دعویٰ گئی ہے وہ بے مش
ہے جس سے ثابت ہے کہ آپ مردمیان تجربہ اور اس منزل میں بھی خدا کی طرف
سے فردی فرید تھے کہ خالقین پر بھی آپ کے تجربہ و تقدیس کا سکھ جاتا تھا۔
صرف شادی نہ کرنے اپنی تجربہ نہیں ہے بلکہ قائمی خواہشات اور عیش و رُث لہ
کو باوجود قوت و اقدار ترک کر دیتے اور ماسومنی اللہ سے قطع تعلق کر لیتے ہاں امام
تجربہ ہے۔ اور یہی تجربہ ہے جس میں آپ فرد و روزگار تھے۔ جس طرح تجربہ میں آپ
اپنی نظر خود میں اسی طرح توکل و استغنا میں بھی جو قدر استعمال حشوں کی ذات بارکات
سے ظہور میں آیا ہے وہ اپنی نعمیت میں ایک خاص شان رکھتا ہے۔

توکل و استغنا

آپ ابتداء سے نہایت مستقفل المزاج تھے اور
دنیا کی کسی چیز سے آپ کی ذات محدود اسنفات
کو قطعاً کوئی سر و کار نہ تھا۔

آپ نہ رانہ میں درہم و دینار نہیں لیتے تھے البتہ تھا اُن قبول فرماتے تھے اور
وہ بھی اسی وقت حاضرین میں تقیم کرایتے تھے۔ اخذی و فیرہ کا یہ دستور تھا کہ ام اور رسا۔
حضور پر بخا و کر کے خیرات کر دیتے تھے۔ میہات آپ کی خصوصیات میں سے ہے
کہ آپ نے کبھی دست مبارک سے اخذی و فیرہ کو نہیں خپڑا اور نہ اپنے پاس بھا
ن خور دو دش کا کوئی انتظام کی جس مکان میں قیام تھا وہ بھی آپ کی ذاتی ملکیت سے
تعلق نہیں رکھتا تھا۔ بستر کبل، فرد و غیرہ جو غرورت کی چیزیں ہیں ان سے بھی ہے
پروا رہتے تھے جس کو پاہا بستر اٹھا کے دیدیا جس کو جی میں آیا فروکل وغیرہ معرفت

فرمادیا۔ کسی چیز کو اپنی راحت و آرام کے لیے مخصوص کر دیت جائز نہیں سمجھتے تھے۔

ایک احراام ہجاؤ پس کے جنم اقدس پر تھا وہ بھی آپ کا نہ تھا بلکہ دوسرا شخض کا ہوتا تھا کیونکہ جو بعد مروائے کی نیت تھے۔ لایا اسی وقت مبسوں مبارک کئے جسم سے علیحدہ کر دیا۔ خواہ وہ کیسا ہی بیش قیمت و لفیض کیروں نہ ہو۔ امرا اور روس بیش ہیاتا ہافت بڑی بڑی قیمتی فروں حامد وار بن اور ویگا شیا جو تکلفات میں مخصوص ہیں پیش کرتے تھے، مگر آپ نے کبھی کسی چیز کو اپنے لیے پاندھیں نہیں فرمایا۔ البتہ چیزوں کی تقیم سے نہایت خوش ہوتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اس کا شوق ہے۔ آپ کی خوشیوں کے لیے اکثر روس اور اسماحت پیش کرتے اور تقیم سے لفکھ اٹھاتے تھے۔ یہ بات مشہور تھی کہ حضور کی خدمت فیض درجت میں جو شخص جس خیال اور رادہ سے جاتا ہے اس کو وہ ہی عطا ہو جاتا ہے۔

شیخ ہمال الدین وارثی متوفی کرسی خلیع بارہ بیکی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بارگاہ عالی میں حاضر تھا ایک رنسیں آپ کے لیے ایک فروتیار کا لانے جو نہایت بیش قیمت تھی اور کسی طرح ایک ہزار روپیہ سے کم قیمت کی نہ تھی ان رنسیں کے خانہ مال کی اس پر نیت تھی جس وقت رنسیں موصوف نے فروپیش کی۔ حضور نے بت خوشی سے قبول فرمائی اور ان کی ناظر سے اُس کو اُسی وقت اور ہر کے میٹھے گئے۔ دوچار منٹ کے بعد وہ رنسیں تدبیوس ہو کے ٹلے گئے۔ ان کے جاتے ہی ان کا خانہ مال اپنے ہاتھ کی تیار کی ہوئی کچھ شیرینی لے کر حاضر ہوا آپ نے اس کے پیش کردہ تخت کو قبول فرمایا اور تقیم کرنے کا حکم دیا اور فسر داتا کہ اس خانہ مال کو مرحت فرمادی۔

روزہ رہا اسی قسم کے واقعات میں آیا کرتے تھے باہم بروس بتعلق و بے پرواہی کے کوئی سائل آپ کے در سے خالی نہیں جاتا تھا۔ خدام اور مریدین اس کو اس قدر دیتے تھے جو اس کی ضرورت سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔

غربا کے بال جب لڑکے رُکیبوں کی شادی وغیرہ کا وقت آتا تو وہ آتا تھا۔

پر حاضر ہوتے اور عقیدت مندا مر احضور کی خوشودی کے لیے ان کی حاجت سے زیادہ ان کی امداد کرتے تھے۔
خود حضور اندر جیسے مستعین المزاج اور بے پرواہ تھے اسیں تو ایک شانِ حضوریت ہے مگر فلاں فاص کو بھی یہی بدایت تھی اور بدایت ہی نہیں بلکہ مخلافِ توکل افعال پر گرفت فرماتے تھے۔

چنانچہ حافظِ گلاب شاہ صاحب دارثی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے جو آگرہ میں گذرے ہیں اور جن کے فیوض در برکات سے ایک عالمِ مستفیض تھا، غالباً دیگر فیوض در برکات کے۔ حافظ صاحب موصوف کا ایک اولیٰ چشمہ فیض یہ جاری تھا کہ مریشوں کو پانی دم کر کے دیا کرتے تھے جس سے خواہ یکساہی مریشوں کیوں نہ ہواں کو شفا ہو جاتی تھی اور دُور دراز مختامات سے لوگ اس مقصد کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

مولوی علی احمد خاں صاحب دارثی دکیل آگرہ جو ایک ثقہ و دیندار بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ حافظِ گلاب شاہ صاحب کی خدمت میں صد بابر ہے پنجے جوان حاضر ہتھے اور دم شدہ پانی سے صحبت یا بہوجاتے تھے، صحیع سے دروازہ پر بیٹلا میں آفات اور مریشوں کا بحوم ہوتا تھا، آٹھ دس بیستی پانی کی شکیں لیے ہوئے موجود رہتے تھے اور آٹھ دس کہار نظر و فکل کے ٹوکرے لیے ہوئے حاضر ہتھے جو خوب فروخت ہوتے تھے۔

حافظِ گلاب شاہ صاحب کا دم کیا ہوا پانی امراض و آفات کے لیے تیرید فتحاً، اسی زمانے میں اتفاقی وقت سے صاحب کلکٹر ہوا اور آگرہ کی میم صاحب کو دروزہ شروع ہوا چار روز متواترا اسی کرب و پریشانی میں گذر گئے اور کوئی ٹھوڑی نہیں ہوا بڑے بڑے ڈاکٹر علاج و معالجہ سے عاجز آگئے کسی صاحب نے موصوف سے بیان کیا کہ یہاں پر ایک درویش ہیں وہ ہر مرض کے لیے پانی دم کر کے دیتے ہیں، چنانچہ صاحب موصوف نے بھی پانی منگلایا اور استعمال کرایا۔ استعمال کرتے ہی ساری شکایتیں رفع ہو گئیں، پس تک پیدا ہوا اور صاحب کلکٹر کو حافظِ گلاب شاہ صاحب سے عقیدت

پیدا ہو گئی چنانچہ صاحبِ کلکٹر نے حکامِ بالا سے سعی و کوشش کرنے کے بعد ایک موڑنے کی سند جس کی آمد فیض پاچ ہزار روپیہ سالانہ تھی۔ حافظِ گلاب شاہ صاحب کی خدمت میں تحصیل اور صاحب کی معرفت بھیجی جس کو اُس وقت حافظِ گلاب شاہ صاحب نے لینے میں تماں فرمایا، اور ایک عرض داشت و دیروہ شریعت میں حصہ پر فور کی خدمت عالی میں ارسال کی کہ ایسا معاملہ ہے جو ارشادِ عالیٰ ہو تو میں کی جائے آپ نے اس درخواست کو سن کر فرمایا:

”گلاب شاہ کو خود اہم انکار کر دینا لازم تھا جو خدا کو تک امراض کو دور کر سکتے ہے وہی بھوک پیاس کی رحمت کو بھی مٹا سکتا ہے۔ جو طبع میں بھر جائے وہ ہمارا نہیں ہے سے：“

زہد و تقویٰ پیشی لے مرد فیر لاطیع بوداں زسلطان دامیر
حافظِ گلاب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس ارشاد کو بن کر نہایت خالق ہرئے
اور انکار کر دیا سند و اپس کردی۔ صاحبِ کلکٹر نے حافظِ صاحب کے مکان سے
متصل ایک مسجد تعمیر کر دی جو موجود ہے۔

غرض کے توکل واستحامت کے بارہ میں آپ جس اعلیٰ پیارہ پر — خود باندھتے
اسی پیارہ پر نے خاص غلاموں کو دیکھنا چاہتے تھے۔ حالانکہ حضور انور میں یہاں قدری طور
نہیں۔ مگر اسی کے ساتھ دوسروں کی حضوریات کا آپ کو احساس و خیال تھا۔ جیسا کہ آپ
نے ارشاد فرمایا:

”بڑی فخری یہ ہے کہ ہاتھ نہ پھیلے“ اس پر حاجی لوگھٹ شاہ وارثی نے عرض
کیا کہ اگر بالا گئے نہیں اور بلما گئے کوئی دے تو کیا کرے؟
فرمایا کہ ”بالا گئے دے تو لے لے!“

حضور انور نے دنیا کی حالت کا احساس فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا، خود
اس کے پابند نہیں تھے حتیٰ کہ کبھی درہم و دینار کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

اس ارشاد سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ نذر ان وغیرہ جو بزرگان دین میں رائج
ہے اس کو جائز نہیں فرماتے تھے۔ مگر خود اپنی ذات کے لیے اس کو روانہ نہ رکھتے تھے۔

بکھاٹ کی نگاہ میں اصل توحید یہ تھی کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پہلے بچانچہ ارشاد فرمائے ہیں :

”توحید آجکل“ کے سیر ہے بھیک ہا نگہ ہیں بڑی پیزی ہے کہ مر جانے ہاتھ نہ پھیلائے تو حید کی قدر آجکل نہیں ہے ”پر کہے کہے :

آزاد کر ترکشناخت جاں راجح کئند
فرزند و عیال و خان و دمال راجح کئند
دیوانہ کنی ہر د جہاں انش بخشی
دووا نہ تو هر در د جاں راجح کئند

حضرت کی نظر کیا ارشیں دنیا کی نعمتوں میں سے کوئی چیز وجہت نہیں رکھتی تھی اور یہ شعر اسکے پابند ہے کہ اپنی زبان مبارک سے نپانی طلب کیا از کھانا کسی ایسی چیز کی خواہش فرمائی جو روزمرہ کی ضروریات میں داخل ہیں خود ہی خدام نے وقت اور موقع کے لحاظ سے پانی یا کھانا پیش کیا تو قبول فرمائیا۔ در نزبانِ مبارک سے کبھی کوئی چیز طلب نہیں فرمائی کسی چیز کو طلب فرمانا سوال سمجھتے تھے۔

ماں دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے بچانہایت دشوار منزل ہے اس لیے آپ کے بعض خدام نے آپ کی بچانہ اور دغیرہ کار و پریہ جمع کیا جس حرکت پر اکثر آپ ان کو بدلتی فرماتے اور جب وہ غذر وغیرہ کرتے تھے کہ ہم کوئی چیز نہیں رکھتے تو آپ پر شعر پڑھتے تھے۔

گور سے کپٹ مت سے چوری کیا ہوئے انہا کیا ہوئے کوڑھی
آپ ہر چیز سے مستثنی تھے اور بالکل بے پرواہ تھی کہ اپنے راحت و آرام کے لیے بھی کسی حسکو مخصوص نہیں فرماتے تھے۔ نہ کسی شے کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے دو نوں ہاتھ جو دو عطا کیے چھوٹے نہیں تھے آپ کو ہر ایک چیز سے بالکل بے تعلق تھی۔ البتہ اپنی ملکیت میں اگر کسی شے کو سمجھتے تھے تو وہ دو چیزیں تھیں ایک تو می کے دھیلے جو طہارت کے لیے خود می ہیں دوسرے دامت صاف کرنے کی خلائیں۔ بچانچہ بتر کے قریب یہ دو نوں پیزیں بچنی ہوئی رہتی تھیں اور موسم گرما میں جب آتا دعاںی کے باہر استراحت

فراتے تھے اور رات کو کسی حصہ میں اتفاق کے پانی برتا تھا تو آپ اب تراپار و غیرہ کو فی
چیز دست مبارک سے نہیں اٹھاتے تھے سب کو بھیت ہوا پھوڑ دیتے تھے البتہ خلائیں
اور مٹی کے ڈھیلے دو فون ہاتھوں میں لے لیتے تھے اور اندر تشریف لے آتے تھے۔ گویا
زندگی میں انہیں دو چیزوں کو کار آمد سمجھتے تھے۔ اور آگر آپ کی عکیت کا کسی شے پر اعلیٰ اتفاق
ہو سکتا تھا تو وہ کبی دو چیزیں تھیں۔ غرض کر آپ کا توکل واستقنا بھی ایک شان رکھتا ہے۔
جس سے پتہ چلتا ہے کہ اصل توکل واستقنا کیا چیز ہے اور کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتْيَّةُ حَكَلِ الْمُشْوِّدَةِ ۝

ترجمہ: ایمان والوں کو چاہئے کہ صفتِ خدا ہی پر بھروسہ کریں۔

طرقیِ اکل و شرب | آپ کے توکل واستقنا کی بھی ہربات میں

بھی اسقدر استقنا و توکل تھا کہ بھی زبان مبارک سے کوئی چیز طلب نہیں فرماتے
تھے اور نہ کسی چیز کی خواہش ظاہر کرتے تھے۔ خدام خود ہی پیش کردیتے تھے تو قبول
فرما لیتے تھے کسی قسم کا کوئی انتظام کھانے وغیرہ کے متعلق یا کسی کام کے لیے کرنا
آپ کے نزدیک خلاف تھا توکل تھا۔

آپ ایام طنولیت سے دائم الصوم تھے۔ آپ کی عمر شریف پچاس سال سے
زادہ ہو گئی جب شکرہ آباد میں مزارِ مبارک ناساز ہو گی۔ اس علاالت کے بعد آثارِ ضعف
منودا ہو گئے اس لیے آپ روزانہ غذا تادول فرمائے گئے مگر وہ غذاباً کل برائے نام
ہوتی تھی۔

تیامِ دیوبہ شریف میں محمود سید معروف شاہ صاحب جا شرفاً فادم فتیم
بارگاہِ عالیٰ معنے خاصہ حاضر ہوتے تھے۔ جب دسترخان بھجا تھا تو سید معروف شاہ
صاحب قبایلہ ہر ایک چیز کی طرف اشارہ سے بتانے لے جاتے تھے کہ یہ فلاں چیز ہے اور
یہ خلائی اور آپ سب میں سے تکوڑا تھوڑا صرف جگل سے اٹھا لیتے تھے۔ ہر ایک
کھانے کی مقدار اتنی قلیل ہوتی تھی اس سے یہ گانہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ کوئی چیز کے

ذائق کی خبر ہوئی کھانے میں بہت جلدی فرماتے تھے بیسے کوئی گزدی دو اعلیٰ سے آمارتا ہے۔

کبھی ست بجا بنا کر بھی عذر استعمال فرماتے تھے۔ سب چیزیں ماشول کے انداز سے اٹھا کر ایک پیالہ میں رکھ لیں اور پانی ٹاکر نو شش فرمایا۔ فریتی آٹھے چھپے سے تادل فرماتے تھے۔

مولانا مولوی سید عبد الغنی صاحب دارالی ہماری مظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۷ء میں جب آپ صوبہ ہماری میں تشریف لے گئے تھے اور بھی میں قیام فرمایا تھا اس زمانے میں آپ کے اکل دشرب کا یہ انداز دیکھا گیا ہے، تو حاجی محمد اسماعیل صاحب رئیس بھی کی بیوی صاحبہ جو آپ کی زمانہ درازک جا شمار مرید تھیں، آپ کے لیے اپنے ہاتھ سے نہایت پرستگفت اور فیض کھانے تباہ کر کے حاضر خدمت عالی کر لئیں لیکن ان کھانوں میں سے ذرا ذرا سا کچھ لئتے تھے اور اکل کھانے تھیم فرمادیا کرتے تھے اور صرف دن میں ایک وقت ابائی ہوئی پھر جو نور محمد شاہ صاحب خادم تیار کر کے پیش کرتے تھے اس کے دوچار لئتے تادل فرماتے تھے۔

حضور انور کو کھانے پینے کی چیزوں سے ایسی بے غنتی تھی کہ لوگوں کو ہر ہیز تر انے کی ضرورت ہوتی تھی کہ یہ خلاں چیز ہے۔ چنانچہ مولوی حامد حسین صاحب قادری بھر اونی پر و فیسر مرودھ کا لج کھلتے ہیں کہ مجھ سے میر عارف علی صاحب رضوی مقیم بیاست برده ہو ایک ہفتاد سالہ شیعہ بزرگ ہیں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ایک مرتبہ باندھ میں تشریف لائے اور حافظ احمد ناخ صاحب تحسیل اور باندھ کے مکان پر قائم فرمایا ڈپی احمد حسین صاحب شاہ بھاں پوری وغیرہ دیگر معزز زین نے حضرت کو بھی مد عویشی تحسیل اور باندھ کے برادر علم رضا احمد حسین خان صاحب کر دی (جس کو تروال بھی کہتے ہیں) میں تحسیل ارتھے (یہ مقام کروی باندھ سے تقریباً پاندرہ کوس کے فاصلے پر ہے) انہوں نے بھی حضور کو مد عویشی کروی کے راستے میں باندھ سے پابچ کوس پر میرا ایک موضخ تھا جسے کھنڈ کہتے تھے۔ اس زمانے میں کروی جانے والوں کو اس گاؤں سے ہو کر جان پڑتا تھا۔ جب حضور انور نے باندھ سے کروی کا قصد فرمایا تو باندھ سے مولوی سید عبد الہادی

صاحب متوطن اتفاق نہ بولے گا اسے عالم سے اور میری سردار تھے جو کوئی کہا کہ حضرت آپ کے
موضع سے گذریں گے ہماری داری کا شرف حاصل کیجئے بچا پڑھنے سے میرے یہاں
تعریف لائے اور میری دعوت قبول فرمائی اس زمانے میں حضرت میرے یہاں
چٹانیاں اچار وغیرہ پیش ہوتے تھے گوشت پیش نہیں کیا جاتا تھا میرے یہاں کھاتے
ہیں کیت کی چینی بھی تھی مجھے اکثر یہ بات یاد آجائی ہے کہ حضرت نے کیت کی چینی کو
چکھکار شاد فرمایا کہ "یہ کیا ہے" میں نے کہا — "حضور کیت کی چینی ہے"
آپ نے فرمایا "کیت کی بھی چینی مٹتی ہے ہیں اس سے پہلے نہیں علوم تھی" یہ
چینی بہت پسند فرمائی جب حضور رخصت ہوئے تو میں دور تک پہنچا گیا اور
وقت واپسی ہی دعوت کے لیے عرض کیا جو حضور نے منظور فرمائی۔ حضور انور کھان نے میں
کسی نہ کسی چیز کی بہت تعریف فرمادیتے تھے مگر ایسی بے تعلقی تھی کہ کیت کی چینی کو
اسقدرت تعجب کی نگاہ سے ملاحظہ فرمایا۔

یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ آپ نے کسی چیز کے ذائقے سے حظ نہیں اٹھایا۔ آپ
نے گیارہ سال کی عمر تک اپنے مکان پر کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد میرش توکل ہی
پرسبر ہوئی۔

آپ پیشتر سے دعوتوں کا تعین بھی خلاف توکل تصور فرماتے تھے ہر شخص کی دعوت
بجزئی تناول فرمائیتے تھے اگر کوئی ذمی متعدد در آپ کے لیے ترکھن اور غصیں کھانا خاض
کرنا اور کوئی غریب اپنا سادہ کھانا دال دیے کی قسم سے پیش کرنا تھا تو آپ دوسرے کے
پیش کردہ طعام کی برابر قدر فرماتے تھے کبھی کسی کو اس بات کی ذرہ برابر شکایت پیدا
نہیں ہوئی کہ ہماری چیز کی کم قدر ہوئی۔ دونوں اپنی خوش نصیبی پر نماز کرتے تھے۔

مولوی حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مسٹر بلیک کا بیان ہے کہ
ایک مرتبہ عشرہ محروم میں حضور انور ردوی شریعت میں تھا میں نظر الحقی صاحب کے مکان پر
قیام پذیر تھے میں لقزوں کے دفن ہونے کے بعد مکان پر آیا تو میں نے اپنی لڑکی سے
کہا حضور پر نور کے لیے حلوہ تیار کر دو مگر حضرت اقدس بادام بالکل استعمال نہیں فرماتے
بادام نہ ڈان۔ اس نے فوراً تیار کر دیا۔ جب میں لیکر چلا تو رُک نے ہنس کر کہا کہ آپ

لیے تو جارہے ہیں حضرت نوش فرمائیں جب بات ہے۔
 میں حاضر خدمت عالی ہوا اور دھلوے کا برتن پیش کیا تو آپ نے نوٹ مکمل
 شاہ خادم سے فرمایا کہ اس کو تضمیں کرو گئے اس ارشاد پر سہی اگئی حضور انور نے
 فرمایا ”کیے ہے تو میں نے عرض کیا کہ پلتے وقت میری لڑکی نے کہا تھا کہ یہ تو جانتے
 ہو حضرت نوش فرمائیں تب بات ہے۔ یہ سُن کر فرمایا:
 ”هم کھائیں گے“

چنانچہ فوراً خادم نے پانی حاضر کیا۔ آپ نے تین مرتبہ انگشت مبارک سے اٹھا کر
 نوش فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بس اب خاطر ہو گئی یہ خلافِ مذاقِ مبارک ہے۔
 پھر حضور انور نے تضمیں کا حکم دیا۔ غریب کہ حضور انور کو کسی شے سے رغبت نہ تھی۔ آخر زمانہ
 میں جب دیوارہ شرایع کو حضور کے مستقل قیام کی عترتِ انصیب ہوئی ہے تو شاہِ فضل حسین
 صاحب وارثی سجادہ شیخ شاہ ولایت اور سید مسرووف شاہ صاحب وارثی کے
 علاوہ اکثر امرا نے حضور انور اور نیز مہانوں کے لیے اپنی طرف سے کھانے کے
 انتظامات کیے تھے۔ چنانچہ روزانہ حضور انور کی خدمت عالی میں متعدد دینیاں کھاؤں
 کی پیش ہوتی تھیں گراپ کی خواراک ایک وقت میں ایک توڑے سے زیادہ نہ تھی اور آخر
 زمانہ میں دو لوگونے وقت میں ایک توڑے کی مقدار رہ گئی تھی جس سے ظاہر ہے کہ آپ کی
 بالکل روحاںی زندگی تھی۔ غذاؤغیرہ بالکل براۓ نام تھی برف کا پانی آپ نے کچھی
 استعمال نہیں فرمایا۔ البتہ سورے سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی استعمال فرمایا ہے۔

سرکار عالم پناہ نے کسی چیز کو ناپسند نہیں فرمایا۔ آپ آپنے لیے کبھی
 کوئی چیز طلب نہیں فرماتے تھے۔ البتہ مہانوں کے لیے ارشاد فرماتے تھے کہ ان کو
 کھانا کھلدا و اور جب تک مہانوں کو کھانا نہیں پہنچ جاتا تھا خود تاول نہیں فرماتے
 رقمِ مسرووف نے حضور انور کے خدام عالی مقام اور جاشارانِ قدمیم سے اس بات
 کی تکمیل کی کہ حضور انور کو کھانوں میں کوئی زیادہ مرغوب تھی تو ان سے ملنگت باتیں
 معلوم ہوئیں کسی نہ کہا۔ شیروار پنڈ فرماتے تھے ”کسی نے بیان کیا“ دیکھ لی اور شکر
 زیادہ مرغوب تھا۔ کسی نے شامی کتاب بتائے۔ کسی نے ”ساگ پڑی ہوئی دال“

کسی نے "خرفہ اور تہوئے کا ساگ بتایا"!
غرضنک مختلف بیانات پائے گئے جس سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کونی چیز
خاص طور پر مرغوب طبع وظیف تھی، بلکہ یہ نتیجہ مکملات سے کہ آپ کو کسی چیز سے رغبت نہ
تھی، ہر شخص نے اپنے خیال سے ایک ایک چیز تجویز کر لی تھی۔

بات یہ ہے کہ جو شخص جس چیز کو حضور کے لیے ایسا سی پڑا ظہار پسندیدگی فتنہ یا ما
خود کسی چیز کی جانب رغبت نہیں تھی اور نہ کسی چیز سے کراہت تھی۔ اپنے علم البصر استعمال
نہیں فرماتے تھے، مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی تعلیمیں آپ کے فقراء بھی اس کو
چھوڑتے جاتے ہیں تو آپ نے صرف ایک مرتبہ گام لئے کہ کتاب کو انگلی سے کھا
ہے تاکہ ایک جائز چیز سے تصرف نہ پیدا ہو جائے۔

البسا آپ نے پھل کبھی نہیں تناول فرمائی اور نہ کبھی اس کی وجہ بتائی جس مکان
میں آپ کے لیے کھانا تیار ہوتا تھا۔ اس میں بھی مچلی نہیں پکی تھی۔ ایک مرتبہ کسی شخص
نے نداو اقتصیت سے وہاں مچلی پکانی تو پھر میں آگ لگ گئی جس سے ظاہر ہوا کہ حضور کے
واسطے جہاں کھانا تیار ہو دہاں مچلی نہیں پکی چاہئے پہنچنے دعوتوں میں بھی لوگ حضور کے
یہ مچلی نہیں پیش کرتے تھے۔ بعد تاول طعام آپ کو خلاں فرمائے کی عادت
تھی۔ اب آخر عمر میں ایک داشت بھی نہیں رہا تھا مگر حسب عادت خلاں ضرور فرماتے
تھے بلکہ خالدین ہر وقت پاس رہتی تھیں۔ عمر بھر توکل پر سبز ہوئی۔ امراء غرباً بوجود عوت کی
استدعا کرتے آپ خوشی سے منظور فرماتے تھے۔ "البتر ہن کے ذرائع معاش ناجائز
ہوتے تھے ان کے لیاں کے کھانے سے احتیاط فرماتے تھے"۔

سیارات شہر تھی اس یہے ایسے کسی شخص کو عرض کرنے کی جگہ بھی نہ ہوتی تھی
نماجاڑ تو ناجاڑ ہے ہی اگلارضا مندرجی یا نامااتفاقی کی دعوت ہوتی تھی تو آپ اس سے
بھی احتراز فرماتے تھے۔ مولوی رونق علی صاحب دارثی الرذاقی مکھتے ہیں کہ میسر
خاندان میں ایک بیوی صاحبہ حضور سے ارادت نہیں تھیں مگر ان کے شوہر کو حضور سے
بیعت نہ تھی، ان بیوی صاحبہ کو ترکہ پدری میں کچھ جائیداد ملی تھی۔ انہوں نے حضرت
کی دعوت کا اتهام کیا مگر ان کے شوہر مصارف کی زیادتی کے باعث ان کے نہیں

نہ تھے۔ ان بیوی صاحبہ نے بغیر ضامنی اپنے شوہر کے اپنی جانیداد کے زمزدہ میں حضور کی خدمتِ عالیٰ میں دعوت کے لیے عرض کیا۔ آپ نے مسم میں ارشاد فرمایا:

"پہلے میاں بیوی صلاح کرو: وہ ساکت ہو گئیں۔ کچھ غرض کے بعد خود ان کے شوہر صاحب نے بخواصِ محبت آپ کی دعوت کا استمام کیا تو آپ نے بطیب خاطر قبول فرمائی۔"

تناولِ طعام کے وقت فرقِ اقدس کو تہہ بند کے دامن سے ڈھاک کر لینے تھے۔ سربراک کھوکر کیم کھانا نہیں کھاتے تھے۔ کھاتے وقت اشت آکڑوں ہوتی تھی اور بعدِ تناولِ طعام استنج کے لیے تشریف لے جانا معمول میں نہ تھا۔ کھانے کے بعد دن بیں تیکوڑا اور شب میں چپلِ تندی فرمایا کرتے تھے۔

لباس

بچپن سے آپ بندوار اپنے غزارہ دار پا جامہ دوپڑی یا کامڑ، ٹوپی اور سیم شاہی جو تے پہنے تھے

تو شفاف نہیں اور جو کا قدیمی لباس ہے۔

مگرہ اسال کی عمر تشریف میں جب جمع بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو جن کے بعد آپ نے احراام تشریف نہیں اتارا اور یہ دربارِ خداوندی کا لباس سیمشہ کے لیے زیبِ جسم فرمایا۔ اور اسی مقدس لباس کو زیبِ جسم فرمائے ہوئے ہندوستان تشریف لائے۔

آپ سے پیشہ ہندوستان میں کسی درویش نے لباس میں یہ سادگی اور چلنی اختیار نہیں کی تھی کہ ایک بی کپڑا پورے بدن کے لیے کافی ہو اور لباس میں بھی شانِ عشق اور رُنگ تھے لکھنؤ بھل جھک نظر آئے۔ یہ سادہ اور بے تکلف لباس بھی تم طیف پرہبایت مجروبِ نظر آتا تھا۔ دیگر اوصاف کی طرح جامزویں میں بھی آپ فرد اتھے۔ حسرتِ موبائل سے:

جامزویں میں بھی سنو جائیں جو بُرے نہیں ہے آن کی

حضرتو انور کو قدیر مطہر زکے رنگ نہایت اغوب تھے۔ زرد رنگ کا حصہ
زیادہ استعمال فرماتے تھے۔

مولوی روشنی علی صاحب وارثی الرذاقی اپنے بدوا بیدار مولوی شیخ قدیر عسل
صاحب محروم مخفود کی روایت سے کہتے ہیں کہ جب حضور پر فوز بعلی مرتبہ میتھے پور
شریعت لائے ہیں تو یہ دیکھا گیا ہے کہ اس وقت زرد ہار رنگی راوی سن کے ہدوں کا
یابوں کی چال کا رنگ زیادہ استعمال ہی آتا تھا۔ مگر ان مختلف رنگوں کی بھی کوئی قید
نہ تھی جو جس رنگ کا تہہ بندا لایا اس کو نہ تو تھی زیب جسم فرمائیتے تھے۔ زرد رنگ اور ماہی
رنگ کی نسبت لوگوں کا خیال ہے کہ زیادہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے
تھے۔

حضرتو انور کے مبوس مبارک کی بورگات بھی ہوتی وہ جسم طیف پر نہایت خوشنا
ہو جاتی تھی۔

وہ چادر زیبی وہ پیاری کھینچن وہ باب اٹھ کی بھینی خوشبوالیں عجیب کیفیت
پیدا کرتی تھی کہ دل بے قرار ہو جانا اور بے ساختہ زبان سے سکل جاتا تھا۔
چشم پسید اُن کی بھینی آش کاراڑہ نہیں
در باب اٹھ کاراڑہ نہیں بوسے علیٰ

کہتے ہیں کہ بزرگانِ دین کی پرتشی بعد وصالِ زیادہ ہوا کرتی ہے، ہمارت کی
حیاتِ ظاہری بھی عجیب یہیت الگیز تھی بے شمار خلق خدا متنیں اور مراویں مالکی تھی کہ
اگر سہارا غلام کام ہو گیا تو احرام شریعت لیکر اسٹانہ عالی پر حاضر ہوں گے۔ چنانچہ داہمگان
دامان دولت اپنی متنت کے موافق نہایت مبوس کے ساتھ اس مقدس باب اس کو لاتے
تھے۔ ایک بڑی سینی میں شیرینی کے ساتھ احرام شریعت رکھا جاتا تھا۔ شریعت کی گاڑی
ہمراہ ہوتی تھیں گلاب پاشی ہوتی جاتی تھی قوالوں کی رویاں راستہ بھر نہ سرانی کرتی جاتی
تھیں خلاصہ یہ ہے کہ بتوڑک و اعثمان اور اس وقت کا جوش و خروش ہوتا تھا دادہ بسان
سے بہرہ ہے اور بھی خیال دیکھی اسما قلبی و ازار وحدت عام طور پر ہدوں میں باکثری
ہوتے تھے اُن کی تصویر اپنے میں کھینچ کر کھانا نامن کھمن ہے۔

فروع شاہ جہان پوری

احرام کی بہار وہ ہر نگ کی پیش
 مثل شعاع نہ رکھتا ہے سب دن
 دو شکن ہے روتے پاک سے ہر زمدم چین
 خوش نگ جس طرح سے چین میں گلی چین
 زینت ہے جملی دہ گلی روئے سبید یہ ہے
 باش جہاں میں مر جس ہر نیک و بد یہ ہے
 وہ سبیرستی ہے در دلت پر ہر چڑی فلکی خدا ہے اٹھ پر دیور ہی پر اڑی
 پچھے کھڑا ستوں بھی یہ ہاتھ ہر چڑی ہر سور داں ہے دیدہ مشاق سے ہجرا
 یوں قمر پول کا عشق ہے اس سرد باغ پر
 گرتے ہیں جس طرح سے پنگے چہداغ پر

آئے احرام شریعت زیب جسم فرمائے کے بعد اترے ہوئے لباس کو ہمیشہ کے
 یہے علیحدہ فرمادیتے تھے جس میں سے اضفت نہیں والے کو اور اضفت دیگر مستحقین
 کوں جاتا تھا اور اس کے حصول کی ایک خاص مسترت ہوتی تھی اور اس کا ایک ایک
 تمار تبر کا لستیم سمجھا جاتا تھا۔
 جس قدر یہ لباس اپنی شان و عظمت میں تقدس اور برتری رکھتا ہے اسی طرح حضور
 کی نگاہ میں اس کی اہمیت بھی تھی۔

چنانچہ آپ جن طایبان الہی کو مبارک لباس عطا فرماتے تھے ان کو اس کے
 ظاہری و باطنی ادب بھی تعلیم فرماتے تھے جو پرائے خاص سخت مجاہد سے تھے جن کے
 آپ خود پابند تھے مثلاً سوائے زمین کی نشت کے چار پالی نکھن کر سی وغیرہ
 کی نشت سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرنی۔ سفر میں سوائے جہاز اور ریل کے کسی جاندار
 سواری پر سوار نہ ہوں اور اگرچہ آپ نے بعض حالتوں میں خاص وجہ سے محدود
 چند فقراء کو معمولی سواریل کی اجازت بھی دی ہے مگر یہ حکم عام نہ تھا جو ایسیں اور جو تھے
 وغیرہ پہنچنے کی طبقی مانع تھی صراحتہ یا کہایتہ سوال سے بھی نہایت پابندی کے

ساتھ نظر رہنے کی ہدایت اور بے لگ اور بے غرض رہنے کی تعلیم تھی تسلیمِ ضا،
توکل و استغنا، زبدہ دریافت اس بامثہ میر کر کا حقیقی بابس ہے۔

وَبَأْمَتْ التَّقْوَىٰ ذَلِكَ خَيْرٌ۔

آپ اکثر طالبِ حق کو یہ بابس مرحمت فرماتے وقت ارشاد فرماتے تھے
کہ: "لویٰ بابس زندگی سے اور یہی کچھ ہے؟"

جس سے ظاہر ہے کہ گویا اپنی سستی کو مٹا دینے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ
آٹ کے فقراء اسی بابس میں دفننگی کے ماتحت ہیں اور جو باطنی تعلیم اس بابس سے
متصل ہوتی تھیں وہ عامہ نہ تھیں جو کچھ میریں آئکھیں۔ پہ اعتماد طالبِ بھی اس بابس کا استعمال
ایک امر و شوار ہے کہ تامی عیش و قم کے اسباب کو نیر ما دکھنا پڑتا ہے اور اگر اس ارشاد
کی تعلیم ہیں ثابت تدبی ہو کہ "لویٰ کچھ ہے" تو طالبِ حق کے لیے یہ مجاہدہ کوئی حمولی
مجاہدہ نہیں ہے۔ آن وحدیں اور سے اور حالت پیدا کرنے میں کافی سے زیادہ موثر ہے
آپ پیش نہیں اس مقدمہ س بابس ہیں۔ ان قیود کے بعد جو اتم اپنید تھے جو بارگاہ الہی
میں اس بابس کو پون لینے کے بعد ہر حاجی پر فرض ہو جاتا ہے مسرخ، سیاہ اور سفید
رہگ، آپ نے کبھی استعمال نہیں فرمائیں دو شال و نیزہ آپ کے استعمال میں آیا۔ خاص
ریشم کا تہ بند بھی آپ نے نہیں سنا۔ البتہ لُسر کا تہ بند زیب جسم فرمایا ہے۔ کچھ زنگ
کو استعمال نہیں فرماتے تھے، پختہ رنگ مرغوب خاطر اقدس تھا۔

تھیں قریبی خامروارین قبول فرمائتے تھے مگر برتر تھے نہیں تھے کہیں کوئی کو مرحمت
فرمادیتے تھے البتہ کمل شوق سے اوڑتے تھے۔ آٹ کی وضعداری خاص طور پر شہر تھی
کہ جو بات آپ سے ظہور میں آتی ہے وہ مستعمل ہوتی ہے۔

آپ کا جو طریقہ اکل و شرب اور جو بابس تھا ایکیں بھی وضعداری کی پوری شان
تھی، جو بات وضت میں داخل ہو گئی وہ اسی حالت میں رہی۔ اس میں کوئی تغیرت ہوا۔

پابندی و ضعف | وضع کی پابندی جیسی حضور انور کی ذات
محروم اصوات میں دیکھی گئی ہے۔ وہ دید

ہے دشمنی۔ جس سے ظاہر ہے کہ مذاق عالی میں اعلیٰ درجہ کا استعمال اور یک رنگی تھی۔

حیثیت و صاحدری واستقلال خاص جو ہر ہمیں جو مردانہ خدا ہی میں کمال کے ساتھ ہوتے ہیں ہر شخص انکا باندھنیں ہو سکتا۔

آپ کی دیگر صفات کی طرح آپ کی باوضعي بھی حزب اللہ ہے جو بات ابتداء میں آپ سے سرزد ہو گئی وہ گویا وضع میں داخل ہوئی، مگن نہیں کسی حالت میں اسیں تغیر و تبدل ہو سکے جس شخص کے مکان میں خود انور پہلی مقام ہوتے تھے اس سیاست کے لیے اسی مکان میں خود کے قیام کا شرف حاصل رہتا تھا، بھی اس میں تبدیلی نہیں ہوتی تھی، بڑے بڑے امر اور سماج تکارے تھے گرائپ غریب میزبان کی دشکنی گوارا نہیں فرماتے تھے۔

اب آخر نہاد میں جب کبب ضعف و فناہست آپ سنہریں فرماتے تھے اور آپ کے متول مریدین و مخدودین خود کو خود جا کے لاتے تھے تو بھی آپ ان کے مکان پر قیام نہیں فرماتے تھے۔ اس شہر میں جہاں ہل مرتبہ اقامت فرمائی تھی وہی قیام فرماتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ جس شہر پر قصبه و غیرہ میں جس راستہ سے پہلی مرتبہ شریعت لیجا تے بس وہی راستہ ہمیشہ کے لیے مخصوص ہو جاتا تھا، ہرگز اس راستہ کو نہیں بدلتے تھے۔ اگر زائرین کی کثرت یا آپ کے استخراج و محییت کے باعث راستہ بدل جاتا تھا تو یاد آتے ہی پڑت آتے اور اسی قدیم راستے سے مسافت طے فرماتے اور ارشاد فرماتے تھے "ہمارا قدیم راستہ وہی ہے" گویا راستے سے بھی آپ کو ناچ منہ ہو جاتا تھا۔

اشناخت راہ میں ابتدأ جس جگہ آپ نے سکون یا پھر جب کبھی اس راستے تشریف لائے تو وہ بی جگہ سکون کے لیے مخصوص ہوئی، آپ کا استقلال ہر کام میں بدرجہ کمال تھا جس قسم کی جوبات خود کی وضع میں داخل تھی وہ نہایت پنگل کے ساتھ تھی۔

مولوی روفی علی صاحب داری الرزاق تحریر فرماتے ہیں کہ موضی کو رہ ضلع بارہ بیگلی میں (بجود یہ شریعت سے جانب شہاد واقع ہے) آپ جب ابتداء میں تشریف لے گئے تھے تو راستے میں ایک بائی تھا جس میں آپ نے ایک درخت کے سایہ میں آدم فرمایا تھا، پسندہ سو لے سال کے بعد جب پھر موضی مذکور خود کے قدم میں نہ

ذود سے شرف بخشندا تو صحف کے باعث پاکی میں تشریف رکھتے تھے اور یہاں زمانہ کے انقلاب نے اس باغ کا نشان بھی ملادیا تھا بلکن جس وقت اس مخام پر پاکی پنچ چہاں وہ باغ تھا تو آپ نے فرما پاکی رکوادی اور اس میں سے اتر کر اسی مخام پر پہنچے چہاں زیر درخت آدم فرمایا تھا۔

اور ہر اسیوں سے ارشاد فرمایا کہ جب ہم سلی مرتبہ اس راہ سے گزرے ہیں تو یہاں ایک سایہ دار درخت تھا جو بہت اچھا تھا۔“ تھوڑی دری وہاں سکون فرمائے کے بعد آپ پاکی میں سوار ہوئے۔

آپ جس مکان میں یا جس قلعہ زیین میں جس سمت کو رُخ کر کے سلی مرتبہ بیٹھے اس تھے، استراحت فرمائی اسی طرح ہمیشہ عمل درآمد رہا اور ایک ہی وضع قائم رہی۔ کبھی اسیں تغیر و تبدل نہیں فرمایا۔

جناب مولانا مولوی حاجی عابد حسین صاحب فتحوری زمانہ اودھ میں مشہور و معروف بزرگ ہیں (اپنے پیر و مرشد برحق مولانا شاہ ندری علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اکثر آیا کرتے تھے اور بعد وصال جناب مولود ح الشان بھی اپنی وضع پر قائم رہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت مولانا و مرشدنا (شاہ ندری علی صاحب) کے حصول قدیموسی سے بہت قبل حالت طفویت سے مجھے جناب حاجی خاچیل کی زیارت کا اکثر موقول پراتفاق ہوا لیکن اس وقت سے رحلت کے وقت تک ہیں تھے ان کو ایک بھی حال پر پایا کبھی کوئی تعقیس نہیں دیکھا اور نہ کبھی کوئی خواہش دیکھی۔“

اس سے ظاہر ہے کہ دیگر سلاسل کے مختتم بزرگوں نے بھی حضور انور کی پابندی و وضع پر غور کیا ہے جو حقیقت یہ ہے کہ آپ کی پادری و وضع میں بھی رنگ و حدت تھا کہ جو بات تھی وہ ایک حالت پر تھی اسیں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا بساں طریقہ اکل و مشرب انشست و استراحت عادات و صفات سب میں پابندی و وضع کا انہمار تھا۔ آپ کی وضع واری بھی ایک خاص شان رکھتی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ذات خود اوصفات میں جو بات تھی وہ استقلال و بخل

کی ایک بین مشال تھی۔

نشست و استراحت

حضور کی نشست و استراحت میں اپنے
استقرار و ضعواری تھی کہ ہمیشہ ایک

ہی حالت قائم رہی، آپ کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ بعد تناول طعام صرف دو سکنڈ کیلئے بائیں کروٹ پر استراحت فرماتے تھے اور دو سکنڈ کے بعد سیدھی کروٹ بدل لیتے تھے اور ہمیشہ اسی کروٹ سے رہتے تھے بچت پوکر آپ نے عمر بھرا امام نہیں فرمایا ہمی کہ تناول طعام کے بعد جب دو سکنڈ کے لیے آپ بائیں پلوپر لیتے اور فوراً ایک کروٹ بدل لیتے تھے تو پونکہ بچت ہونا منظور تھا اس یہ بیٹھ کر کروٹ بدلنے کا دستور تھا، حالانکہ صرف ایک ہی کروٹ میں رہنے کے باعث حضور کے سیدھی جانب کے کوئی میں زخم بھی ہو گیا تھا، یہ بات مشور ہے کہ حضور انور نے تمام زندگی ایک ہی کروٹ میں بسرزبانی، آپ نے کبھی بھی سرما نہ نہیں رکھا نہ زیر کر کر کبھی رکھ کر نشست فرمائی ہمیشہ ہاتھ کا ٹکنیک رہتا تھا۔

ایک مرتبہ مولوی احمد حسین صاحب رٹیں رہرہ منصوص بارہ نکلی نے حضور کے بستر میں دو تکیے رکھ کر لپیٹ دیئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ہم تکیے کو پسند نہیں کرتے"۔

آپ پیراں سالی میں جبکہ قوائے جسمانی میں نہایت ضعف اگیتا اور نشست بُرفا ساتھ میں ضعف کے باعث مختلف ہوتا تھا تو خدام کوئی کپڑا اسیارے کے لیے رکھدا کرتے تھے، آپ کی نشست کا بھی ہمیشہ وہ انداز رہا جس میں ٹکنیکی کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

آپ تین طرح کی نشست فرماتے تھے تناول طعام کے وقت خصوصیت کے ساتھ اکڑوں نشست ہوتی تھی اور اسی نشست سے زیادہ تر ہمیٹھے کی عادت تھی اکڑوں میٹھے میں دونوں ہاتھ زین پر رکھے رہتے تھے یہ خاص صورت نشست کی تھی کبھی دوزاؤ اور کبھی یک زاویہ تھی نشست فرماتے تھے۔

اُن کی نشست کا کچھ ایسا انداز تھا کہ صاف طور پر حضور انور کے اعضا بحیثیں
الفت اور لام اورہ کی شکل پیدا کرتے تھے جس سے لفظ اللہ صاف ٹھرتے ہیں آتا تھا
سی کہ دست راست کی مٹھی بندہ بھی قبھی جوہ کی شکل ظاہر کرتی تھی گویا نشست بھی
علی طور پر یادی سے خالی نہ تھی استراحت میں سر اقدس میم کی شکل پیدا کرتا تھا اور
دست مبارک کا تکمیل کی صورت میں ہوتا تھا اور کہ شرایف کی قدر ختم ہوتی تھی جو
میم مکر رین جاتی اور پائے مبارک والی کی شکل میں ہوتے تھے اس طرح لفظ خدے بے
سلف ہوتا تھا۔

اشترپندر گول نے ایک ہی طرز میں ان مقدس الفاظ کو مطالعہ کیا ہے اور
نشست و استراحت میں لفظ اللہ و محمد صاف ٹھرتا ہے گویا بھیتے میں انداز عالی
اور استراحت میں شانِ محبوبی جلوہ گر تھی زانور پر زانوں رکھ کر یا چار زانوں ہو کر کبھی
نشست نہیں فرمائی۔ آپ کی نشست کا کچھ ایسا و لفڑی سب انداز تھا کہ دیکھنے والوں کی
طبعیت نہیں بھرتی تھی جی پاہتا تھا کہ بیٹھے ہوئے دیکھتے ہی رہیں۔

غرض کر خداوند کریم اپنے جن مقبول اور برگزیدہ بندوں کو اپنی قدرت
کا مظہر کا نومنہ بنانا کر دنیا میں بھیجا ہے، ان کی ہر ایک اور محبوب ہوتی ہے جو حضور انور
حسن و جمال میں بھی اقبال تھے جس کے نظارہ سے:- خاقان آدم علام صورتہ
کا منتظر میشی نظر ہو جاتا تھا، (از حضرت موبانی) :-

وہ تو ٹے زیبا ہے جانِ خوبی ہیں وصف جس کے ساتے کتابی
پڑا، ان اس کا ہے سارہ رگیں یا نکس میں سے شیشہ گلا بی،
چھتی ہے اب تکنگی نظر میں کیفیت ان کی وہ نیمِ خوابی
یارِ من باکمالِ رعنائی خودوت شاؤ خود تماشائی
شد پور حسب نظارہ دامن گیر گشت مطلق بدامِ متید اسیں
آمد اندر حصار شیشہ پر می از تھا عمارے سختی جلوہ گری

حضرت انور حسن و جمال کے اعتبار سے بھی
سر اپا انتخاب تھے جسیں و سست قدرت

سر اپا اے مبارک

نے حسن و خوبی کے ایسے چار چاند لگا دیئے تھے کہ دیکھنے والے انوار الٰہی کا مشاهدہ کرتے تھے اور زبانِ قلبِ کلامِ الٰہی سے اس حسنِ دل افروز کی وادِ دیتی تھی:

لَهُدْ خَلْقَتَا الْإِنْسَانَ فَأَخْرَى تَقْوِيَّةً

دیکھنے والانسان کو بہت ساخت کا پسیدا کیا،

تمام جسم اظہر انور کے سانچے میں دھلاہتا تھا۔ چہرہ انور کا گندمی سرفی مال رنگ نہایت دلخیر ب تھا۔ جیسیں وہ چک اور روشنی تھی کہ اس سے الانسان بیرون زدہ دشمن درہ جاتا تھا اور رعبِ حسن سے نظر جا کر دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی تھی۔

فَتَنَدَّلَ مَاهٌ أَطْيَبَةً مُهْرَلِحٍ بِرْقٍ

اک عکس ہے یہ آئینہِ رُوح کی تاب کا

حضور کا چہرہ انور جس طرح برا عقبیارِ حسنِ دجال و جیسہ و خوبصورت تھا اسی طرح اس میں کششِ حسن اور فرنیقتہ و شیفختہ کر لیئے کی قوت جاذبہ بھی کال کے ساتھ تھی جس سے مخلوقی الہی برداشت دار شمعِ جمال پر شارہِ حسنی اور رُوحِ پُر انور کو دیکھ کر اظہر من انشیں ہو جاتی تھی کہ آپ خاندانِ رسالت کے جسم و صراغ میں آپ کے جمالِ عدمِ المثال نئے بھی افتابِ رسالت سے کسبِ خوبی کیا ہے اور یہ وہ افتاب نہیں جو غزوہ ہونے والا ہے:

بِصُورَتِ تُونِكَارَے نَافِرِ يَخْرِدا

مزراکش مدد و دست از قلم کشید خدا

چہرہ انور کا رنگ اکثر متغیر رہتا تھا، کبھی سرفی اور کبھی سفید ہو جاتا تھا۔ اور بعض اوقات اس میں ہاتا ب کی طرح چک پیدا ہو جاتی تھی جس سے ظہر کے دیکھنا مشکل تھا حالانکہ آپ کے چہرے کی گندمی رنگت تھی۔ ایک خاص بات یہ تھی جس کو بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے کہ حضور انور جس کو اس وقت تک پتھرہ انور سے چاہوئیں ہٹا سکتے جیسا تک اندر ہی اندر رہنے والے کو دھوئیں لیتے تھے چنانچہ سیدھو وفت شاہ صاحب نے ہمیں اتفاق سے حضور انور کے بغیر دھوئے چھڑے مبارک کی زیارت کی ہے اُن کا بیان ہے کہ آفتاب کی طرح چک تھی جس سے

بچہ ہوں میں خیرگی پیدا ہوتی تھی۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب وارثی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حکیم ضمیر احمد صاحب پچھرالیوں کو بھی یہ سعادت انصیب ہوئی ہے وہ چڑھا نور میں مہر منور کی چک دیکھ سریش درہ گئے تھے۔

قاضی محمد الیاس صاحب وارثی غازی کی پوری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خصور انور کی خدمت عالی میں حاضر تھا، شب کا وقت تھا جب بچے ہوں گے چڑھا روش تھا اتفاق سے گل ہو گیا میں نے اس تاریکی میں خصور انور کی ایسی روشنی دیکھی کہ خدا علیم ہے وہ قابل تحریر نہیں ہے اور نہ تلاہ کر رہے کہ بات ہے میں اس خیال میں ایک گھستہ تک حیرت زدہ سار ہا۔

حضور انور کے چیز رہ انور میں جو روشنی اور حسن و لفڑی تھا اس کے کر شے کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جن پران مقدس اناوار کا اکٹاف نہوا ہے۔ تمام ہبسم خدا نے انور کے سانچے میں ڈھالا تھا۔ حضور انور کا قدر عنکسی قدر لایا مگر نہایت موزوں تھا۔ جسم الہبر منوط تھا شوٹا نڈبلا گلگر کثرت ریاضت شافعہ کے باعث نہایت صحیح ناقلوں ہو رہا تھا اور سور و افضل خداوندی تھا جیسا کہ کلام پاک میں وارد ہے۔

وَتَرْبِيَّةُ أَنْفُسٍ نَّكِيرَةٌ عَلَى الَّذِينَ اسْتَهْجَفُوا فِي
الْأَرْضِ وَبَعْدَهُمْ أَنْتَهُمْ وَنَجَعَلُهُمُ الْمَوَارِثُونَ۔

(اور ہمارا مشایر تھا کہ جو لوگ مک میں کمزور کر دیئے گئے تھے ان پر احسان کریں اور ان کو سردار بنائیں اور ان کو وارث لٹھھا رہیں۔)

فرق مقدس بڑا دلخواہ تھا جس سے سرداری نایاں تھی اور آپ کی بنت مرتب پر دلالت کرتا تھا۔ آپ کے سربراک میں یہ بات عام طور پر مشاہدہ کی جاتی ہے کہ آپ نے جدید خصور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے شرق اقدس کی طرح سب سے بلند رہتا تھا۔ مزاروں شخصوں کے مجتب میں آپ ہی کا سربراک سب سے اوپر رہتا تھا۔ سربراک پر گھونگروالے بال تھے جو سنتہ بنی کریم علیہ الرحمۃ والسلام کے موافق تھا۔ دو شیا یا تابانا گوش رہتے تھے میں

بی سبب تھا جو زلفوں کو تھے بڑا نہیں
کہ آج سارے زمانے پر ہیں وہ چھائے ہوئے
پیشانی مبارک فراخ و کشاورہ اور الائچہ داؤندی سے لے کر
لورنگتی ہے :

اے جسم سعادت ز جہیں تو ہو یہا
ایں حسن چھوٹن سست تیارک و تعالیٰ
بھجوئیں کسی قدر دراز محراب دار تھیں، ملکیں بھلیں ہوئیں تھیں، امکھیں بھی بھی
حیا پر در شرگھیں تھیں، بونداہی کے لیے وقف تھیں اور بیمیشہ خیز رستی تھیں، اسکھان اخخار کر کی
کو دیکھنے کی عادت نہ تھی۔ اگر حسن اتفاق سے کسی کی جانب نظر اٹھ جاتی تو وہ مدبر
ہو جاتا اور زبان خال سے عرض کرتا تھا سے :

ڈزدیدہ نامندے بمن ازناز نگا ہے

قربان نگا ہے تو شوم باز نگا ہے

حضرت پور کے جمال عدیم المثال کے رُوروز ازین کے حواس بجاہیں رہتے
تھے اور اس کا تجربہ صفتہ مریدین ہی کوئی نہیں ہے بلکہ ویگر اصحاب کوئی
ہوا ہے۔

مولانا ناظم علی صاحب فضلی نا سب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر ذمۃ
ہیں کہ مجھکو بچنے سے لے کر تازاں شباب بارہا خدمتِ عالی میں حاضری کی نوبت
آئی لیکن نہ ہوش تھا نہ تیر اور نیا دھے کہ کیا کیا واقعات پیش آئے سوا اس کے
کہ سامنے بنا کر از تھوڑتھوڑتے ہو جاتا تھا لیکن خدمتِ عالی میں حاضری کا بہت شوق تھا
 حاجی صاحب قبلہ کے جمال علی الخصوص امکھیوں پر مجھے زیادہ فریضی تھی:

چہرۂ انور کی طرح آپ کی حشان مبارک کو بھی نظر جا کے دیکھنے کی کسی کتابیں
تھی، حضرت انور کی امکھیں جس قدر خوشما اور حسن میں بھری ہوئی تھیں اسی طرح تاثیر
میں بھی کشش مقناع طیں کو مات کرتی تھیں۔

جان شاروں کا ہر وقت مجھ رہتا تھا جس سے عجیب دل اوری منظر پیش نظر ہوتا

اور بیان ختہ زبان سے نکل جانا تھا کہ سہ: (حضرت شفقت)
 کعبہ و بیت الحرام والے آکے قابو میں ترے
 سر بسجدہ رہتے ہیں محرب ابر و میں ترے
 بیٹی مبارک کی قدر می ہوئی اور اوچی تھی۔ درجن مبارک متواتر تھا نہ زیادہ
 کشادہ نہ تھا۔ دونوں اب گلاب کی سی پکھڑیاں۔ دنداں مبارک نہایت صاف و
 شفافت شپھوٹے تھے۔ موتویوں کی سی لڑائی معلوم ہوتے تھے۔ سے (جانب
 الٹی مرجم وارثی)

دیتے ہیں آپ کے دنداں مبارک سے مثال

رسکب گوہر کی بہاں جا کے لڑائی پر لقتہ دیر
 خطاطیف بھرا ہوا تھا۔ ریش مبارک گنجان اور ایک مشت لادیں تھیں جو زیر یہود فراری
 عجیب نظر اڑھنے پیش کرتی تھی۔ جس سے رعب جمال کے خلاصہ حضور انور کے مقدس
 اور بزرگ تشریف و اقدار پر جاں شاری کی امنگ سیدا ہوتی تھی اور زبان مول
 تصدیق کے ساتھ اقرار کرتے تھے کہ اے بادشاہ ہم تو کسی عالم افرزوں سے۔
 تو آفتاب نیروز ہے تیرہ مقدس اور بزرگ چہرہ میں یوسف طیبہ کے ہم دکش
 کی جلک ہے۔

تیرے شرف پر عزم قسم کا کئے ہوئے

بھرپتی ہے رحل ہاتھیں فستائیں یہ ہڑے

گردان نہایت خوشنا اور اوچی تھی دونوں شانت گول اور لانے تھے دونوں
 استحیلیاں گوشت سے بھری ہوئی اٹکیاں لمبی لمبی پتلی نہایت خوبی و خوش
 اسلوب سے مزین تھیں۔ ناخن پاک ہلال تو کام منظر کھاتے تھے۔ دونوں ہاتھوں گیرنی
 خلی کا طیڑا اٹھاتے ہوئے تھے جن سے لبکھائے یہ دالہ حوفَ ابیدِ یهہ و
 عقدہ کش نے جود و عطا کی نسبت حاری تھی دونوں کلماں میں شانِ القی نایاں
 تھی دست و بازو کی قوت کا مدد کو دیکھ کر آپ کے بندے اعلیٰ قوت بازوئے رسما
 جانب علیٰ مرتضی کی یاد مازہ ہوتی تھی۔

آفریں بردست و بر بازوئے تو

سینہ صافی آئینہ کی طرح صاف تھا جس میں اسرارِ خداوندی مخفوظ تھے۔
(شیداں میاں وارثی گھنوی)

سینہ پاک ہے بخوبیہ رازِ احمدی کینہ و بغض و حسد کبر و کدرستگی بری
یر صفائی بکبھی آئینہ میں دیکھی نہ شُنی اہل دل بمحیں نہ کطر ج بزرگ اسکی
زہزادہ کو دل انگلاڑ کو الفت بخشی
جس کو سینہ سے لگایا اسے نعمت بخشی

اور اسی سینہ کے پلوہیں ہے دل کا بھی مقام و صعن اس کا کام ہو یہ دل نہیں رکھا بزرگ نلام
ذکرِ اشغال میں مصروف یہ رہتا ہے ماں الخرض یادِ الہی میں کمی عمرت مام
بچوں کو لذت دنیا کی طرف چاہ نہ کی
سینکڑوں عشق میں صشد ہے پر آہ نہ کی

کر شریعت کسی تقدیر پلی اور نازک تھی پائے مبارک متوضط تھے نہ بہت پھرٹ
نہ بڑے غرض کو تمام اعضاء اطیف نہایت متناسب و موزوں تھے اور ایک خاص
شانِ حسن رکھتے تھے جن سے عالم پر یہی میں بھی خاص کشش و دلخیری ظاہر ہوتی تھی
ز فرق تابعتم ہر کج کو میں نگرم
سر شدہ دامن دل میں کشید کہ جائیجا است

حقیقت آپ کا حسن و جمال بخوائے ان اللہ خلق آدم علماً صبورِ تھے
آئینہ جمال الہی تھا جس پر ایک عالم کو گردیدگی تھی جحضور انور کو دیکھ کر خدا کی یاد آتی
تھی اور نظرِ رحمہ جمال عدیم الشال سے جیبیتے خدا کے حسن عالم افزود کا عکس تاوب
میں پر قوچگن ہوتا تھا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مَسِيْدِنَا مُحَمَّدِنَّ الَّتِي أَلْهَمْتَهُ وَعَلَّمَهُ وَأَمْحَقَبْهُ

وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بَعْدَ حَلَّتْ حَسْبِهِ وَجَمَالِهِ
حضور انور کی شیخ جمال پر پرونوں کا کوئی شمار نہ تھا اس جس عالم تائی بے بجد
بے حساب مخلوقِ الہی کے دلوں پر فتح حاصل کی اور ایسی فتح کر جس نے قلوب کی عات

بدل دی جان شاری کے لیے خود عشقان سے کہت نظر آتے اور زبان حال سے
یہ کہتے تھے ہے:

وست از طلب مدارم تاکام من بر آید
یا توں رسد بجانان یا جان زتن بر آید
جان بربست در دل حسرت که از لبا فش
بگفت یونچ کامے جان از بد ان بر آید

حضور انور پوتستان رسالت کے ایک ترقیاتی چھوٹوں تھے اور جانب
محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا کے جسم لطیف کی طرح حضور انور کے جسم اطہر
سے بھی خوشبو آتی تھی۔ وہ:

هر گلے نو کہ شد چن آرا اثرِ رنگِ فیضِ صحبتِ اوست
جسم اطہر کی خوشبو کا علاوه مریدین عقیدت گزین کے دیگر اصحاب کو
بھی احساس ہوا ہے۔

غشی صدر مست خان صاحب متولن گنج مراد آباد ضلع اناوہر جو حضرت مولانا
شاہ فضل الرحمن صاحب رضی اللہ عنہ سے شرفِ بیعت رکھتے ہیں (حضرت انور
کی تشریعت بری گنج مراد آباد کے متعلق) کہتے ہیں کہ یہ بات اور عجیب تھی کہ حاجی صاحب
کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی جس گلی سے گندراپت کا ہوتا تھا وہ مکانِ محظر
ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے تلاش کننہ خود تلاش کر لیتا تھا میں یہ نہیں کہ سکتا کہ یہ بات
میرے ہی دماغ کو نخوس ہوتی تھی یادوں سروں کو بھی لیکن چند ادمیوں سے دریافت
کیا تو معلوم ہوا کہ ان کو بھی اس کا احساس تھا۔

آپ کی ذات با بر کات کی طرح آپ کا حسن بھی لا جواب تھا جس سے
نگاہوں کو خیرگی پیدا ہوتی تھی اور نظر بھر کر دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً
(حضرت مولانا)

اہل نظر کو بھی نظر آیا نہ رُد شے یار
یاں تک مجہب نور نے مستور کر دیا

پک ہے وہ صنایعِ حقیقی جن مقدوس اغوش کو مارچ عالی عطا فرماتا ہے
ان کو حسن و مجال کے اعتبار سے بھی ممتاز و شہرہ آفاق کر دیتا ہے فتناتکے
اللہ احباب الحقيقة سے : (حضرت مولانا)

محبوبی و رنگینی ہیں جسے دیدن تیری
سرشار محبت ہے خوشبوئے دہن تیری
فناڑیک تملکیں ہے آشوب دل دیں ہے
پیڑیز نجومیں سرا یہ وضع حسن تیری

حدیث تشرییی | جس طرح کا حسن عالم افروز ظاہر میں مجبوب و دلفریب تھا اسی طرح وہ رعنائی و خوبی کے

علاوہ دیگر صفات سے بھی آزاد است تھا۔

یہ مثال بالکل صحیح ہے کہ آپ کا ہر ہدوسر یا مجموعہ ایک آئینہ وحدت تھا
جیسیں دونوں کا نام ر تھا جو روایا وہ حیرت زدہ ہو کر رنگ وحدت میں مستخرق
ہو گیا۔ یہ آپ کی بزم وحدت کا ادنی کر شکر تھا کہ خواہ کتنی ہی کثرت ہو گردد وحدت ہی
کے باعث سب ایک ہی خیال اور ایک ہی رنگ میں متحفظ نظر آتے تھے :

باد وحدت حق ذکرست خلق چہ باک

صد بھائے اگر گرہ زلی رشتہ یکیست

بس طرح خدا گے واحد نے نسبت توحید میں آپ کو ممتاز فرمایا اور پہلبا
حسن و مجال یکتا ذبیحہ نظر بنا یا اُسی طرح جسد اطہر میں تشرییی بھی عطا فرمائی تھی کہ جسم
اطہر بعض اوقات محسوس نہیں ہوتا تھا جس سے ظاہر ہے کہ آپ نور ہی نور تھے بقول
خاقانی ہے :

عقل و باست بہیں چیزیں جفت نہ

تمنی تو نوں کمزور قش دو رکنی تباہیستند

آپ کے جسم اطہر پر بنا ہر جنم کا اطلاق ہوتا تھا اگر حقیقتہ عقل دروح کے سوا کچھ

ز تھا یا نفی داشت کا منتظر تھا کہ کبھی سب کچھ ہے اور کبھی کچھ بھی نہیں جو یہ ہے کہ آئت میں جو خاص صفات نظر آتے تھے وہ عجیب حیرت انگریز ہوتے تھے جو باقیں شاکر تھے وہ حضور انور کی ذاتِ حمود و الصفات میں آنکھوں سے دیکھی ہیں۔

مولوی رونقی علی صاحب وارثی الرزاقی پریتے پوری لکھتے ہیں کہ میرے والد اجد شاہ مقصود علی صاحب پریتے پوری جو حضور کے ہم مکتب بھی تھے بیان فرماتے تھے کہ اکثر پائے مبارک دبائے کے وقت حضور انور کا جسم اطہر محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حاجی حافظ احمد علی صاحب متولی مواردہ دخیرات علی شاہ صاحب پریتے پوری میاں پورے شاہ صاحب نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔

سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ داری تحریر فرماتے ہیں کہ میری بڑی مشیر جو حضور انور سے بیعت تھیں ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اکثر ایسااتفاق ہوتا ہے کہ جب حضور کے پائے مبارک دبائے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو حضور کے جسم لطیف کا پتہ نہیں چلتا۔

آن کے اس بیان پریں نے خود تجربہ کیا اور بوقت شب حضور کے پائیں بستر پر سوتارہ چانچے مجھے بیشرا وفات دونوں پاؤں دبائے کی عزتِ انصیب ہوئی، اکثر یہ کیفیت ہے شاہ بے میں آئی کہ جب پاؤں چی کی غرض سے حضور کے پائیں بستر پر بیٹھا تو جسم اطہر بالکل محسوس نہ ہوا۔ ہر طرف دیکھ جمال کر اپنے بستر پر اکریٹ گی تو حضور انور نے آواز دی ”معروف شاہ سوتے ہو“ میں اس ارشاد پر فرواؤ بستر مبارک پر اپنے جاتا اور ساؤں و بانا شروع کر دیتا تو آپ مختلف متحامات کے واقعات بیان فرمائے لگتے تھے۔

ستید معروف شاہ صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ میں نے اکثر ایسے واقعات سے لوگوں کو تحریر دیکھا ہے مگر جن کو حضور کی صحبت کا شرف حاصل تھا ان کے نزدیک یہ واقعات کچھ بھی تعجب نہیں رہتے۔

مولوی رونقی علی صاحب وارثی الرزاقی تحریر فرماتے ہیں کہ میاں نعمت علی شاہ صاحب وارثی ساکن موضع سہارا جو نہایت زار و شاغل بزرگ اور حاضر باش

آستانہ عالیٰ ہیں بیان فرماتے ہیں کہ حضور انور کے زمانہ عدالت کے بعد اور پاکل کی سواری سے قبل حضور انور کو جب پیادہ پائی میں ضعف اور رفتار میں تکلف ہوتا تھا تو خدا میرا ہی آپ کو ایک چادر میں لٹا نہ اور چادر کے چاروں گوشوں کو پکڑ لیتے تھے اور بے تکلف یہی پلے جاتے تھے۔ حضور انور کا جسم طیف پھول کی طرح بکاہرنا تھا اور بات کی بات میں مسافت طے ہو جاتی تھی۔

چنانچہ دیوبند شریعت سے کرنی تک میں بھی اس خدمت میں شریک رہا ہوں۔

میں ایقین میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور انور حافظ رمضان علی صاحبؒ کے مکان پر رونق افزون تھے، معتقدین کا تجمع تھا حافظ صاحب موصود نے برسیل تذکرہ حضور سے عرض کیا کہ شاہبے حضرت سید السادات شاہ عبدالرازاق صاحب باشوی رضی اللہ عنہ کی کوششیت سے پشتے نکل گیا تھا اگر یہ بات کچھ سمجھیں بنیں آئی آئی ارشاد فرمایا：“ہماری کمریں ایک مضبوط چادر بازدھو، تعیل ارشاد کی اور چادر کو کھینچا گیا تو بندھا بندھا یا پٹکنکل آیا اسپر تمام حاضرین سخت مججب ہوئے۔ میں نہیں بلکہ جس چیز سے جو حکام حضور انور لینا پا ہتے تھے وہ اس سے ظہور میں آ جاتا تھا۔ چنانچہ کھڑی سے بھی رومال کے نکل آئے کا ایک واقعہ ظاہر ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

مولوی احمد حسین صاحب دارثی متولی رہرامتوکا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میسٹر مکان پر حضرت اقدس شاہ عبدالرازاق باشوی کی اس خرق عادت کا ذکر ہو رہا تھا کہ آپ کی کمر مبارک سے پٹکنکل گیا تھا کہ اتنا نہ ذکر ہیں حضور انور میسٹر مکان کے اندر سے باہر شریعت لائے اور ان کے مشتبہ بیانات کو شنسکرار شاد فرمایا:

”یہ کیا ہزرہ سرائی ہے۔ عشاۃ اللہ کی طرف سے ہر حال میں ایک حال ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے اور ہر غلوقی سے جو چاہیں کر دیں تمام صفاتِ عشقی ذات میں فنا ہو جاتے ہیں۔ اسیں گم ہو جانے کو ہی وصال کہتے ہیں اور خود میں مشرمنا

بی کمال ہے۔ عشق جب اس درجہ پر بخچتے ہیں تو اپنی ہستی کو نیست کر دیتے ہیں۔ اس کی شاہی یہ ہے کہ جب آفتاب نکل پر نور افشاں ہوتا ہے تو تارے خندق کی لگاہوں سے کالعدم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح کو اکب کا وجود انسان پر ہے اسی طرح عشق کا وجود و معشووق میں ہے بغواٹے میں کائناتِ بیتھے کائن اللہ کے دجوال اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوا) عاشق و معشووق ایک ذات ہوتی ہے ہیں۔ پس اسیں تعجب کی کوئی بات ہے کہ وہ آفتاب تحقیقی تمام الازار و اوصاف عشق کو اپنے میں جذب کر لے۔

اس ارشاد پر چند ساعت تک جملہ حاضرین پر ہست و سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد حضور المزقبہ مسویؑ کو تشریف لے گئے اور شیخ منظہر علی صاحب قدیم کے مکان میں رونق افروز ہوئے۔ مولوی احمد حسین صاحب قادری متوفی سرہہ مسویؑ تحریر فرماتے ہیں کہ چند روز کے بعد جب اس واقعہ کا خیال بھی نہیں تھا حضور انور نے ایک چڑی جو کبڑی کی طرح تھی اور اس پر سفید رومال بندھا ہوا اتحادی منظہر علی قدوالی کو مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ گور کو کھد مسنا ہے اس رومال کو کبڑی سے کھنچ لوگہ قائم رہے گی اور رومال کبڑی سے علیحدہ ہو جائے گا تبیل ارشاد کی تھی تو راتی ایسا ہی ہوا۔ شیخ منظہر علی صاحب قادری حضور انور کی خدمت عالی میں میباک تھے اس سے انہوں نے عرض کیا کہ غلام اس بندھی ہوئی کبڑی سے قابل نہیں ہوا میں خود اپنے ہاتھ سے گردگاؤں اور پترنکل آئے تو بیک قابل ہو سکتا ہوں۔ آپ نے منظور فرمایا چنانچہ قادری صاحب نے اپنے ہاتھ سے خوب مضبوطی کے ساتھ گرہ لگائی اور کبڑی حضور انور کے درستہ مبارک میں بری دو نوں سرے رومال کے شیخ منظہر علی قادری کے ہاتھ میں تھے۔ انہوں نے جیسے بی رومال کی چیخاوہ صفات نکل آیا۔ اس شخص مجھ تھا کہ کمر تجوب سے اس طرح رومال برآمدہ ہوا گیا بندھا ہی نہ تھا۔ حضور انور نے تم فرماتے ہوئے بلتیر پر واقع افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ "اس خدمت کو میں نے نکل عرب میں ایک استاد سے سیکھا ہے۔" مولوی احمد حسین صاحب کا بیان ہے کہ جب ہم اور شیخ منظہر علی صاحب قادری حضور کی خدمت سے علیحدہ ہوئے

تود گئنے دگدی نے کے بعد یہ تحقیقت خیال میں آئی کہ یہ کمر سے پٹکا کے نکل آئے کہ جواب ہے۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے دست مبارک میں اگر چوبی خشک میں بھی دہی تاثیر پیدا ہو گئی۔ پتے ہے تے:

(جناب الحق وارث مرحوم)

ناک کو ایک نظر ان کی بنائے اکیر

قطرہ ان ہاتھوں میں آجائے تو دریا ہو جائے

حضور انور کے جسم اطیف کی خوبی و نخاست بھی سن و جمال کی طرح مشہور عالم
بے سید علی خادم شاہ صاحب قادری حشمتی سجادہ شیخ ساندھی ضلع ہر دوئی
رقطراز میں کریم عنظت ملی صاحب متوفی ملا زاد خلاح اتنا و جو ایک اُندازہ
شعاب نذرگ میں بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور انور کے ساتھ میں شرکیہ
سفر تھا باہر کی وجہ سے جا بکھا پانی بہرا ہوا تھا۔ مومنع کوست کے مقام پر جہاں
راستہ میں بہت پانی تھا اُن کے پنج سے ارشاد فرمایا کہ تم تم کو گود میں لے لو
میں اپنی جسمت سے شش تشریق تاکہ کس طرح حضور کو گود میں اٹھا سکتا ہوں۔ مگر ارشاد
عالیٰ کے خلاف کیا غرر کر سکتا تھا میں نے تعقیل حکم کا ارادہ کیا تو قصد کرتے ہی بھی
حیرت ہو گئی بالکل ایسا معلوم ہوا کہ چند نہیں کا بچپن گود میں ہے۔ میں حضور کو لیے ہوئے
آسانی سے پار ہو گیا۔ آپ کا جسم اطیف پھر اک طرح رکھا تھا جس کی ریافت و
نگاست کا جب کبھی مجھے خیال آتا ہے تو تجھ ہوتا ہے۔

غرض کہ آپ کا جلدی سر اپا لوز تھا۔ بظاہر تودہ جسم الہم خروج جسم کی
صورت میں تھا مگر حقیقتہ قد آدم ایک آئینہ تاجس میں ذات و صفات
الہی کا مشاہدہ ہوتا تھا۔

او در دل من ست و دل من بدست او

چوں آئیشہ بدست من و من در آئیشہ

حضور انور کے بسی اطمینان صفت تمزیقی کے مشاہدات صرف مریدین متین
اگیں ہی کو نہیں ہوئے بلکہ ویگر سلاسل کے محترم اور اجب انعیم خبرگوں نے جو

مشاهدہ کی ہے۔

چنانچہ جناب مولانا شاہ نذیر الحسن صاحب قبلہ فتح اللہی مند آرائے ابرایان
فتح پورہ سوہ بجونی زمانہ مشاہیر و ذکار سے ہیں ایک دالانامد میں حسب ذیل تحریر
فرماتے ہیں:

"حضرت حاجی صاحب تک شان بہت ارفہ و اعلیٰ نقی، استغراق توہین سقی
عادات سے منتفی ہے۔ صرف ایک واقعہ مشاہدہ میں آیا ہی بہت کافی ہے ہے تو
الف بکل ہزارست و در شارکیست

خاص دیوبہ میں مصائف کا اتفاق ہوا۔ بست کے ایام سب سبنتی پوش تھے
خود حضرت حاجی صاحب بھی اسی رنگ میں تھے وقت مصائف ان کا سید حاصل ترقیت کے
دولوں ہاتھوں میں تھا حقیقتہ خود اپنے ہی ہاتھ تھے جو باہم ملے تھے ان کا ہاتھ سوس نہ
ہوتا تھا یہ کیفیت توجہ احتجادی یا رَجِید غالب دومنٹ نیک قائم رہی تھے،
در میکدہ وحدت جز فرد نبی گنجہ

فیقر خوش وقت ہوئے

اے وقت تو خوش کو وقت ماحوش کر دی

یہ جو کچھ مشاہدہ میں آیا زبان قلم بیان سے عاجز ہے، آہ! اب ایسے
لغوں قدیس کہاں ہے: ہتھ خاشہ ہاکر دندور فتنہ۔
اَتَى اللَّهُ مُشْكِراً تَأْتِيَهُ مَهْكُومًا

محورت از ہی صورتی آمد بر و ن

باز شد ایسا امیہ و احیویت

والدعا، فیقر فتح اللہی

مولیا نے جو کچھ اپنا مشاہدہ تحریر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور
کی شب توحید یا صفت تنزیہی سے صرف مریدین ہی متاثر ہیں ہیں بلکہ دیگر اکابر رشتہ
بھی جن کو بارگاہِ عالیٰ میں شرف قربتِ نصیب ہوا ہے۔ حضور انور کے صفات برتر
کے معرفت ہیں۔

حضور ازور پریشہ پا برہمنہ رہتے تھے مگر پائے مبارک میں گرد و فبار کا باکل اثر نہیں ہوتا تھا اکثر اصحاب کا بیان ہے کہ حضور ازور کے قد و میم سینت لزوم زمین پر پڑتے ہوئے نظر نہیں آتے تھے حضور کے پائے مبارک کی یہ نفاست بیمار افراد کی نگاہ ہوں سے گذری ہے اور اکثر موقع پر چھڑ کا ڈو غیرہ کرا کے لوگوں نے امتحان بھی کئے ہیں۔ جن اصحاب کو حضور ازور کی زیارت کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان کو اگر اس واقع پر تعجب ہو تو ہرگز ان لوگوں کو شرف قدسی نصیب ہوا ہے ان کے نزدیک یہ بالکل معمولی بات تھی جو ہر وقت مشاہدہ میں آتی تھی۔

یہ بات چونکہ عام طور پر مشاہدہ کی گئی ہے اس لیے صرف ان ہی واقعات پر مختصر اکتفا کیا جاتا ہے جو دیگر سالسل کے بعض افراد کی حضوری میں اور جن کی روایت سے مجذوب کیا چکے ہیں۔

جناب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (اوکیل درمیں گیا) جو صاحب زہدا تھا بزرگ ہیں، بیان فرماتے ہیں کہ مولیشا شاہ شیخ عبدالخادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضور بہار میں ایک مرجع خلافی بزرگ گذرے ہیں اور اکثر بزرگوں کا ان کی نسبت خیال تھا کہ وہ قطب الوقت ہیں اپنا پشم دید و اتفاقیان فرماتے تھے کہ ۱۸۸۷ء کا ذکر ہے۔ شہر گیا میں حکیم ضیاء الحسن صاحب ایک نامی گرامی طبیب تھے جو ہسوان کے رہنے والے تھے۔ ان کی الہامی صاحب کو حضور ازور سے بیعت تھی اور حکیم ضیاء الحسن صاحب کو بھی عقیدت تھی حکیم صاحب موصوف نے حضور ازور کی دعوت کا اہتمام کیا اور آپ کو اپنے نکان پر لائے جکیم صاحب کا مکان دو منزلا ہے ایک صاحب نے خاص دروازہ پر اپنی گزار دیا جس کے سبب سے کچھ ہو گئی حکیم صاحب کو اس بات کی خبر بھی نہ تھی، بیٹا نے حضور ازور کی فیض آئی اور اسی موقع پر حکیم گئی جہاں کچھ طبقتی آپ اسی زمین سے تشریف لائے اور اس مکان کے بالاخواز کی پڑی منزل پر بلاتکلف تشریف لے گئے اور فرش رنشست فرمائی۔ حضور کے پائے مبارک صاف و شفاف تھے مطلقاً کچھ وغیرہ سماں کوئی اثر ان میں نہیں تھا۔

غشی صدرست خال صاحب فضل متومن گئے مراد آباد منش انازو اپنی پشم دید
 کہتے ہیں کہ گئے مراد آباد میں جس مکان میں آپ تشریف لاتے تھے دہلی مفضل کے
 طریق پر فرش وغیرہ بچایا جاتا تھا خاص کر سفید چاندنی خود و بچتی قہی اور اس پر آپ
 نشست فراہتے تھے آپ برہنہ پاہر تے تھے گل فرش یا چاندنی میں وحیتہ نہیں
 آتا تھا۔

شاہ محمد رضی الدین صاحب خلیفہ جیاڑ چاندنی ابو العلاء متومن درگاہ اشریف
 حضرت سیدنا ابو العلاء عین اللہ عن تحریر فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک عزیز کے ہاں
 بارہ بیکی میں مقیم تھا بارش بھرست ہو رہی تھی غریم کا ہمینہ تھا میں نے خود دیکھا کہ حضرت
 حاجی صاحب قبلہ مجعع کثیر کے ساتھ اپنے ایک مردی کے مکان تشریف لے گئے میں
 بھی ہمراہ ہو گیا اس وقت بارش کے سبب سے بہت کچھ پڑھی آپ سنور برہنہ
 پا تھے اس ارادت مندے حضور کی آمدیں ہمایت اہتمام کی تھا چاندنی کافرش
 بچھا ہوا تھا کہ خوب آ راستہ تھا اس فرش پر بے تکلف تشریف لے گئے
 میں نے بغور دیکھا کہ باوجو دکھنے اور بارش کے آپ کے پاسے مبارک بالکل صاف
 تھے کوئی نشان سفید چاندنی پر نہیں آیا اب تو کچھ پڑکی وجہ سے ہمراہ یوں کے پاؤں باوجو
 اس کے کو وہ سب بجوتے پہنچے ہوئے تھے بہت میڈے کر گئے تھے۔

مولیانا حاجی قاری مکیم احمد ممتاز صاحب میرٹھی (جو ایک مشہور و معروف عالم
 اور ہمایت خوش بیان واعظ اور چاندنی افتشندیہ و پشتیہ و تادریہ وغیرہ میں صاحب
 سند و خلافت ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ میں جب دوسری مرتبہ بارگاہ وارثی میں
 حاضر ہوا تو میں نے بچھم خود دیکھا کہ حاجی صاحب قبلہ فیش سے اتر کر پاہرہ
 بہت زیادہ چھڑکا دیکھوئی زمین سے گذرے گل آپ کے پاسے مبارک الودہ
 گل نہ ہوئے۔

حضرت مولیانا حاجی شاہ سید ابو محمد علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی
 مند آرائے کچھو چھر شریف ضلع فیض آباد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب
 قبلہ کے خوارق عادات میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ برہنہ پاہلے تھے گل آپ کے

پاؤں میں گروغبار یا کچھ بانہیں لگتی تھی۔ فرش پر کبھی آپ کے پاؤں کا وحیہ نہیں آیا۔ میں نے بچکم خود حضرت حاجی صاحب کو عیدگاہ میں پارہنہ تشریف لائتے ہوئے تو اس دیکھا ہے مگر کبھی محتلے پر وحیہ نہیں دیکھا۔

حضور انور کے پائے مارک، آلوہہ ملک نہ ہونے کے واقعات ہزاروں لاکوڑ شکھوں کے چشمیدیہیں یہ ایک سُکھی ہوئی نشانی تھی جو ہر وقت نگاہوں سے گزرتی تھی اور اس کا شاری میں کرامت یا خلقی عادت میں نہیں پہ جو کسی خاص و قدر میں ظہور پذیر ہوئی ہو۔ اسی وجہ سے مریدین کے چشم وید و واقعات کو نہیں لکھا گیا، حضور انور کے اس نشانِ ولایت کو ایسے افزاں نے بھی تحریر کے ساتھ دیکھا ہے جن کے پہاں پیری مریدی راجح نہیں ہے، بچا کچھ مولوی حامد حسین صاحب قادری بچپناہی پروفیسر برودہ کا لمحہ تحریر فرماتے ہیں کہ میر عارف علی صاحب رئیس برودہ (جو نہ بہبہ امامیہ رکھتے ہیں) یہ واقعہ اپنی چشم دید تجھ کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ کردی سے واپسی کے وقت حضور جو میرے مکھان پر تشریف لائے تو برہمنہ پا تھے راست میں نہ صرف ریت اور مٹی بلکہ پانی اور کچھ بھی تھا جس کی وجہ سے پاؤں کا آلوہہ ہونا لازمی تھا مگر حضرت اسی طرح برہمنہ پا بستے تھا فت چاندی پر تشریف لائے اور چاندی پر طلاق کوئی دھبہ نہیں پڑا۔ یہاں کتنی تو پہلے بھی تھی مگر لڑکیوں نہیں آتا تھا سیکن خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تو تحریر کی کوئی اہتمام رہی۔

مولوی حامد حسین صاحب قادری جو حضرت شاہ نظام الدین صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بھیت رکھتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خود ان بزرگ نے نہایت محبت کے ساتھ لکھا ہے۔

حقیقتہ حضور انور کی ذات سمجھنے والے اسکے قدرت نما تھی تمام جسم لطیف مرقع نور تھا جس کے مشاہدات چشمِ عالم میں پچاچونہ کا گام پیدا کرتے تھے۔

آپ کی تمام زندگی آلاتشِ دنیوی سے پاک اور روحانی زندگی کی ایک بنی مثال تھی تمام اعضاء لطیف جعل کا نہ شان و خاصیت میں متاز تھے پھر یا نے

مبادر میں نفاست کیوں نہ ہوتی۔ رہنے نصیب ان ہاتھوں اور بول کے جن کو محض کے
پانے مبارک سے مس ہوئے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ تھے:
(شیدا میاں وارث)

سریاں جس نے جھکایا وہ ہوا نیک انجام
دین دنیا کے سبھی بن گئے بُڑے ہونے کام

اپنے پیر کی سبھی رہبری کرتے ہیں دام
اب قدم چوم لئے شیدا کہ سراپا ہے تمام
کوئی دنیا میں تعلق سے نہ مت زہوا
سریاں تو نے جھکایا تو سر افزار ہوا

اندازِ تکلّم آپ کے سراپائے عدیم المثال کی طرح آپ کا انداز

گفتگو بھی ہمایت و اخربیب تھا۔ با توں میں دہ خلاوت و
شیرینی تھی کہ زبان قلب مدقائق پچھارے یا کرتی تھی خاموش بیٹھنے کی زیادہ ناد
تھی بلکہ ہیں ہر وقت سخی رہتی تھیں۔ کبھی کلام فرماتے تو بہت محضر الخاظ میں بہت جلدی
اور آہستہ آہستہ اخناذ کو تکھر کے ساتھ ادا کرنے کی عادت تھی لیکن جن اخاطر سے
سامعین کو ہدایت یا مخاطب فرماتے ان کو کمر را شاد فرمادیا کرتے تھے زبان
میں کسی قدر گھنست بھی تھی۔ با توں بالکل مخصوص بچوں کی طرح سیدھی سادی
او رسکل کلام اپنے حد سے زیادہ اختصار کی وجہ سے مشتا توں کو بے چین کر دیتا
تھا اور وہ کمی دوسرے وقت کے یا کسی اور رسکل کلام کے بھوپا اور مجسس
رہتے تھے۔

آپ با توں با توں میں بڑی بڑی عقدہ کشا میاں منصر مادیتے اور بڑی بڑی
الجھیں سلچا رہتے تھے۔ آپ کی شیرین کلامی مریضان درد مجست کے لیے واروئے
شفا برتی سکوت میں بھی ایک خاص شان اور انداز و تقارن میاں ہوتا تھا۔ آپ
کی ہر ایک اداشان مجبوبیت سے آراستہ ہوتی تھی۔

خانوٹی پر اک شوکت شاہزادہ جب اتنی
باتوں میں دوائے ول دیواں جب اتنی

وگوں کو تناہی تھی کہ جنباش بھائے مبارک سے مقصید ہوں مگر آپ کہہ رہا
عمرت سے مر غوب ہونے کے باعث کسی کو سلسلہ کلام تھرست کی جرأت نہیں تھی
خود ہی اگر طبع اطیف کو متوجہ و کھکھتے تو عرض کرتے تھے کہ یہ کلم غوب کی حالت حضور کی
نگاہ میں آئیں۔ آپ کو کہی کسی نہ قہقہہ مار کر بخت ہوئے ہیں۔ مگر
البتہ آپ کے مبارک ہونٹوں پر شانِ بتسم ہر وقت بودا رہتی تھی۔

ہنسی کی بات پر بھی زیریب بتسم فرماتے تھے اور بتسم میں یہ انداز ہوتا تھا کہ دن کا
مبارک نہیں کھلتے تھے۔ ایک خاص بات یہ تھی کہ وقت بتسم وست الہر کو منہ پر رکن
یتے تھے۔ آپ نے کہی کی قسم کی گفتگو کو طول نہیں دیا کہ کی واقعہ کی وی رنگ تفصیل
فرمائی۔ چند لفظوں میں سلسلہ کلام کو ختم کر دیا کرتے تھے۔ ہر وقت ایک عام مکوت
طاری رہتا تھا جیسے کسی خاص خیال میں محیت ہوتی ہے۔ جو کچھ بھی زبانِ مبارک سے
ارشا فرماتے وہ نہایت جامن و مانع الفاظ میں ہوتے تھے جو بڑے خیال و غور کے
بعد یا کسی خاص واقعہ کے پیش آئے پر سمجھیں۔ آتے تھے۔ ان کی تفصیل زبانِ مبارک
سے سمجھیں نہیں آتی تھی بلکہ آپ کی مدد سے روحاںست سے اکٹھافت حال ہوتا تھا۔

حضور کے باطنی اوصاف کا تو یاد کر ہے بطاہر حضور پروردگر روزمرہ کی باتیں
بھی عجیب و غریب تھیں جن کا سمجھنا ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ آپ کی جو
گفتگو کہنے کو ایک بات ہوتی تھی اس میں بھی ایک خاص شانی ہوتی تھی جس سے حرمت
ہو جاتی تھی کہ حضور انور کی معمولی بات چیت بھی بے حد تصرفات سے مدد ہے۔ بات
خاص تھی کہ اگر کسی مخاطب سے قسم آئیں میر لمبجیں کچھ ارشاد و فرمایا گو بطاہری مفہوم اس
قسم آئیں گفتگو کا بھی روزمرہ کی باتوں کی طرح ہوتا تھا لیکن عجیب شان تکم ہوتی
تھی کہ مخاطب پر نیو دی طاری ہو جاتی تھی اور وہ چشمِ زمان میں بادۂ محبت سے سرشد
ہو جاتا تھا۔

جنابِ مرزا محمد ابراهیم بیگ صاحب شیدواری دبو حضور انور کے مخصوصین میں

میں میں اتحاد فرماتے ہیں کہ درجہنگہ میں نزاں صادق علی خان صاحب کے مکان پر حضور انور قیام نپر تھے کہ ماہین عصر و مغرب ایک عرب خدمت عالی میں حاضر ہونے آپ نے صرف استعداد سے فرمایا کہ — مدین صاحب کل آپ کے فاطر ہو جائے گی۔"

دوسرے روز مریدین و معتقدین کا مجتمع تھا کہ نواب انور علی خان صاحب کے مکان سے آپ برآمد ہوئے وہ عرب صاحب بھی حاضر تھے آپ نے ان کو ایک مکڑا احرام شریعت کا عطا فرمایا جو آسمان رہا کے میسٹنے کا تھا اور عطا فرماتے وقت تہسیم آئیز لجھی میں ارشاد فرمایا کہ لویہ تہارا حصہ ہے۔ عرب صاحب نے وہ تکڑا ایکرا ایک در دنکا آہ کی اور مضطرب و بیقرار ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ دے اور ماہی بے آب کی طرح ترپنے لگے ان کی اس حالت سے ماعزین پر بھی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بگر حضور تہسیم لجھے سے بار بار یہی ارشاد فرماتے تھے۔

"مدین صاحب کو یہ کیا ہو گیا؟"

آخر جب بستر پر شریعت لائے تو عرب صاحب کو اسی حالت میتاں میں بلاؤ کر باب فقر یعنی تہس بند مرحمت فرمایا عرب شاہ ان کا نام رکھا اور یہ حکم دیا کہ "صادق علیخاں کے بنگلہ میں رہا کرو"۔

یہی فرمایا۔

"اگر دل گھبرائے تو مدینہ شریعت پلے جانا جمعہ کے روزہ سم سے ملاقات ہوا کرے گی۔"

معلوم نہیں کہ اس جلد کے درحقیقت کی حقیقت تھے کہ "لویہ تہارا حصہ ہے" جو کوئی صاحب نے سمجھا ہو گا اور اس معمول گفتگو کے پیوں میں کوشا ناوک ولد و ز پہنچا تھا کہ مدینی صاحب نے ایک آہ سرد بھری اور میتاب ہو گئے ہے۔

درون سیدہ من زخم بے نشان زدہ
بیحر تم کر عجب تیر بے کشان زدہ

حضور انور کا یہ ادازہ تکمیل ہے کہ اسی وقت منا طلب کو بر جستہ جواب دیتے تھے۔ بنی ہر قویہ ایک معمولی گفتگو تھی مگر زبانے اس میں کیا کیا فیوض و برکات مضر نہیں کہ آن واحد میں مدین صاحب کو خلعت فخر ہی مرحومت ہو گیا اور مالک بھی بدل گئی۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی مذکور العالی رائے سیل نمبر ایکریکٹو کونسل ہمار) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پر نور ہند تشریف لائے اور بمحض سے ارشاد فرمایا: "تم میرے ساتھ دیوے چلو"۔

خدانے بھئے دو بچے دینے میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی اس زمانے میں ان دونوں کے پیچکے نکل تھی میں نے خیال کیا کہ بچوں کو کس پر چھوڑوں کیونکہ جاؤں (حضور نے بارہ فرمایا ہے :

"میری وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑ تیری دنیا داری عبادت ہے"؛ چنانچہ میں اس عرض سے خدمت عالی میں حاضر ہوا کہ میرے بچوں کی یہ حالت ہے نیسکر لیے ارشاد ہو جائے تو میں نہ جاؤں۔

بچنے کے ساتھ ہی حضور پر نور نے خود بخود ایک قصہ کہنا شروع فرمایا جس کا مطلب یہ تھا:

"محبت میں مال و دولت مال باپ دین و دنیا سب چھوٹ جاتا ہے"؛ اس کو ارشاد فرمائے کے بعد میری طرف مذکور فرمایا:

"بالآخر میرے ساتھ چلتے ہو"؛

میں نے عرض کیا:

"حضور ہاں!"

اور بچوں کو اُسی حال میں چھوڑ کر حضور کے سامنے ہو گیا۔ میرے ساتھ حکیم مبارک حسین صاحب بھی تھے (جن کا نام بعد میں عبداللہ شاہ ہوا اور حضور کے خاص فرزائیں گذرنے) میں نے حضور سے عرض کیا کہ حیرم صاحب میرے قریب رشتہ میں بھائی میں اور بڑے سیاح ہیں حضور پر نور نے یک صاحب

سے مناطب ہو کر فرمایا
”یکمرتبی جتنا تم کافی زبان و بینفسہ کو یاد رکھتے ہو اسی متدر مجھے بھی یاد رکھا کرو؟“

میں نہیں کہ سکتا کہ اس کلام میں کیا تائیر بھری ہوئی تھی اور کس ادا نے خاص فرمایا تھا کہ حکیم صاحب یہی مرض عشق میں بدلنا ہو گئے۔ ان کی عجب نالہت ہوئی اور وہ یہی میرے سہراہ حضور انور کے ساتھ پلٹنے کو تیار ہو گئے۔ حضور پر انور کے انخال میں عجیب تائیر ہوئی تھی اور عقل کام نہیں کرتی مشاہدات کا منظہ بھی انخال میں دکھایا جاتا تھا۔ پس اپنے خان بیادر مولوی محمد باقر غفاری صاحب دارالشیعہ پریمی کالج میں راستے بریلی، جو ایک قرشی بزرگ ہیں بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بارگاہ دارشی میں حاضر تھا میں نے دیکھا کہ ایک ہندو سادھو ہبہ ایتھے سے پکڑ کر تماہیوں اسافت طے کر کے خدمت عالی میں حاضر ہو اور اپنے مذہبی قائد سے ڈنڈوت کی قدم چوپئے اور خاموش کھڑا ہو گی۔ غاباً یہ اس قدر محنت کر کے کسی خاص غرض سے آیا تھا۔ خادم نے ایک شخص کو اشارہ کیا کہ ان کو سید حادلادو۔

اس نے کہا:

”کوئی سید حادیت کے لیے اتنی محنت کر کے نہیں آیا ہوں میرا مقصد پڑا ہبنا چاہیے۔“

حضور انور نے اس کی طرف دیکھ کر عرف اتنا ارشاد فرمایا:
”اچھا جاؤ“

وہ سادھویہ مختصر لفظ سن کر اس قدر شاد و سرور ہوا کہ جو شیں انبساط سے اچھلے کو دنے لگا اور چلا گیا۔ سامعین کی کچھ سمجھو میں نہیں آیا کہ یہ کیا معاملہ ہے اور ان دونوں میں کیا رازِ حقیقت بھرا ہوا ہے اور ان لفظوں کا کیوں ایسا برقی اڑا پسپر ہوا کہ اس نے بے اختیار اور ہبہ ایتھے سے اپنی کامیابی کا اظہار کی۔ اپنے کے کلام میں یہ خاص صفت قبیل کو بنظامِ مختصر ہوتا مگر بہ اعتبار منہنے کے نہیں دست دو جامعیت رکھتا تھا اور مناطب کے لیے ہبہ ایتھے سبل جوتا تھا اور

ساعین کے فہم و ادراک حضور انور کے ارشادات طیبات کی کہنے حقیقت تک
شخنے سے قاصر و معدود رہتے تھے۔ آپ کے افاظ فنا طب مخصوص کے ساتھ
مشابہ پیش کر دیتے تھے۔

حضور انور بات کی بات میں بڑی بڑی الجھنیں سمجھا دیتے تھے جنماں پر حقیقت
ماب مولوی سید عذیز حیدر صاحب قبلہ وارثی (وکیل و نویں گیا) تحریر فوٹے
میں کہ بنابر مولینا مولوی سید محمد کریم صاحب پشتی نظامی اشرف درویش امداد
بیتھو خلیج گی جو بنا بیت جلیل القدر بزرگ ہیں اور اس دیوار کے علمائے دین کی جماعت
میں بنا بیت مستند شمار کئے جاتے اور جن کے شاگردوں میں اس وقت اکثر علما،
سر برآورده اور مقدرہ ہیں، کمال تبیح شرع شریعت و سنت نبوی صلواتہ میں صاحب
اجازت و خلافت بھی ہیں، مگر اونک زندگانی زمانہ شغل تعلیم و تعلم مولانا کو بخطا ہر قصہ
کی جانب رجحان نہ تھا (ایچنداں میلان نہ تھا)، مگر بظاہر شریعت میں بڑے استوار

ساخت تھے اور روح و بطن شریعت کی جانب جو طریقت سے تعبیر کی جاتی ہے
مولوی صاحب چندال طفت نہ تھے۔ مولوی صاحب طلباء کو درس دیا کرتے
تھے کیا کیا اہنوں نے اس درس و تدریس سے قطع تعلق کر لیا اور کچھ روز مکان میں
بظاہر بے شغل مختلف رہے۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے برلنی جانے کا قصد
کیا۔ اس زمانہ میں ہم لوگوں کا بھی دیوہ شریعت جانے کا ارادہ ہو گیا اور انفاق وقت
سے سفر میں مولوی صاحب کا ساتھ ہو گیا اور مولوی صاحب ہم لوگوں کی خاطر سے
بارہ بُکلی کے ایشن پاؤڑ پرے اور ہماری محیت میں دیوہ شریعت بھی گئے ہمارے ہی
ساتھ قیام فرمایا گکروں بارگاہ وارثی میں نہیں گئے بلکہ باہر بڑا ہر رہے دوسرے
یا تیسرے روز اہنوں نے قریب مغرب مجھ سے اپنی خواہش ظاہر فرمائی کہ ہم بھی ملنا
چاہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ چلپیں تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا برسو پشم حاضر ہوں چنانچہ
بعد نماز مغرب میں مولوی صاحب کو تکریب حاضر خدمت عالی ہوا حضور انور اس وقت
بستر پر آرام فرم رہے تھے پھم کی طرف سر اقدس تھا پورب کی جانب پائے مبارک
تھے اور وہی کروٹ حسب معمول لیٹے جوئے تھے میں ساتھ حاضر ہوا اور میری

وائیں جاپ سلووہ سلووہ مولوی صاحب —۔ تھے میں دست پر س
سوا دیواریں کر مولوی صاحب نے بھی مراسمِ تسلیم ادا کیا تھیں لہم میں شروع ہے۔
کی نسبت عرض کیا کہ "حضورؑ کی زیارت کو حاصل ہوئے ہیں" آپ فوراً اضافہ کیے اور
عوام جو طریقہ نشست کا دو نوں کھٹ پارچھا —۔ اسی طریقہ نشست
فرما کر مولوی صاحب کی طرف خطاب کر کے فرمایا "مولوی صاحب مولوی صاحب
ہم تو کتابیں بھول بھلا — گئے" میں نے عرض کیا "حضورؑ مولوی صاحب بھی بھول
رہے ہیں حضورؑ نے پھر مولوی صاحب کی طرف وکیج کرا رشا دفر مایا

"مولوی صاحب الکلماۃ لفظ و ضعف لغزید مفقن ۴ آپ نے پڑھا ہے نا
ہم تو بھول بھلا نے گئے"
پھر رشا دفر مایا:

"مولوی صاحب اذن اللہ خلق آدم علی حضورؑ میت ہے نا
بس دیکھا کرو" یہ فرمائی گیت رہے اور ارشاد فرمایا: "چاہ پھر ملاقات
ہوگی"

جانب مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ جس وقت حضورؑ
نے اذن اللہ خلق آدم علی حضورؑ میت ہے فرمایا اس وقت مولوی صاحب
کی جانب نظر بھی فرمائی اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت مولوی صاحب پر کچھ
کیھیت طاری ہے۔ اس کے بعد بارگاہ عالی سے رخصت ہو کر جب باہر آئے تو
مولوی صاحب کے چہرہ اور بشرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راحت اور خوشی میں ہوتا
ہے۔

مولوی صاحب سے میں نے کچھ دریافت کرنا پاہا تو انوں نے فرمایا کہ اس کی کیھیت
عقاب سے کہیں گے جب جائے قیام پر جسچے تو مولوی صاحب نے بیان فرمایا
(موری) صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ کچھ اس وقت میری یاد میں ہے وہ یہ ہے)
ہم جب طلباء کو درس دیتے تھے تو ایک طالب علم کے سبق میں یہ حدیث آئی اس
نے سوال کیا:

” خدا کی توکوں صورت نہیں پھر یہاں صورت کے کیا منے ہیں اور اس کیا مفہوم ہے۔“

میں نے جو کچھ سلے اور ملائیا کرتا یا تھا وہی اس کو بھی بتا مگر اس کی تخفی نہ ہوئی اور وہ بار بار پوچھتا رہا لپک کر جو خود ابھی اپنے معنی بیان کرنے پر ترقی توکیں تھیں اس سے یہ حکر میں رہا۔

اور بہت زمانہ تک ادھر ادھر کتابیں پہنچاتے رہا کہ معنوی تحقیقی دنیا فست کر دیں لیکن یہ پتہ نہ پڑا تو دل چھوٹا اور درس و تدریس کی طرف سے طبیعت منفعت برہی اور یہ سوچا کہ ایسے پڑھنے کے کیا فائدہ ہے جب حقیقی معنی ایسی ہیں تو کس کے سمجھیں نہ آئیں چنانچہ آئیں سک تلاش و سبق تو یہی رہی کہ صورت کیسی ہے اور صورت کے کیا منے ہیں البتہ دل کرتے زمانہ کی الجھن متحی بس کو آج جاہی صاحب نے حل فرمادیا۔

بالآخر ہم لوگ مکان کو داپس ہوئے اور سولوی صاحب، شاہجہان پور بیلی و دلی و اگرہ وغیرہ گئے اور سہرا جیہر شریعت پر سچے توکی برس وہاں قیام رہا۔ بعد ازاں حضرت سلطان الشانح محبوب الہی کی حضوریں ہمازگر ہوئے اور اب دلی میں قیام ہے۔ آزاد فیر جس کو کہتے ہیں وہی میں اب دوسرا ہی عالم ہے سے :

بین تفاوتِ رہ از کجا ست تا ب کجا

اس داقتریں حضور پریز کی زبان فیض تر جان سے جو انداخت نکلے وہ حاضر بن چکے بلفظ نئے مگر ان الفاظ کی حقیقت کو کچھ مولیانا نے ہی سمجھا جس سے ان کی ایک بڑی الجھن رفع ہو گئی۔ حق تواریہ ہے کہ حضور پریز کے انداخت مشاہدہ ہیں کو دیتے تھے۔

حضرت انور کی نظر میں ایک غاصب بات یہ تھی کہ جس سے مفہوم ہوتے اس پر کچھ اور اثر ہوتا تھا اور دیگر سامعین پر کچھ اور حالت طاری ہوتی تھی اور وہی جب باہر آگ کی بیان میں آتے تھے تو کچھ اور کیفیت موسس ہوا کرتی تھی۔

اپ کے دلاغظوں میں بڑی بڑی گتھیاں سمجھ جاتی تھیں۔ ہر ایک بات حقیقت حال پر ہنسی ہوئی تھی۔ مسائل وغیرہ پر بحث نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولیا شاہ

ابو محمد علی حنفی صاحب اشرفت الجیلانی تحریر فرماتے ہیں کہ مجید سے شاہ عبدالرحمن حنفی
دہلوی خلیفہ حضرت اخوندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حضرت ماجدی صاحب تبلہ
کی ملاقات کو گیا اور میں نے کچھ مسائل توجیہ دریافت کئے تو آپ نے فرمایا:
”جس پر سر توحید مکثت ہوتا ہے وہ جانتا ہے زبان سے اس راز کا ادا ہونا
مشکل ہے：“

اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضور پر نور بالتفصیل کوئی مشاہدہ نہیں سمجھاتے تھے
 بلکہ تخت طور پر جواب دی دیتے تھے اور اسی جواب میں تشفی ہو جاتی تھی۔ آپ کے انها
حقیقت میں اپنی نظر تا شیر میں لا جواب ہوتے تھے۔
چنانچہ مولانا حکیم سید علی نقی شاہ صاحب (بیو خاندان افسٹن بندی میں صاحب
سند و خلافت بزرگ ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس فتحپور
بسوان میں متین تھے۔ مولانا نیاز احمد صاحب جمعہ کے روز مسجد میں سخت الغاظ میں
حضور کا ذکر کر رہے تھے کہ یہاں کیک آپ مسجد میں آگئے اور صرف استھن ربانِ مبارک
سے ارشاد فرمایا کہ:

”مولوی صاحب! آپ اپنی بنا پکے میں تو اپنے دکھ درو میں بچنا ہوں۔“
اس کلام سے مولانا چیخ مارکر روتے تھے اور تامنجع رو تے روتے روتے
بیو شہر ہو گیا۔

آپ کی تا شیر کلام کے یہ ادنیٰ کر شے تھے کہ خاطب اور اہل محفل پر فردی اثر
ہوتا تھا۔ حالانکہ بنطاحہ رودہ بالکل معمولی جملے ہوتے تھے۔ آٹ کے الغاظ میں یہ بات
بھی تھی کہ بعض ارشادات کا مطلب خاطب کی سمجھیں فوراً نہیں آتا تھا مگر وہ خاموش
ہو جاتا تھا اور سمجھ جاتا تھا کہ حضور پر نور ہی انس کے سمجھانے میں مدد فرمائیں
گے۔

چنانچہ حاجی او گھٹ شاہ صاحب والی متولی بچھاریوں کا واقعہ ہے کہ جب
یہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ شمس الدین صاحب تبلہ حاشیتی صابری رحمۃ اللہ علیہ
کا عرس مبارک کرنے کے لیے حضور پر نور کی اجازت سے جانے لگے تو آپ نے وقتِ رخصت

میں پادریں مرمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا
”یہ حضرت خادینا ہے“

حاجی او گھٹ شاد حما بکلہ احمد تبلد کا جس مسجد میں مزار ہے اس میں ایک بزرگ حضرت سہرا ب شاہ صاحب کا ہے مزار ہے رانیوں کے نام نامی سے مسجد مشہور ہے حاجی او گھٹ شاد حما صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا ان دونوں مزاروں کے لئے تو دو چادریں ہو گئیں اب قمری چادر کس ہے۔ مگر یہ بات فرن شین ہجی کہ کہ آنحضرت حضور افسوس کے ارشادات فوراً بھروسی ہیں آتے۔ اس لیے میں میتوں پادری ہی نیکر چلا گیا اور پھر الوں میں بچکر دو چادریں دونوں مزاروں پر حضرت خادیں اور قمری رکھل۔ مجھے خواب میں ارشاد ہوا کہ ”اس مسجد میں غلام مقام پر ایک مزار واد ہے۔ جس کو میں نے دیکھ کر مدد و امن شروع کی تو ایک پختہ مزار بنا دے ہو اپنے پونہہ قمری چادر اس پر حضرت خادی گئی۔“

یہ میتوں مزار اس مسجد میں اب موجود ہیں۔ اس سے پہلے بچاریوں میں کسی کو اس مخفی مزار کا علم نہ تھا اس کو اس واقعہ پر سخت تعجب ہوا۔ اس طرح کا ایک واقعہ حضرت سیدنا مظہع شاہ صاحب دارثی بازیڈ پوری کا گذرا ہے جس کی مولیٰ مولوی سید عبد الغنی صاحب قبلہ دارثی بیاری دسترس جنم طبقات ایکرمنی وغیرہ ارتقام فرماتے ہیں۔ کہ جب حضور افسوس بچھی صوبہ بہار میں رونت افسوس تھے تو مظہع شاہ صاحب بھی حاضر تھے، اس زمانہ میں مظہع شاہ صاحب قبلہ کو احرام مرمت شد۔ فرمایا تھا اور نام بھی مشی ٹھوڑا مل تھا، ایک روز مظہع شاہ صاحب نے عرض کیا کہ آج شب کو میرے دادا پیر صاحب کا عرس پشتی پور میں ہے اجازت ہو تو ہو آؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

”اچھا جاؤ ایک کام اور بھی کرتے آتا۔“

یکن اس وقت کچھ نہیں بتایا کہ وہ ایک اور کام کیا ہے زفہست شاہ صاحب کو کچھ علم ہو اور وہ چلے گئے۔ وہ ستر روز عرس میں شرکیہ ہونے کے بعد جب مظہع شاہ صاحب اپس تشریعت لائے تو معلوم ہوا کہ ان کے پیر صاحب کے صاحبزادہ

اور جانشین شاہ غیاث الدین صاحب کے ایک مرید کی یہ حالت بوجگنی تھی کہ وہ یہ روز لوک ہر چیز بغیر اور اولیاً انبیاء کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی زبان نہیں تھی ہر چند شاہ صاحب موصوف نے کوئی شخصیں کیسیں گواراں کی حالت نہیں بدلتی تھیں شاہ صاحب نے حضور انور کی مدد سے فراہمیت کی مدد سے فراہمیت کی وہ حالت رفع کر دی جس پر سبود میں آیا کہ وہ ایک اور کام یعنی

حضرت حضور انور کا طرزِ تکلم مقصود رہم تھا کہ بڑے بڑے مکمل رس فوڑ سمجھنے سے تماضر رہتے تھے اور ہر قسم کے عجیب و غریب واقعات حضور انور کے ارشادات کے متعلق آئے دن پیش آتے رہتے تھے۔

حضرت حضور انور کا یہ اندلزی بھی تھا کہ اکثر بے تعاقی سے غرضمند کے سامنے کوئی بات فرمادیتے تھے جس سے تینجہ مرتب ہوتا تھا کہ اب کام ہو گیا۔ سید علی خامد شاہ صاحب پشتی تا ورنی سجادہ نشین سامنہ میں اٹھ لے ہر دوں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے مرتزاعمنم بیگ صاحب وارثی (جو مستقیم شاہ صاحبہ دلشیک کے خاص اعزاز ہیں) میں اور جن کے خاذان کو حضور سے تدبیح خصوصیت و قربت حاصل ہے، نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں تین سروپے کا مقدار میں ہر گیا کوئی حضورت ادا ہائے قرآن کی پیدا نہ ہوئی قرض خواہ کا سخت تناقض تھا میں حضور انور کی خدمت ٹالیاں خفریاً تو زیکر ملکہ بہوکارشا و فرمایا کہ: ”قصہ چہار درویش قرنس ادا ہونے کے لیے اچھا ہے۔“ یہ قصہ حضرت ایر خسرُو کی تصنیف سے ہے انہوں نے اپنے مرشد حضرت نبی اللہ علیہ محبوب النبی کے زمانہ عالمت میں مکھا تھا۔ جب آپ کو محبت ہوئی تو فرمایا کہ یہ قصہ فرض مقصود کے لیے پڑھا جائیگا کام سیابی ہو گی۔ اس تصریشا و فرمادہ کہ حضور انور ناموش ہو گئے۔ میں سمجھو گیا کہ میری طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں نے مکان پر آکر قیسا ختم کیا تھا کہ مجھکو تعلق دار صاحب کہہ بنے بلکہ کوئی فرمائیں نہیں سروپے عنایت فرمائے کہ قرنس ادا کر دو۔

سید علی خامد شاہ صاحب پشتی تا ورنی سجادہ نشین سامنہ میں اٹھ لے ہوئے کا بیان ہے کہ مرتزاعمنم بیگ صاحب وارثی سے واقعہ سن کر میں نے خود اس ارشاد کو

تجھے کیا ادا پئے ایک مرید مولوی سید زین العابدین متوفی پالی کو تباہی تو قبر سے
ختم پڑان کا بھی قرض ادا ہو گیا۔

مولینا شافعی وارثی رحمۃ اللہ علیہ تخفیت الاصنیعی میں لکھتے ہیں کہ ایک رجسٹر کر کر پڑی
دیوبہ شریعت حضور کی خدمت عالیٰ ہیں حاضر ہوتے اور عرض کیا کہ جاہر سے پنداہ اور تم
پروفیڈری میں مقدمہ قائم ہے اور وہ ماخوذیں حضور انور نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم
کیا کریں؟ جب وہ اٹھ کر چلتے گئے تو ان کے چہروں پر سایوسی کے آثار تھے اُن سے
اُن کی بہانہ دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تے:

دوستمال را کجا کنی محروم

تو کہ بادشمنان نظردارے

اس ارشاد کو سنتے ہی وہ بوج شاد و مسرور ہو گئے اور سکرپٹ ایجاد کر
اور مستعدہات میں اُن کے کل اعوقہ کی براٹ ہو گئی۔

حضور کے ارشادات میں اشارات زیادہ ہوتے تھے جیسے:

”خدا ماکب ہے“ — خدا میں سب تقدیر ہے بلکہ حفظہ من
رحمت، اندھہ، اور اسی طرح کے اشارات آمیز کلمات زبان مبارک سے
ادا ہوتے تھے جن سے صیحت زدؤں کو اپنی کامیابی کا یقین ہو جاتا تھا۔

اکثر حضور انور — آئندہ کی خبریں اس طرح ارشاد فرماتے تھے جملہ
کوئی استفسار کیا جاتا ہے جس کی مثال کے لیے جناب مولینا مولوی سید عبدالغنی
صاحب قبلہ وارثی بہاری دامت برکاتہم مبلغات اکبری و فیرہ، درگاہ رصد بنی سب
سرکار عالیٰ حیدر آباد و کن کا واقع درج کر دیا ہی کافی ہے۔

زمائن تیام بھی میں حضور انور نے مویں سے ارشاد فرمایا:

”عبد الغنی تہاری ترقی ہو گئی“:

گھر مولینا چونکہ اس وقت حضور پر نور کے ٹلز تکرے و افت نہیں تھے اس لیے
سادگی سے جواب دیا:

نیں حضور۔

حضور انہی ناموش سوچ کر فرماتے ہیں کہ جب میں ۱۸۹۸ء میں مرید ہوئے نے کے بعد حیدر آباد پہنچا تو بیکری کو شش اور دو دو دش کے بے شان و گمان میری تھواہ دو سوروپے سے سواتین سوڑ پے ہو گئی اور یہی تھواہ دس بارہ سال کے طلاق رہی لیکن جس محکمہ میں میری تعینات تھی وہ عارضی تھا اور اس کا کام غصہ سب ختم ہونے والا تھا اور اس بات کا بہت انداشتھا کہ مجھے دوسرے محکمہ میں جگہ نہ ملے اور میں تحقیق میں آجائوں اُسی زمانہ میں وطن جانے کے لیے میں نے رخصت لی اور ارادہ کی کہ حضور پر نور سے قدموں ہوتا ہو اور وطن جاؤں پہنچ میں آستاذ فیض نشان پر پہنچا اور بعد اطلاع جب شرف باریانی حاصل ہوا تو پھر سوال کے لہجے میں ارشاد عالی ہوا :

عبد الغنی تم نوکر ہونا ہے۔

میں نے (جو اب طرزِ تکلم سے واقف ہو چکا تھا) عرض کیا کہ ہاں حضور نوکر نوکر ہوں ! ”

چٹ پنج وطن سے والیس اگر غیر مترب پلور پر ایسے اس باب غیر بے پیدا ہوئے گریں دوسرے محکمہ میں چلا گیا اور چند منیتے دہائیں کام کرنے کے بعد میری تھواہ سواتین سوروپے سے پانچ سو روپیہ ہو گئی اور اب بتدربیج میری مستقل تھواہ سات سوروپے اور تمام مقامی کی حیثیت سے آئندہ سوروپیہ ہے۔ یہ حضور اور ہی کا حد تھے۔

حضور انور کے ارشادات میں ناص شانیں تھیں اور عرض حاجت کی ضرورت ن تھی دربار عالی میں پہنچتے ہی شکلیں حل ہو جاتی تھیں۔

حضور انور کی ناموشی میں بھی شانِ تکلم نہ دار تھی کہ یعنی اوقات سائل کا سوال ہی اس کے لیے جواب ہو جاتا تھا۔

چٹ پنج شاہزادگان تکمیل صاحب وارثی ریس ملاؤی صلس پوری درجہ ایک ذاکر و شانعل بزرگ ہیں، یا ان فرماتے ہیں کہ مجھے تاضی بخشش علی صاحب ہو اُت

رسالہ دیلہ بخشش نے بیان کیا کہ حضور انور کی خدمت عالی میں ایک شخص ہے مگر مرا اور اس سے اپنے دخواج و خوش دسترت میں اپنے جذبات تکمیل کو اٹھا رہا ہے شومن کیا ہے:

نمادِ مذوقِ رندی نے خال باک دامانی

مرا دیوارِ خود گئے بہرے بھیکے میدانی

حضرت انور نے ایک مرتبہ سن کر دو مرتبہ اور ساتھی اسی کی زبان سے پڑھوایا تھا کہ
مرتبہ اس شحر کا ختم ہونا تھا کہ وہ شخص دیکھتے دیکھتے از خود رفتہ ہو گی اور کہ پڑے پچاڑ کر
چلے گی اور اس شحر کی پوری کیفیت اُس پر طاری ہو گئی اور جیسا کہ حضور انور کی حدائقی
کے انتانوں کو تکرار کے ساتھ فرماتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ اس نے غرض کی اور دو مرتبہ
آپ نے اور وہی سوال حضور پیر نور کی طرف سے جواب ہو گیا اس قسم کا رجسٹر جواب ہے
حضور سے لتا اور بعض ارشادات کا مثالب عرصہ کے بعد نہ ہر بتاتا اور سائیں
کو ردِ وقت جواب طھاتا۔

یکم محمد علی صاحب دارالتحصیل (جو نہایت صالح اور پابندِ حرم و حلقة
ہیں) تحریر فرماتے ہیں ایک مرتبہ بکہ اکثر اصحابِ موجود تھے شیخ عامل علی صاحب
مرحوم رئیس جگور ضلع بارہ بیکی نے جو دیانتِ محمدیہ شریعت کو جاری تھا، حضور انور کی نسبت
بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پڑے بھائی صاحب نے جو حضور انور کی غلامی کا
شرفت رکھتے تھے، ایک شخص کی معرفت جو دیوبند شریعت کو جاری تھا، حضور انور کی نسبت
عالی میں یہ پیغام بھیجا کہ بعد آستانہ پوسی میری طرف سے غرض کرنے کا کہ آپ کے بعدِ محمد
روحی نہ اعلیٰ نہ فرمایا ہے کہ (جنما قاتل اللہ اللہ ذلیلۃ) ایمنی جس نے ایک
مرتبہ کلکٹرِ توحید پڑھا وہ جسمی ہے پس مجھے اس کے معنی اور نکات اس طرح بھا
دیجئے کہ پوری تکمیل ہو جائے۔ تاحد نے آستانہ شریعت پر یہ پیغام غرض کیا
تو حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”دیکھا جائے گا“ اور رخصت کر دیا۔

عاصد نے حضور پیر نور کا حضرت جواب میرے پڑے بھائی صاحب سے بیان کرنا

شیخ حامد علی صاحب بیان فرماتے تھے کہ کامل تین برس گذر جانے کے بعد جب اس بات کا خیال بھی نہ رہا تھا، بھائی صاحب سخت میلیں ہو گئے اور ان کی حالت روشنہ رو رہی ہوئی جاتی تھی، اتفاق سے ایک عورت جگور کی رہنے والی جو قوم کی میراث تھی دیوہ شریعت میں حضور انور کی خدمت غالی میں حاضر ہوئی، حضور انور نے اس سے فرمایا کہ ”جگور کب باؤ گی؟“

اس نے عرض کیا کہ کل صبح کو ”آپ نے فرمایا:

”اچھا حامد علی تھیں لار کے بھائی کے پاس جانا اور ان سے کہنا کہ تم نے جو حدیث صنٰ حلت لاد لا اولاد اللہ کے متنه پوچھئے تھے اور اس کی تصدیق چاہی تھی اس کا وقتوں یہی ہے اب کہو تو ماکہ دخل الجنة کے مستثنی ہو جاؤ!“
شیخ حامد علی صاحب کہتے تھے کہ وہ عورت قریب شام کے میرے مکان پر ہبھپی، بھائی صاحب کے قریب پاک اس نے دیکھا تو وہ واپسیں تھا بالکل وقت قریب تھا زبان میں کسی قدر لغزش ہو چلی تھی، اس نے چلا کر بھائی صاحب سے کہما کہ فتحکو حضرت نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے، وہ حضور انور کا یہ ارشاد سنتے ہی دععتاً پوچھا پڑے اور اس روح پر وہ مجز نما پیام کو سن کر جوان کے حق میں تربیق اکبر تھا کلمہ توحید زبان پر لائے اور بڑا بڑا کہنے لگے، اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گی، اس قسم کے واقعات بھی حضور انور کے اندازِ تکمیل میں ہیں جن سے بروقت ہواب ملتا تھا اور حقیقتی تکمیل حاصل ہوتی تھی، آپ کے الغاظ میں مختلف شانیں ہو یہ اتفاق جن سے بکثرت خلوقِ الہی فیضیاب ہوتی تھی۔

حضور کے اندازِ تکمیل میں ایک یہ بات بھی تھی کہ مختلف لوگوں کو مختلف سوالات کا ایک ہی فقرہ میں ہواب دیتے اور جامِ الحکم ہونے کی شان دکھاتے تھے۔

چنانچہ مقرب بارگاہِ غالی جناب شید امیان وارثی مکھنوی نائلی، ہیں کہ میں بزم اقدس میں حاضر تھا کہ چار غلامانِ وارثی ایک ساتھ حاضراً و قدم بوس ہوئے وہ کچھ عرض نہیں کرنے پائے تھے کہ حضور انور نے ان سے ارشاد فرمایا: ”بتو خدا پر بخود سر کرتا ہے اس کی مدد خدا نہ درکرتا ہے اور تم تو آج رہو گے کل چلے جانا۔“

حروف اسی تقدیر فرمکاران کو خصت کر دیا مگر وہ لوگ نہایت شاد و مسرور رہے۔
شید امیال فرماتے ہیں کہ ان کی مرستت بے اندازہ و کیہ کہ انکو جیال ہو اکان کی خوشی کا
باعث دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ میں شب کو ان کی قیام کا ہر پرگاہ اور مقصراں بال ہوا تو
معلوم ہوا کہ ایک صاحب کا باری کوڑت میں مقدمہ رہے اس کی کامیابی کے لئے مجھی
تھے۔ دوسرے صاحب کو عقیدتاً پچھلے خدشات تھے۔ تیسرا صاحب تین بندپوش تھے
ان کی خواہش تھی کہ کوئی ذکر یا شغل مجبکو تیلم فرمایا جائے اور پوتھے نہ کہا ت تو حیدر دریافت
کرنا چاہتے تھے میں نے دیکھا کہ اس بات کی سب کو مرستت ہے۔ فیضان وارثی نے
ہماری خواہشات کو پورا کر دیا۔

پچھے عرصہ کے بعد جب ان حضرات سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہو کہ جن کا ہائیکوٹ
میں متعدد تھا ان کو کامیابی ہرلی، دوسرے صاحب کا خدشہ رفع ہو گیا۔ شاہ صاحب
کو دیکھا تو اللہ ہو کا ذکر جاری تھا۔ اور جن کو توحید کا سمجھنا بد نظر تھا۔ ان کا جزوی مسلک
ہمسہ اوست کا درم بھر رہا تھا۔

حق یہ ہے کہ حضور انور کے الخاطر کے حقیقی معنے کو پہنچا ایک امر دشوار ہے آپ
کی زبان فیصل ترجمان — سے جو بات نکلی تھی وہ حقیقت سے بھری ہوتی تھی جس
سے خاہر ہے کہ خدا نے آپ کو دیگر صفات کی طرح جو ام الکلم ہوتے کامیال
بھی عطا فرمایا تھا۔ مندرجہ بالا اتفاقات جو حضور انور کے اندازہ حکم سے متعلق ہیں اور آپ
کے الخاطر کی صراحت میں بطور نمونہ لکھتے گئے ہیں اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو اکثر
مشترکاں پر درشنی ڈالتے ہیں۔ با درجہ در وقت کی محیت واستغراق کے آپ
کشیدہ برہتہ خاہب دیتے تھے اور جواب ہی نہیں بلکہ جو بات مشہور ہے متعلقہ نہ کاشا مدد
اور جو تیلم سے متعلق ہو اسکی تیلم غرض جس کام سے متعلق ہو سال ہر اسکا دیسا ہی جواب دیتے
تھے تو قطعیتہ الدلالت ہوتا تھا۔ بنخاہ ہر تویر حضور انور کی معمولی باتیں تھیں مگر حقیقتہ
کے کامات یہ بات پر کامل غور و نکر کی ضرورت ہے۔ جس بزرگان عصر تھے حضور انور
کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے وہ بخوبی واقعت ہیں کہ آپ کی گفتگو کوں تھے۔
حقیقت آئیز ہوتی تھی اور در وقت کی کیا کیفیت تھی۔

حضرت مولانا شاہ سید علی حسن صاحب قبلہ اشرف انجیلانی سنداڑا ہے کچھو پڑھ
شروع تحریر فرماتے ہیں کہ "لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ تم سے
کلام کرتے ہیں اور حضرت توبہ اللہ تعالیٰ ہیں ایسے محسوس تھے کہ کلام کرنے والا کلام کرتا
تھا ان کو خبر بھی نہ تھی" حضرت اقدس کی مہتمم باثن زادت محمود الصدفات کی طرح
تایمیر کلام بھی بیٹھی جو باطن ہر مختصر اغاظاً تھے مگر روز بیٹھی اور تایمیرات تھیں سے
بھرے ہوئے تھے۔ آپ کے معمولی اغاظاً اگرچہ روزمرہ میں داخل ہیں گروہ نہایت
آدق ہیں جن کا سمجھنا بھی ابل باطن ہی کام ہے یا ان کا جو خوش قسمتی سے ان اغاظاً کے
مناطق ہوں۔ ہر شخص کا کام نہیں جو ان کی کہنہ تھیقت سے آگاہ ہو جائے معافی و لغت
کے اعتبار سے اغاظاً میں اہمیت نہیں ہوتی تھی بلکہ خدا و جو امنع الکھنی اور انکشاافت
تھی سامعین کو تحریر کر دیتا تھا جس سے نکاح ہوتا تھا کہ ان مبارک ہوتیوں سے اغاظاً
ہی نہیں ادا ہوتے بلکہ آئینہ تھیقت نہاد کھایا جاتا ہے۔ آپ کے ایک ایک اغاظاً میں
رموز بیٹھی مخفی ہوتے تھے کوئی اغاظہ بیکار نہیں ہوتا تھا۔ آپ کے اغاظوں درحقیقت مرت
تقریب طلب ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ مشاہدات قدرت خداوندی پر بنی ہوتے تھے جنور
کے خوارق عادات و کرامات میں تھیقت آپ کے اغاظاً بھی کی تشریح ہے جو اس
کتاب میں دیگر موقع پر مطالعہ سے گذریں گے خدا ہر تر نئی صورت کی طرح
جس کا کلام بھی حضور انور کو لا جواب عطا فرمایا تھا جس کی تعریف اغاظاً میں ادا ہوتا تھا
لکھن ہے اور پس توجیہ ہے میں:

تیر کے اغاظے نے کر رکھے ہیں دفتر پیدا

درہ کچھ بھی نہیں اللہ کی قدرت کے سوا

جس طرح آپ کا انداز تکلم ایک خاص شان رکھتا ہے اور اس میں حسن کلام
کی دلخیر میں مشاہدات قدرت کی نیزگیاں مضمون تھیں۔ اسی طرح آپ کا وہ
ذوق تکلم جو باطن ہر علوم خلا ہر پر منی ہے خاص انداز رکھتا تھا جس سے بڑے ہوئے
علماء تاشریف ہو جاتے تھے بچنا لچک مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور کے انداز تکلم کی
وہ شان بھی دکھائی جائے جس سے علاوہ حضور پر انور کی روحاںی تاثیر کے علوم خلا ہر کی

معلومات بھی مختصر تھی ہے۔

شانِ تکلم

حضور انور کے ابتدائی نالات کے طبق انکے آپ سے یہ بات آفتاب نیو روز کی طرح روشن، ہو یا ہے کہ اگرچہ آپ کے دینے تعلیم علوم ظاہری میں پورا اہمام کیا گیا تھا مگر آپ نے کامل طور پر اس طرف توہین نہیں فرمائی یہ ضرور ہے کہ آپ کی خداوداد فہانت کے کوشش جو زمانہ تعلیم میں نیبور نیز ہوتے تھے اگریز میں لیکن آپ کو اس طرف کوئی خس من رجحان نہ تھا اور دل جو لکھ رکھ جلیل اکبر ہے کہ اور ہبھی تعلیم دیتا تھا جس سے متاثر ہوئے آپ نے تعلیم علوم ظاہری کو زمانہ تعلیمیت میں خیر پا دکھ دیا تھا:

عقل کو کچھ نہ عالم میں چھوٹت کے سوا
دل کو بھایا نہ کوئی رنگ مجتبت کے سوا

لگری سمجھ بات ہے کہ حضور انور کو علم ظاہری سے بھی خاص مذاق تھا اور آپ کا کلام مفہوم ایسا مانی متفق تاثیرات رومنی کی طرح علوم ظاہر کا جمی کافی و سخن فوڑ دیکھتا ہے جس سے ارباب علم و وانش کے تلاوب اکثر تماشہ ہوئے ہیں اور یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی کہ آپ برا عقبدار علم و فضل جسی فن و روزگار ہوئیں۔ کسی مسلم من حضور انور کو فاموش نہیں دیکھا گی۔ اپنی زبان اور دو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی حضور انور نے اب زبان سے گفتگو فرمائی ہے۔ آپ کی حدیث عالی میں مذکور قاری عالم سب آتے تھے اور آپ انہیں کے مذاق کے موافق ان سے گفتگو فرماتے تھے۔

اگرچہ آپ کے مشاغل میں علاوہ نمادت قرآن شریعت مفہومی نوینا درم اور مک محمد جائشی کی پدمادوت اور بنس جواہر کا مطالعہ زیادہ تر دیکھا گیا ہے مگر اکثر دشیزادفات کی شکنگر سے مترشح ہوتا تھا کہ حضور انور تمام علوم و فنون کے ماہر کامل ہیں۔

علم القرآن میں آپ کو خاص عبور تھا۔ ساتوں قراؤں سے آپ کلام بھی۔

ڑھتے تھے جب کوئی قاری آتا تھا تو اپنے مختصر قرأتوں کے فرق بات تھے اور ان قرأتوں کے نکات سمجھاتے تھے، تراجم کے فرق ارشاد فرماتے تھے۔ عین اور مصری قرأتوں کا خاص مذاق رکھتے تھے۔

آٹے اسباب علم اور ماہرین من سے ملکہ نہایت خوش ہوتے تھے آیات کلام پاک کی تغیری فرماتے اور موزوں نکات سمجھاتے تھے۔ اگرچہ کلام مجید اپنے کوات ان اچھا یا رتھا کہ بڑے بڑے حافظلوں کو آپ نے انقدر دیا ہے گر آپ ناگزیر نہانی کے عادی تھے غنوی شریعت اور پدراویت کے اشعار کی تشریح فرماتے اور ان کے موزوں نکات بیان کرتے تھے۔

مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری (مترجم طبقات الکبریٰ وغیرہ) تحریر فرماتے ہیں، میں نے دیکھا ہے کہ زمانہ قیام پھری میں حضور انور صبح کے وقت غنوی شریعت ملکہ فرماتے اور عازمین میں سے جس کے جس کے دب مال جو شعر ہوتا اس کی طرف مخاطب ہر کر اس کے منہے بیان فرماتے تھے۔

یہی حضور انور کی شانِ حکم تھی کہ غنوی شریعت کے اشعار سے درج حال تعلیم ہوتی تھی تصوروں میں آپ کو انہیں کتابوں سے زیادہ ترشوق تھا۔

حضور انور کو قرآن شریعت سے خاص ربط تھا۔ ابتداءً جب حضور انور کے جسمِ طیف پر آثار ضعف پیری مروارہیں ہوئے تھے اور آٹے مخالف میاد وغیرہ میں زیادہ شرکت فرماتے تھے تو آپ کو تائیخ آیت کا بہت شوق تھا بعد ختم مسیاد پنج آیت پڑھنے کے لیے ارشاد فرماتے اور خود پھری بڑھتے تھے۔ ابتداءً میں روزانہ پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے جس کہ حالتِ سفری تھیں ایک کوس میں میں پارہ کلام مجید کے پڑھتے اور وس کوس میں پورا قرآن شریعت ختم فرمادیتے تھے۔

مخالف دوسرے میں ہنچ آیت سے حضور کو بڑی دلچسپی تھی۔ ختم قرآن میں جو دعویٰ تھا ہوتی ہے اس سے بہت خوش ہوتے تھے شکوہ آباد وغیرہ میں جہاں حضور انور کی زیادہ آمد و رفت رہتی تھی دہل کے حقانی مکمل پسے شاگردوں کو یکریخ خدمت خان میں عازم ہوتے تھے طلبہ کے اُس تادوں اور الدین کی تھا ہوتی تھی کہ ختم قرآن کی رسم

حضور پر نور کے سامنے ادا ہو۔ لوگوں کا یہ عقیدہ راست تھا کہ حضور پر نور کے سامنے ہبھی
کے ختم قرآن کی رسم ادا ہوتی ہے اس کے ذوق شوق میں کمی نہیں ہوتی اور وہ
بھوتا نہیں۔

بزرگان شکوه آباد کا بیان ہے کہ حضور پر نور جب شکوه آباد میں تشریف
لاتے تو خود بھی خطا طاویل معلیمین سے دریافت فرماتے تھے کہ کتنے لڑکے نافذ و نافذ
خوان تمار ہوتے ہیں۔

ختم قرآن کی رسم سے حضور انور کو ایسی دلچسپی تھی کہ اگر آپ کہیں تشریعت بیان
کو ہوتے اور اس کی وجہ سے روکنے کی درخواست کی جاتی تو آپ بچوں کی منظور
فرماتے تھے۔

عربی زبان میں آپ کو کامل ہمارت تھی جس کا اندازہ اکثر واقعات سے ہوا
ہے۔ مولیٰ شاہ طافت صین مرحوم وارثی متوفی شیخو پورہ صلح مونگیر نے ہمایت بیان
عربی میں حضور انور کے سلسلہ غالیہ کا شجرہ قادر یہ لکھ کر جب خدمتِ عالی میں پیش
کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

دُشْرِ اَنَّى لِقَابِعِ بِكَمَالِ الْأَنَابَةِ

هَالِشَّاسِ وَالْمُعْيُونِ طَرِيقِ الْأَجَابَةِ

تو حضور انور نے اس کو بر جستہ پڑھا اور بلا غنت کی تعریف فرمائی اور محدث

عرب ہو نظر ہوتے ہیں ان کی راد و دی اور نکات و مطالب بیان فرمائے۔

اسی طرح جب مولیٰ شاہ طافت وارثی نے حضور انور کا نسب نامہ عربی زبان میں نظم
کیا تو قصیدہ غوشہ کا ہم بخوبی رہیت ہے جیسیں مولیٰ شاہ طافت نے اپنی پوری تابیت
اور جودتِ طبع و کھالی ہے تو آپ نے اس قصیدہ کو بتے تکلف پڑھا اور قصیدہ
بر وہ کے بعض اشعار سے اس کے بعض محاورات کا تطابق فرمایا۔ زبان عربی میں
آپ کی ہمارت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ عموماً اہل عرب سے آپ اپنیں کی
زبان سے بر جستہ کلام فرماتے تھے۔ اور یہ بھی حضور انور کا فاغدہ دیکھا گیا ہے
کہ حاضرین سے مخاطب ہو کر اگر نصیحتہ کوں تذکرہ فرماتے تو دورانِ گفتگو

میں آیت کلام الہی یا کسی حدیث کا حوالہ دیتے یا ابل غرب کا کوئی مقولہ جو اس نصیحت کا مودید ہوتا تھا، اکثر ارشاد فرماتے تھے۔

حضور انور کے علم القرآن کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ چوبہ ری اپنے حسین صاحب رئیس رامدان خلیع سیتاپور کے مکان پر حضور پر نور قیام پذیر تھے اور مولوی عبد الصمد صاحب جو مادر سُد دیوبند کے تعلیم یافت تھے کسی مشوستہ ہاں آگئے۔ مولوی صاحب موصوف ایک شخص سے رسول مقبول علی اللہ علیہ وسلم کی بے مثالی میں کلام کرنے لگے اور آیہ شریعت *لَهُذِّجَادُكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ* کا حوالہ دیا۔

جب یہ واقعہ حضور نے مسلم مولوی صاحب سے ارشاد فرمایا:

”اس آیہ پاک کی تراثت یہ بھی ہے *لَهُذِّجَادُكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ* ابذا اگر فنا کو بافتح پر تھی تو اس آیت کے معنی خلاف مقصود آپ کے ہوں گے اور یہی آیت آپکے دعوے کے بطلان کے لیے کافی ہوگی：“

مولوی علی احمد خان صاحب (روکیل ورنیس آگرہ) ہو ایک مشرع بزرگ ہیں (اور علوم عربی میں اپنی دستیگاہ رکھتے ہیں زیادہ تر تعلیم تغیر و حدیث و فقہ ہی کی حاصل کی ہے) تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۶۷ء میں ایک عزیزی کی شادی کی تقریب میں میرا شکوہ آباد جانا ہوا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضور انور بیان تشریعت لائے ہوئے ہیں۔ مجھکو یہی اشتیاقی زیارت ہوا اکثر اعزہ جو برات میں شامل تھے حضور کی قدیمبوسی دیزیارت کے لیے گئے اور بغیر حصول مقصد واپس آئے اور یہ وجہ بیان کی کہ حضور پر نور زمانہ مکان میں تشریعت رکھتے تھے وہاں مستویات کا تجوہ ہے جو آپ کے سامنے بے جواب آتی ہیں۔ وجہ واپسی سننے کے بعد مجھکو جو اشتیاقی و انتشار تقدم کی تھا وہ بتا رہا اور ایک قسم کا اکراہ محسوس ہوا۔ ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۵ء تک کسی قسم کا کوئی خیال میرے دل میں نہیں آیا۔ اگست یا ستمبر ۱۸۹۵ء میں حکیم امجد علی خان سے رئیس فیروز آباد کا ایک تاریخ مکمل دامت دیوانی میں بلاجس میں تحریر تھا کہ حضور انور جو ہے سے تشریف لائے واسے ہیں جب آگرہ تشریف لائیں تو مجھے بھی اخراج دینا ہے میں کہہ رہی

میں موجود تھا کہ حکیم امجد علی خان صاحب فیروز آبادی نو و تشریف لائے اور انہوں نے بیان کیا کہ حضرت صاحب شہر میں آخری اسی وقت کی گاڑی سے الماہہ تشریف لے جاتیں گے۔ معدہ حکیم صاحب موصوف اٹیش پر گیا تو وہاں اندر باہر صدہا اور بیل کا بجوم تھا، گاڑی کے اندر رہنچا و شوار تھا، ہم نے اول درجہ کا حکم خرید کیا اور اسی درجہ تک رسائی پیدا کی جس میں حضور انور تشریف فرماتھے۔ گاڑی میں قدم رکھتے ہی جسم و قلب میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور خوف طاری ہوا، اسی حالت میں خوف زدہ خاموشی کے ساتھ پشت کے خیپے بیٹھ گئے چھڑہ اقدس چادر سے ڈھنکا ہوا تھا میں نے اور حکیم امجد علی خان صاحب نے ڈرتے پائے مبارک پر ہاتھ رکھا اور آہستہ آہستہ دابنا شروع کیا۔ سارے پاؤں دبائے حضور انور نے دریافت فرمایا کہ کون خادم نے عرض کیا کہ حکیم امجد علی خان فیروز آبادی میں اور حکیم صاحب نے میرا نام بتایا اور عرض کیا کہ قد موسیٰ کے لیے آئے ہیں۔

حضور انور نے چھڑہ مبارک سے چادر نیچدہ فرمائی مجھکو پلے حضور کی زیارت نہیں ہوئی تھی میں حضور انور کی طرف کن ہمکھیوں سے نظر ڈال لیتا تھا۔ مگر پاؤں دبائے میں مصروف تھا، استقرتہ مت و حراثت نہیں ہوئی تھی کہ نظر پھر کے جمال عدیم الشال کو دیکھو لوں۔ اسی حالت میں مجھکو لکھا کہا واقعہ بدگمانی یاد آیا جس سے اور بھی دل بیل میں شرمندہ ہو گیا حضور انور نے خود بخوبی ہند سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

”ہر شخص پر پابندی شریعت اور اتباع سنت لازمی ہے۔“

اس کے بعد کچھ آیات کلام اپک مدادت فرمائیں اور احادیث جو مورید شریعت میں ان کو بیان فرمایا اور تشریح و توضیح فرماتے رہے۔ مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اشعار بھی ٹپھے۔ حضور انور کا تبصریان اس تمار جامعیت اور بلاغت سے بھرا ہوا تھا کہ میں حیرت زدہ تھا اور غور رہتا کہ حضور فخر توہین ہی گرفقیہ بھی اعلیٰ درجہ کے ہیں علوم تفسیر و حدیث وغیرہ میں تحریر ہے۔ فارسی زبان میں کمال رکھتے ہیں، آپ توضیح و بیان بھی انتہا درجہ کے ہیں۔

انہیں باتوں پر خیال کرتے کرتے خیال ہوا کہ ۱۸۵۲ء میں جو بدگمانی پیدا

ہوئی تھی یا اس کا دفعہ یہ ہے۔ انصت گھنٹے میں تمامی خطرات حسن عقدت سے بدل گئے اور تم مبارک چپور ناشاق ہو گیا۔ باہر حضور امام وہ شریعت سے گئے اور میں آگہ چلا آیا، آگہ میں دو دن قیام دشوار ہو گیا۔ تیرسرے دن بیتاب ہو کر امام وہ پنجاں کے بعد پھر آگہ والپس آیا اور آگہ سے شرفت بیعت حاصل کرنے کے لیے دیوبندی شریعت روانہ ہوا۔ ۲۰ اکتوبر ۹۵ء سے ۲۶ اکتوبر ۹۵ء تک برادر و ناز عاصم خدمت عالی ہوتا رہا۔ حضور انور کی قدیم بوسی کوئی انسان امر نہیں تھا ہزار ہزار زائرین و مشائیں امیر و غریب صادق ووارد کار بجوم رہتا تھا۔ آدمی پر آدمی گرتا ٹھوکریں اور دیکھ کر کھا کر حضور کے قدموں تک رسائی نصیب ہوتی تھی۔ ۲۶ اکتوبر ۹۵ء مطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ کو شرف نلایی نصیب ہوا۔ سماں الشکیسا ساعت سیدا اور وقت ہمایوں تھاۓ:

خوش و قیت و خوزم روز گارے

ارباب علم کے ساتھ حضور انور کے علمی و اقعاد اکثر گذرے ہیں جن سے آپ کی بدرجہ کمال واقفیت عالم طاہری کا بھی پڑھتا ہے۔
ہر چند حضور انور تحویل کہیں کسی علم کی نسبت زبان مبارک سے ارشاد نہیں فرمایا کہ ہم نے حاصل کیا ہے۔ مگر حضور انور ہر شخص کو اس کے مذاق کے موافق جواب دیتے تھے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب جو وہر یہ مشہور تھا ان کا داععہ ہے کہ حضور انور کے زمانہ قیام جونپور میں وہ محدث پسند کردی مولوی ریاض الرحمن صاحب کے خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور بطور سوال عرض کی کہ اگر ابیس نے غیر خدا کے سجدہ سے انکار کیا تو کیا قصور کیا۔ بجا ہے موحد کہنے کے اس کو شیطان اور ملعون کیوں کہتے ہیں۔ حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”مولوی صاحب موحد کو شیطان و رحمن میں فرق نہیں کرتے اور عشق شیطان کو رہا نہیں کہتے بلکہ واقعہ ابیس خاص قسم کا ایک سبق ہے لیکن شریعت کے رو سے ابیس نے یہ غلطی ضرور کی کہ آدم کو غیر بھا خلق آدم علی صورتہ کا خیال نکیا۔“

مولوی صاحب یسٹنکر کیف ہوتے اور املاعات وارثی کا اقرار کیا۔

اگرچہ حضور انور مناندہ کو پسند نہیں فرماتے تھے لگا اکثر رہاب طنزیا اس غرض سے بھی حاضر خدمت عالی ہوئے ہیں اور آپ نے ازراخ عینی محمدی ان کو منع نہیں فرمایا ہے بلکہ ان کی تسلی فرمادی سے جس سے ودیا تو ساکت ہو کر داغل سلا عالیہ ہو رگئے اور اگر قسمت نے یادی رکی تو اپنی نمائش کے باعث شہ پیشان ہوئے اور ان کو بات کرنے تک کی جڑات نہ ہوئی۔

مشی عبد الغنی خان صاحب قبلہ وارثی دسابقی نائب بریاست ہونا اصل
سلطان پور ارشیں پور وہ عبد الغنی خان ضلع رائے بریلی کھنکتے ہیں کہیں ایک مرتبہ دیوبند شریعت میں حاضر تھا اور اکثر خدام حاضر باش موجود تھے کہ حضور انور کی خدمت با برکت میں ہیا ہ بے صحیح کے وقت ایک عالم آئے جو بیجا ب کے رہنے والے تھے، ان کے ساتھ بچپن یہی طالب علم ہی تھے جو انہیں کے شاگرد تھے، عالم صاحب نے آتے ہی بچپن کی اخلاقی گفتگو کے اپنے علم کے زخم میں یہ سوال کیا کہ آپ نے علم خاہری کچھ کیوں نہ حاصل کیا کہ مسائل شریعت سے آگاہی ہوئی، آپ نے

فرمایا:

”مولوی صاحب آپ کس علم کی بابت دریافت کرتے ہیں؟“

انہوں نے کہا کہ یہ علم عربی و فارسی وغیرہ جو راجح ہے۔

آپ نے فرمایا:

”مولوی صاحب اس علم کا یہی نامہ ہے ناکہ شکم سیر ہو کر رذق مل جائے اور نفس کو سرو بواں خداوند تعالیٰ میں صفت رزاقی موجود ہے۔ اس کا نام رازق بھی ہے اس نام پر جس کو تصدیق ہو جائے اس کو ان علوم کی کیا حاجت ہے ہر ٹھیک اس کے ایک نام سے سب کام مکمل ہکتے ہیں، بس میں اس کی صفت رزاق پر ایمان رکھتا ہوں اس لیے سب کو بیکارو بے نامہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور مولوی صاحب علم وہی حاصل کرنا چاہیئے جو مرنس کے وقت کام آئے اور وقت مرست کلمہ زبان سے نکلے، اگر زبان سے کلمہ ادا نہ ہو سکا تو علم کس کام آیا۔“

اس ارشاد پر مولوی صاحب نے کہا:

”میں علم عربی و فارسی، فلسفہ و مطلق، حدیث و تفسیر و فخر سب سے باخبر ہوں کیا میسے مرنسے کے وقت کلمہ زبان سے نہ کھلے گا؟“
حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”کچھ بعید نہ کہیے آپ نے اکثر منہ ہو گا کہ دو تین دن پہلے سے بعض مرضیوں کا منہ بند ہو جاتا ہے ازبان بوٹ جاتی ہے؛“
مولوی صاحب نے کہا:

”جس کا دہن بند ہو جائیگا وہ زبان کے اشارے سے کہے گا، زبان بھی بند ہو جائے گی تو دل سے کہے گا۔“

آپ نے فرمایا:

”اکثر لوگوں کا دل پاٹ جاتا ہے، دیوانوں کی طرح حرکتیں کرتے ہیں، بعض پر ایسا سکوت طاری ہوتا ہے کہ وہ بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں، بیعت مرگ ان کے حواس خمسہ کو خارت کر دیتی ہے اور دل بغیر ارادہ حواس مطلق جوش بھی کر سکتا جب حواس تغیریں تو دل کی کیسوں کہاں ہے؟“

یہ ارشاد حضور انور کا سنتہ ہی مولوی صاحب کی نالت میں ایک عجیب تغیر پیدا ہوا اور انہوں نے عمامہ سر سے اتار کر چینک دیا۔ آپ کے مانے مبارک رسر رکھ دیا اور کہنے لگے کہ جنہا جو مستاختا اس سے نیادہ پایا میں حضور کے سامنے محض اُقی ہوں برائے خدا مجھے شرف غلامی سے سرفرازی تجھیں اس وقت ظاہر ہی نہیں بلکہ میری باطنی حالت میں تغیر ہے میراول گجراء ہے کہ مباراکی دم والپیں نہ ہو مولوی صاحب شرف بیعت سے متغیر ہوئے اور ساتھ ہی بابس فخر کی خوشیں ظاہر کی۔ چنانچہ حضور انور نے احرام عطا فرمایا اور مولوی صاحب کو فحیسہ سے فخر نہیا۔ اور مولوی صاحب کے ہمراہ ان کے تین شاگردوں نے بھی بابس فخر زیب تھیں کیا۔ بقیہ شاگرد والپیں پلے گئے۔ مولوی صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہدیا کہ میسے راعزہ و احباب سے کہدیا کہ جبر کریں اب دل ہاتھ

سے جاتا ہے، میرے قب کی حالت پلٹ گئی۔ مولوی صاحب محدث اپنے تینوں شاگردوں کے حصوں کے حکم سے نیال کی طرف پلٹے گئے جس نور کے رو برو مناظرہ و سماں کی طویل گفتگو کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ آپ صرف دو ہی تین باتوں میں تامی امور میں فرمادیتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی صاحب مناخڑہ کی غرض سے تشریف لائے مگر بیست حق سے کوئی بات ہی زبان سے ادا نہ کر سکے۔

مولوی بشیر از ماں صاحب رئیس سندھیہ ضلع ہردوی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا شاہ افضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین شاہ منور کنڑ المعرفت بیان فرماتے تھے کہ دو افغانی ہماری مسجد میں آئے جن کی وضع قطعی معلوم یا نہ تھی ایک سن رسیدہ تھے اور دوسرے متوسط عمر کے تھے یعنی ایک بڑے مولوی اور دوسرے تھوڑے مولوی کے جا سکتے تھے۔ ان کی بالوں سے معلوم ہوا کہ حصوں اور نور سے مباحثہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے بے تحفہ نہ دیں بلکہ کہا کہ جناب حاجی صاحب تارک الصلوٰۃ ہیں۔ اس لیے اس حدیث کے مصدقہ ہیں مذکور القصوٰۃ متعینہ اھنڈ کاغز اور نہایت اشتدار کے ساتھ بار بار یہی الشاذ دہراتے رہے۔ ہم نے غرض کیا آپ ہمہن ہیں ہم آپ سے کچھ نہیں کہ سکتے۔ حضرت صاحب ہمارے مرشد و پیشواؤں ہجہ کچھ آپ کو کہنا ہے بہلوا جاتے ان سے کہیے گا۔

پس پشت کسی کو کچھ کہنا بجا ہے اب آپ کھانا کھا لیجئے اور بعد نماز ظہر استاذ عالی پر پڑنے اس وقت جو جو ہی میں آئے کہیے گا۔ وہ بخشل تمام خاموش ہوئے اور طعام ناز سے فارغ ہو کر عاضری کا قصد ہی کر رہے تھے کہ خود حصوں پر نہ تشریف لائے اور حسب عادت سلام میں سبقت فرمائیں لیکن وہ دونوں صاحب دیکھتے ہیں حیرت زدہ ہوئے کہ ان کے آئے تھوڑے غاصب ہو گئے نکٹکی باندھ کر حصوں پر فور کی صورت دیکھنے لگے اور بدحواسی میں جواب سلام بھی دینا بھجوں گے۔ آپ جا کر ان کے قریب میٹیجے گئے اور ان دونوں صاحبوں کی طرف مناطب

ہو کر فرمایا:

” عالم کی بڑی شان ہے، آپ کام مکان کہاں سے اس کام سے تشریف
لائے ہیں ناہماں تشریف کیا ہیں؟ ” لیکن دونوں مثل تصویری ہوت دسکت
تھے اور جیسٹر سے آپ کے جمالِ عدیمِ امثال کو دیکھ رہے تھے۔
جب انہوں نے کسی بات کا جواب ہی نہ دیا تو حضور انور نے ارشاد
فرمایا:

” آپ لوگ عالم ہیں ہماری زبان نہ سمجھتے ہوں گے، چنانچہ آپ ان سے
عربی میں گفتگو فرمائے گے وہ اس پر بھی بدستور ساکت دوم بخود رہے تو آپ نے
ان کی وضع قطع سے پشتہ پنجابی، گجراتی وغیرہ کئی زبانوں میں سلسلہ کلام شروع فرمایا
گر وہ مہربت ہی رہے، بالآخر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

” عجیب لوگ ہیں مبارکہ کرنے آئے ہیں اور کوئی بات زبان پر نہیں لاتے ”
ان دونوں مولوی صاحبجان پر ایسا سکوت خاری ہوا کہ عصر کی اذان بھی ہو گئی
اور وہ خاموش ہی بیٹھے رہے حضرت شاہ فضل حسین صاحب دارثی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے تھے کہ ہم نے بدل ان کو نمازِ عصر کے لیے کھڑا کیا اور وہ حیران دشادر
تھے بعد نمازوں مبارے پاس اسکے بیٹھے گئے لیکن بدستور ساکت و صامت رہے
یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی اور وہ بھی شب کے ساتھ شریک نماز ہوئے اور
بعد نمازِ مغرب خاموش مسجد میں بیٹھے رہے جسی کہ عشا کی بھی اذان ہو چکی تو میں نے
ان کے قریب جا کر کھانے کے لیے کہا اس نے کہا اس نے نہایت آہستہ آہستہ آواز میں
حوال دیا کہ ہم کو پاکل اشتباہ نہیں ہے آج شب کو کھانا نہ کیا گیں گے۔ اس کے بعد
وہ شریک نماز ہوئے اور وہ دونوں بعد نماز مسجد میں بیٹھے رہے ہم لوگ یہ
بیکھے کہ اور ادو و نظافت میں مشغول ہوں گے مگر عجیب کیفیت ہوئی کہ قریب بخت
شب کے مسجد سے سور و غن کی آواز آئی وہاں جا کر دیکھنا تو دونوں صاحب ایک
دوسرا سے دست و گریاں ہیں اور دونوں میں عصلواتیں جوہر ہی ہیں بڑی دشواری
سے میں نے دونوں کو خلیمہ کیا۔ ایک نے دوسرا سے پر نہایت قہر آکر دونوں کاہڈاں

اور اگلے اگلے بیٹھنے کے آخر شب میں پھر جگ ہونے لگی اور مارپیٹ کی نوبت آئی تیر
بُرکی اذان ہوئی تو تم بُرگ سجدہ میں گئے دہاں جا کر دیکھا تو بڑے مولوی صاحب نہ رہ
تھے اور چھوٹے مولوی صاحب نہایت خستہ و مجنوح پڑے ہوئے تھے ان کو اندازیا
تو وہ وضو و نیمہ کر کے نماز فجر میں سرکبید ہوئے ان سے دریافت کیا کہ بُرے مولوی
صاحب کہاں گئے تو انہوں نے کہا نہجا بانے کہاں فزار ہو گئے اب محکوم حضرت اہل
کی خدمت پا برکت میں لے چکو چنانچہ وہ حضور پُر نور کی خدمت عالی یہی پُر نور میں ہوں
ہوئے اور کمال ادب استعمالے بیعت کی حضور انور نے نہایت شفقت سے ان
کی بیعت لی چند روز حضور کی خدمت میں رہ کر اپنے مکان کو راضی ہو گئے۔

بعد میں سن اگی کہ بڑے مولوی صاحب یہاں سے فرار ہو کر فتح پور بیوان میں پہنچے
اور وہاں سسجدہ میں قیام کیا شب کو ان سے اور امام و مذکون سے ہوتی پیریارانی ہوئی
اور وہاں سے خستہ و مجنوح ہو کر کہیں بھاگ گئے خدا بانے کیا معاملہ تھا۔

اکثر علاقوں میں ظاہر ہو آپ سے مبارکہ شکر نے آئے توقیل اس کے کروہ آپ
کی خدمت میں حاضر ہوں آپ نے معمولی کھنے پڑھے آدمیوں کو حکم دیدیا کہ تم جاؤ
اور مولوی صاحب سے مناظرہ کرو وہ اس ارشاد کو من کرنے خود تحریر ہوئے اور جب
مولوی صاحب ان سے ساکت ہو گئے تو انہیں اور بھی زیادہ حیثیت
ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات معدن اصوات سے علم نہیں تھا بلکہ وہ باطنی کا
پشمہ فیض جاری تھا جس سے جو کام چاہتے تھے لیتے تھے جس سے مخاطب ہی ان بوجاتا
تھا مردین ہی کوئی بلکہ دیگر سلاسل کے بزرگوں کو ہمی حضور انور کے اعتماد قوت
ظاہری و باطنی کا اچھی طرح علم ہے جو حضور انور کے تصریح سے ان کی ذات میں ظاہر
ہوا ہے۔

چنانچہ مولوی ہائیکم علی صاحب فضل دستوطن کر سی ضلع بارہ بیکی ہاشم
ہشتم مدرسہ عالیہ فرقانیہ کھنوار پا اتعہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دیوبہ شریعت
میں عائز خدمت ہوا کچھ اور لوگ بھی خدمت عالی میں عائز تھے آپ نے مجھ سے مخاطب

ہر کفر فرمایا

ابتو کرسی میں کوئی عالم نہیں ہے تھیں ہو یا

یہ فرما کر ایک قصیدہ غربی (جس کی عبارت ایسی دقیقی تھی کہ مجھا یے کم استعداد کو پڑھنا و شوار تھا) عنایت فرمایا کہ ٹھوپ بسم اللہ کب کر جو پڑھا شروع کیا تو آخر تک خوب صحیح اور نایت سمجھ کر پڑھا، لیکن اس وقت میں مجھ میں ایسی استعداد نہیں ہے کہ اس قصیدہ کو پڑھ سکوں یا

یہ حضور انہ کا اضافہ قوت نظاہری تھا، حالانکہ آپ کی ذات اقدس کو علوم خلابر سے قطعاً تعلق رکھتا مگر پہنچی اس قسم کے واقعات نظاہر ہوئے ہیں جن سے نظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی قوت کا علو جس کو ایک دولت خدا داد کرنا چاہیے ایسی تھی جس سے منطق کا بھی ناطقہ بند تھا۔ بڑے بڑے تلفی و مطفی آپ کے سامنے اس طرح رکتا دم بخود رہ جاتے تھے کہ گویا ان کے منشی میں زبان بھی نہیں ہے۔

حضور انور کے مختصر الخاطفی نیعت نایت جامع ہوتے تھے اور جس قسم کا جو مسئلہ ہوتا تھا اسی قسم کا سائل کے مذاق کے موافق جواب ارشاد فرماتے تھے۔

سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کھنڈیں آغا میر کی ڈیورتی کو شیدیا میاں وارثی کے مکان پر تشریف یے جاتے تھے میں ہم اہ تھا لب سڑک دو پاری لتر پر کر رہے تھے اور صد ہاہنڈ مسلمانوں کا مجع تھا، لقریب میں کچھ سخت الخاظ ہوں گے جس کی وجہ سے ہندو مسلمانوں میں پادری صاحبان کے خلاف بوش پیدا ہو گیا اور طول کلامی سے بڑھتے بڑھتے ہیاں تک لوبت آئی کہ اس مجع کے اکثر لوگ مشتعل ہو گئے پادری صاحبان نے جو حضور انور کو آتے ہوئے دیکھا تو زور سے آواز دی کہ حاجی صاحب سماری مدد فرمائی جو حضور انور نے سید معروف شاہ صاحب سے فرمایا کہ جلدی ویکھو کیا معاملہ ہے: ”چنانچہ سید معروف شاہ صاحب تیز رفتاری سے دہال پیش گئے کہا اذابیں مجع کو سمجھانا نے لگے اتنے میں حضور انور بھی آگے آپ کے دریافت فرمائے پران لوگوں نے کہا کہ

وہ دونوں پادری خضرت یہ عالم بھی اگر مصلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نہ مانتے
اپنے اکابر استاد کرتے ہیں اور شاہ کو تو حمد پر فریقت دیتے ہیں۔ ایک پادری
صاحب نے مغل کیا ہر قویت اپنے ذمہ بھل کی تھا تیت بیان کرتے ہیں اور
کسی انعامات کریں کہ خضرت علیہ السلام کی بہوت کی بہوت کے آپ سبھی قوانین شرعاً ملکیت نہیں
اپ کے اہانت ہے اور خضرت علیہ السلام کی بہوت کے آپ سبھی قوانین کی بہوت نہیں
ہے ہبھ کہ بخیر اپ کے پڑھ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سے صاف نہیں ہے کہ بنیاء سے سبھی
تمددا کے فریضہ میں کیوں نہ کہ ان کے ہاپ کو نام دیا تو کہ کسی کتاب آسمانی میں مذکور نہیں
ہے۔ اسی تماہ نبوی پر ان کی علیحدت و بزرگ نہایت ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا:

پادری صاحب الہند عالم جناب میں علیہ السلام کو خدا کا خیال مان رہا
جاتے تو ہبھ ان کو درست رہنیا پر ترقیتیں نہیں ہے۔ پہلے مسلمان بودے کی پڑھیں
ہبھ کا جب تکہ یہ نہ طے ہو جائے کہ ہاپ کے بعد ہبھ جا لیں جو کچھ اپس فد کو مت
ہبھ نہیں ہے جو خضرت علیہ السلام کو رات گدئی نصیب ہو گی۔
آپ کے اس ارشاد پر پادری صاحبان مثلف تصویر تیرانہ گئے اور ایسا مجھ کا
بھی وہ ہوشی و شروش سرد پڑا گیا اسے نے اپنے پئے ٹھنڈ کی راہ لی۔
حضرت رازی وہ تقریر ہو گئی ہر پرمنی ہے اسیں ہبھی فاسح شان ہے۔ آپ کہنا ہے
مبارک سے اس تدریجی محتقول ہوا ہوتا تھا کہ خاکہ ساکت و دم بخود رہ جاتا
تھا جس سے ظاہر ہے کہ حضور اور شاہ فرمان پر غور فرماتے تھے فروٹی ہاتول کو نہیں درکھیتے تھے۔
آپ کے بھی علیمی جوابات میں ارباب علم کو بڑی ہبھی سچی سید گیاں ہو جاتی تھیں اور
بالآخر ہبھی تحقیق سے وہ بات کی تہذیب ہبھی تھی۔

چنانچہ ایک مرتبہ شاہ نبوواشرفت صاحب داراثی کے پاس ان کے ایک عزیز
کافی خط علاقہ گجرات سے آیا جسیں تحریر تھا کہ بیان دو مولیوں میں یہ بحث و رسیش
ہے کہ حضرت مولی علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کا کیا نام تھا۔ شاہ نبوواشرفت
صاحب نے مزادعہ ابراهیم بیگ صاحب شیددارثی سے کہا اپنے حضور رازی سے

دریافت کیجئے۔

شیدا میاں نے ایک روز موقع پاک حضور انور سے یوں سوالہ کلام
شردیع کیا کہ اول دیگر انبیاء علیہم السلام کی ثابت دریافت کیا چہ ہے پوچھا اور حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی داد دہ کا کیا نام تھا۔
آپ نے فرمایا۔ ”بنتِ انجی۔“

اس پر سب کو تجویب تھا کہ یہ تو عربی زبان کا لفظ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی داد دہ کا نام عربی زبان میں ہر نہ چاہیے۔ اس پر شیدا میاں کو بھی تجویب ہوا اور
انہوں نے پھر حضور انور سے استفسار کیا کہ یہ نام کسی کتاب میں بھی ہے۔ تو آپ
نے فرمایا: ۔ ۔ ۔

”قرآن میں دیکھو۔“

اس ارشاد پر قرآن شریعت میں جہاں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے
دیکھا گیا بعض تفاسیر بھی دیکھی گئیں مگر نہیں ملا۔ پھر عرض کیا گیا کہ قرآن شریعت میں ہی ہے۔
آپ نے فرمایا:

”ہمارے قرآن میں دیکھو۔“

اس پر بعض صاحبوں کو اور بھی تجویب ہوا کہ ہمارے اور آپ کے قرآن میں بھی
کچھ فرق ہے۔ مگر پھر شیدا میاں کو نہیاں ہوا کہ حضور انور کی تلاوت میں جو قرآن شریعت
ہے اس میں تفسیرِ حینی بھی خالیہ پر ہے۔ غالباً یہ اسی کی طرف اشارہ ہے چنانچہ
تفسیرِ حینی میں باعیسوی پارہ میں ”خوبیل“ نام نکلا اس پر اور بھی حیرت ہوئی۔ حضور انور
کے ارشادات مختصر ہوتے تھے اور صراحت سے پوچھنے کی کسی کو تذلت نہیں ہوتی تھی
اس لیے شیدا میاں صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ مولیٰ فخر الدین صاحب تعلقہ دار
دیوہ شریعت کے کتب خانہ میں جا کر ہم لوگوں نے عربی زبان کا لغت تلاش کیا
تو ایک قلمی کتاب جو بہت پرانی تھی عربی لغت کی دستیاب ہوئی اس میں دیکھا تو
خوبیل کا عربی ترجمہ بنتِ انجی۔ کھا ہوا تھا۔

جب سمجھ میں آیا کہ حضور انور نے ہم لوگوں کی معلومات کے لحاظ سے عربی کا لغت

ارشاد فرماتا تھا۔

حضرت اوزر کے مختصر ترکاتِ نہایت اہم ہوتے تھے اور منحاطب کو سرتسلیں نو
کرنے کے سروکچے بن دیں آتا تھا۔

مشی عبد الحق نیان صاحب قبلہ وارث سائبی کا سب رہاست ہے نمازیس پورہ وہ
عبد الحق نیان ضلع رائے بریلی قظر اوزر ہیں کہ مستقیم شاہ صاحب داریشہ را کنٹھتے ہیں
ضلع بارہ علی (جواہک) جواہک نہایت شریعت نامہ ان کی نام توں تھیں اور طلبہ جن میں تربد
باندھ یعنی تباہارگاہ وارثی میں نہایت مقبولیت رکھتی تھیں۔

کامیابیں وقت سے گذر دی ہیں جب انہوں نے اس داریفانی سے پردہ غرہ یا
تو لوگوں نے عُرس کرنا پڑا اسپر ایک بزرگ جو عالم بھی تھے نیک نیتی کے متعارض
ہوئے کہ مستورات کا عُرس جائز نہیں ہے جب مولیانا حضرت اقدس سے ملنے آئے
تو آپ نے فرمایا:

”مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ روح کو موت نہیں ہے جب عام
ملوکوں کی یہ حالت ہے تو اولیا اش کی شان میں الحدیث: اِذْ أَذْيَتْ لَهُ
لَا يَمُوْتُ وَمَوْتَ مَوْجُودٍ ہے پس جو کچھ اولیا اش کے یہ ہوتا ہے یہ سب زندہ نہدر
ہے اور ہمارے زدیک تو خورت ہو یا مرد جو طالب مولا ہے وہی مذکور ہے۔

مولوی صاحب آپ ہی بتائیے کہ مستقیم شاہ نے طلب مولی میں سرخواڑا یا
ٹلکب نتی میں یا طلب رنیا میں۔“

مولانا نے یہ ارشاد میں سرتسلیں کیا کہ فی الواقع مستقیم شاہ صاحب کے عُرس میں
کوئی تجاہت نہیں ہے۔

آپ کا مختصر حساب حقیقت کا لیب باب ہوتا تھا۔ مولیانا چونکہ اہل صرفت
اور صاحبِ نسبت بھی تھے اس سیے آپ نے ان کی انہیں کے مذاق کے موانع
تھیں فرمائی جو شخص جس مذاق کا ہوتا تھا اس سے حضرت اوزر ولیسی ہی گفتگو
فرماتے تھے۔

حسین بخش و محمد بخش صاحبان ساکنان جوکی پورہ متصل ہاتھر ضلع علیگڑی،

جو خاندانِ نتشنیدیہ میں بیت ہیں کہ ہاتھر میں میں حضور انور مولوی رکنِ عالم صاحبِ تحصیلدار کے مکان پر قائم تھے۔ ہم لوگ بھی زائرین کے مجھ میں تھے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کی خدمتِ عالی میں چار اشیاء پر ٹہتِ حاضر ہوئے ایک صاحب کا نام لیا اور حرتخا اور دوسرے صاحب کو بادن جی کہتے تھے اور دو کے نام میں یاد نہیں۔ پیغاروں اپنے علوم میں کمال کشتنے والے اس غرض سے آئے تھے کہ آپ کے سامنے ہماری قابلیت کا اظہار ہو گا اور کچھ مل جائے گا۔ چنانچہ آپ کی حفل میں ان چاروں پندتوں نے حضور کو اشلوک سانما شروع کئے لیکن عجیب لطف تھا کہ وہ جتنے اشلوک پڑھتے تھے آپ آن سے دو چند نتائے تھے۔ وہ آپ کی واقعیت پر حیران و ششیدر تھے حتیٰ کہ چاروں پنڈت ناجزاً گئے اور شرمندگی سے چلنے لگے تو آپ نے تمدن سے ارشاد فرمایا:

«جس کے لیے آئے ہو وہ تو لیتے جاؤ!»

چنانچہ مولوی رکنِ عالم صاحبِ تحصیلدار نے چاروں پنڈتوں کو کچھ و پیسہ دیا، چاروں پنڈت حضور کے علم و فضل سے بیجد متاثر تھے اور مجھ کی عجیب کیفیت تھی۔

حضور انور کی وسعتِ نظر اور شبہ حلقہ اشتیاکا یا یہ حال تھا کہ تمام علوم و فنونِ تھا ہر ہی وہ طبق پر بد رجرا تم حادی معلوم ہوتے تھے جس اہل کمال کو شرف حضور می خاصل ہوتا حضور انور اس سے اسی کے مذاق کی باقیں کرتے تھے چنانچہ حکیمِ محمود علی صاحب وارثی فتحور می برداشت حکیم یعقوب بیگ صاحب دارالشیعر آبادی (حضور کے تقدیمِ جاشاروں میں اور مجاہن خاص میں انکشا شارہ ہوتا ہے) تحریرِ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور کی خدمتِ عالی میں بنارس کا ایک بہت بڑا پنڈت آیا جو علاوہ اپنے علوم دید و غیرہ کے بحوث میں بھی بڑا کامل تھا وہ اپنے علوم میں خاص شہرت رکھتا تھا جب وہ حضور پر انور کی دولتِ زیارت سے مشرف ہوا تو آپ نے اس کی طرف مخاطب ہنگرفرمایا:

«پنڈت جی آپ کو تو اپنے یہاں کے علوم پر بہت عبور ہے۔ یہ تو بتائیے۔

کے میلاد نے جس وقت اپنے عالم ذوق میں برم یعنی معمور و تحقیق کا نام لئا شروع کیا۔ اس وقت اس کا باپ جس کا نام ہر ناکش تھا ہنایت طبیش میں آگیا اور اپنے بزرگانی میٹ سے (جس کے طرزِ عمل سے وہ پڑے سے واقع تھا) کہنے کا تمہارے سامنے ام کا نام رکنا ورنہ اس تکوار سے تیرا سر اڑا دوں گا۔ پہلا دن جب اپ کی بے جانیافت سنبھال تو اس کو بھی جوش آگیا اور اس نے حالت وجود میں اپنے باپ سے کہا۔ مجھ میں رام، مجھ میں رام، کھڑک کھم سب میں رام یعنی مجھ میں تجھ میں تو والدہ ستون سب میں اُسی خدا نے واحد کا جلوہ ظاہر ہے۔ اس کے کہتے ہی ستون پڑ گیا اور بر مک صورت شیر کے پولے میں نور اپنی جس نے ہر ناکش کو پاپا زارہ کر دیا تو سوال یہ ہے کہ میلاد نے مجھ تجھ کھڑک کھم چار چیزوں میں بر مک کے جلوے کا ذکر کیا گے صورت بر مک کی کھم سے یعنی ستون سے ظاہر ہوئی اور باقی یعنیوں چیزوں میں سے کسی میں ظاہر نہیں ہوئی۔ اس میں ستون کی کیا تخصیص تھی جبکہ وہ سب چیزوں میں موجود تھا۔

پنڈت صاحب اس صرفت کے سوال سے پریشان ہو گئے۔ مجھ پر ہوا یاں چھوٹنے تکیں آپ کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ آخر جب سور کو عرض کیا کہ حضور میں اس کی حقیقت عرض نہیں کر سکتا آپ ہی فرمائیں۔ میرانا نقش فہم ان مضامینِ غالی کے اور اس سے تاثر ہے۔

جب پنڈت صاحب نے اپنے بیٹے کا انہصار کیا تو مولائے حق شناس سے ارشاد فرمایا:

”سونو سنو پنڈت جی میلاد نے مجھ میں تجھ میں کھڑک کھم چار چیزوں میں شاہر حقیقت کے جلوے کا انہصار کیا تھا کہ کھم یعنی ستون پر اس کو رک گیا۔ جہاں رکنا ملاد ہیں سے ظاہر ہو گیا۔ انسان جس چیز کو مضبوطی سے کپڑے اور اس پر رک جائے وہیں خدا ہے۔“

پنڈت صاحب اس ارشاد پر نیجوہ ہو گئے اور قدموں پر بے اختیار گر پڑا اور عرض کرنے لگے کہ واقعی جیسا سنتا تھا اس سے بڑا حصہ حضور کو زیادہ پایا۔

حضور کی ایک شخصیت نے میری تمام کوکی اکتساب علم کی حقیقت کھوں دی۔ واقعی
یعلم علم ہے اور اس کے سامنے سب یقین ہیں بڑی دیر تک پنڈت صاحب
اس ارشاد پر دجد کرتے رہے۔

حقیقت حضور را نور کو اس ارشاد سے پنڈت صاحب کی تعلیم میں نظری تھی۔
حضور پر نور کی محفل ہیں آئے دن اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے تھے۔
اچھے اچھے ماہرین فن اور ارباب علم و فضل حضور کے فیض صحبت سے مستفید
ہوئے ہیں۔

اکثر واقعات جب آپ اپنی موج میں ہوتے تھے تو ایسے نکات بیان فرمادیتے
تھے جن کا جاننا اور سمجھنا باعث بر علوم طاہر محض ناممکن ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا شاہ سید علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی مندا رائے
کچھ بچھہ شرایف کا واقعہ ہے کہ جب جناب مددوح مقام سیدن پور میں معاشرے
چند رہیں کے درمیان عصر و مغرب حضور انور سے ملنے آئے تو وہ چار منٹ کے بعد
آپ نے فرمایا:

”اچھا اب پھر ملاقات ہو گی“ اور خصت کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے اور معاشرے
فرمایا اس کے بعد حاضرین سے ارشاد فرمایا:
”ذراسب باہر جائیں۔“

مولانا مددوح خود تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ چند باتیں اسرار
توحید سے زبان مبارک پر لائے اور فرمایا،

”الْغُوْسُ كَوْذَا لَهُ مُوتٌ هُوَ اُوْرُوْجُ كَوْذَا لَهُ مُوتٌ هُنْسِيْلُ هُنْسِيْلُ
حَنْتَعَالِ قَرَآنِ شَرْعِيْتِ“ یہ فرماتا ہے مکاتی نقشبی ذائقۃ الموت
یہ نہیں فرمایا بلکہ رُفِیْحَ ذَايِقَتَةَ الْمُوْتَ“

میں نے عرض کیا بجا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بچھا ایسی باتیں ارشاد
فرما میں ہیں کا بیان ہیں ہو سکتا محض اسرار درج کے متعلق تھیں مولانا چونکہ ایک
عالم و فاضل اور کاملین وقت سے ہیں اس یہی آن سے حضور نے ان کے مذاق کے

موافق کلام کیا۔

اسی طرح حضور پر نور کی خدمت عالی میں جن علوم کے ماہرا تھے اپنے آپ ان کو ایک ایسی بات بتا دیتے تھے جو ان کے علوم و فنون کی بنا ہوتی تھی فنِ موسیقی کے اچھے اچھے ماہرین کو اپنے اس فن کے متخلق خاص گرتا تھا ہیں۔ علومِ رمل و بحوث وغیرہ کے متخلق آپ نے ماہرین فن کو ایسے نکات سمجھائے جن سے وہ خوبیت ہو گئے جو حضور اپنے کی علوم ظاہری کی واقعیت سے بھی تعجب ہوتا تھا کہ اکابر فن آپ کے سامنے طفل کاتب نظر آتے تھے، گو حضور اپنے ایسا سوا تمام علوم و فنون کو بعض بیکار سمجھتے تھے۔ آپ کا مسلکِ عشق و محبت پرستی تھا۔ اسی کو علمِ حیثیت سے تعبیر فرماتے تھے اور یہ آپ کا زمانہ طفولیت سے مذاق تھا جس سے صفات ظاہر ہے کہ مردان خدا کا علم ظاہری تعلیم کا محتاج نہیں ہوتا اور زان کو اس طرف رجحان ہوتا ہے۔

از غلطفہ و منطق جز عشق نہ فہمید

ای وفتر بے معنی غرقی مئے ناب اولی

مگر با ایسے اس کو خرقی عادت کہا جائے یا کرامت کہ تمام علوم و فنون ظاہری پرستی آپ کو کامیل عنور تھا اور ان کے حائل پر ایسی نظر غاریخی جو مناطب کو ساکتِ دوم بخود کر دیتی تھی۔ آپ کے حسنِ کلام میں باطنی خوبیوں کے علاوہ علوم ظاہر کا بھی پورا مذاق تھا جس سے ظاہر ہے کہ حضور اپنے کی ذاتِ صحیح الصفات پر تو ذاتِ خداوندی تھی جس سے ہر علم اور ہر فن آپنے اپنے وقت پر ظہور یہی رہتے تھے۔

مذاقِ سخن

از اذکلم و شانِ تکلم کے عنوان سے جو بارگئے

گئے ہیں ان کے دیکھنے سے علاوہ حضور اپنے کے حسنِ کلام و مذاق علوم و فنون و تصریفات قصص آیات سے تسفید ہونے کے اس سلسلہ پر خاص روشنی پڑتی ہے کہ خداوندِ عالم جو کوئی عطا فرماتا ہے اس کو ہر

اعتبار سے گلہستہ قدرت بن کر اہل علم کے رو بروپیش کرتا ہے۔
حضور انور کے سخن کلام میں مذاقِ سخن کا بھی حصہ ہے، آپ کو کلام منظوم و
اشعار سے بھی خاص پبط تھا، آپ نوش امتحان بھی تھے اور دریاک طرح جب موقع
آئی تو آیا بت کلام پاک مختلف قرائتوں سے تلاوت فرماتے تھے اور عاشقانہ غزلیں
بھی پڑھتے۔ آپ کی مقدس آواز میں وہ سوز و گداز تھا کہ چشم زدن میں اور دل کے قلب
میں بھی انتہا درجہ کا سوز و گداز پیدا ہوتا تھا۔

اگرچہ آپ کو غزلیات و قصائد سے بہت شوق تھا مگر خود بھی کوئی شعر مزدود
نہیں فرمایا اکثر لوگوں نے بخیال برکت و عظمت اپنے کلام کو حضور انور کے نام نہیں سے
مشروب کیا مگر جب اس قسم کا کلام خدمتِ عالی میں پیش ہوا تو آپ نے منٹ فرمایا
کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔
فن شعر سے حضور انور کو ایسا مذاق تھا کہ عربی فارسی سندھی اردو و قصائد
غزلیات کو اس رغبت سے سنتے اور ان کے ہر قسم کے نکات ارشاد و فوائد جس سے
معلوم ہوتا تھا کہ آپ اول درجہ کے سخن فرمیں اور فنِ شاعری میں کمال رکھتے
ہیں۔

آپ کے پاس ایک بیاضِ رہتی تھی جس میں چیدہ چیدہ غزلیں اور قصائد تحریر
تھے جب حضور انور کی خدمتِ عالی میں اس مذاق اور طبیعت کے افزادِ حاضر ہوتے
تھے تو آپ اکثر خود اس بیاض میں سے پڑھ کر بنتے تھے۔

زبانی بھی آپ کو بہت کلام یاد تھا بیت یاد بیت زبانی کے مشغل سے بہت خوش
بہت تھے، بلکہ نہ درجی اکثر شرکیہ ہو جاتے تھے۔ دش و شعار کے مقابلے میں آپ
تہبا میختہت تھے اور ان کو ساخت کر دیتے تھے، لوگوں کو حضور انور کی ذہانت و
حافظہ رسمت تعبیب ہوتا تھا، آپ پچائیں پچائیں اور متلوں سو شعر اکیب ہی حرف پر فرم
فرماتے تھے، جس سے لوگ عاجز آ جاتے تھے۔ انہیں صحبتوں کی طرف تید نامعروف
شاهِ صاحب قبلہ نے اپنے سلام میں اشارہ فرمایا ہے:

باد باد آں مجلسِ شعرو سنخن یاد باد آں محلِ اربابِ فن

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بہت پسند تھا۔ اکثر ان کی تعریف کرتے ارشاد فرماتے تھے کہ مرید کو ایسا ہونا چاہیے ہیں کہ خوش کرنے کو امیر خسرو اپنے باتیں کیا کرتے تھے۔

خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی بہت مرغوب خاطر اقدس تھا۔ اکثر نوش المانی سے اس عزل کو پڑھتے تھے تھے:

اگر آں ترک شیرازی بدست آزادل مارا

بنجالِ سندو ش بخشش سے قند و بخارا را

مولوی خدا بخش صاحب شائی تھیم ماج بارگاہ والٹی کے فارسی دیوان کی

اکثر غزیلیں حضور انور کو زبانی باوختیں بخشی فارسی شائی اُتر پیال پوری از بر تھی جتن شائی کی فارسی غزلیں جو اکثر حضور انور کی زبانِ مبارک سے سنی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض حصہ ذیل ہے:

اگر آں ترک لیخانی کشد تیغ ستم آرا

نیارونا سپرداری کندا سکندر رو دارا

در آید در مصافت او اگر ہرام از گر دول

نیدا نم که گندزار دیلے بر جانے خود مارا

پر بعل و گوہر د درہ ندا ر دیسچ تیسیے

کچا نسبت بدنداشش بو د عقد شریارا

زفر طب بدمگانیہا کہ میدارم برو دل پیاں

ن میخواہم کہ بسندائیہ آں روئے زیارا

ولمر اذوق عشقے کو دیے در پشم نابینا

چنان جو شم کہ بدستی کند بدنام صہبا را

حدیث مطرب دینا سپری از من شیدا

ن شد کشوت ایں نکتہ کہ امی مردوانا را

گرفت اطرافِ عالم را محیط امور و شائق

گریل میرک تو بجوش آور دریا

آہ دل در دلا دوا دار د
 دار سد در حرم گہہ دلدار
 کرد مسدود را جو خور و نک د
 داد دلداز در د و گر مارا
 او کہ صد نا مراثم آوره
 گر بلک آور در د دار د
 در حیر تم چہ گوئیم اوصافِ زلف یار
 زا ہبزلف و نال خلطت کرو تا نظر
 قندے بر و زعل شکر بار بار بار
 تابر رخ تو سبزه فو خیز بر و مید
 شائی چکونہ جان بلاست برو که او
 دارو بجان او بنت پیکار سکار کار
 جو متفرق اشعارِ حضور انور کی زبان مبارک سے منے گئے ہیں ان میں سے
 بعض دستیاب ہوئے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں ہے:
 نذرِ م ذوقِ رندی نے خیال پاک دامانی
 مرادِ یواٹ خود کن بہسہ زنگیکہ میدانی
 پردم بتو مایہ تھویش را تو دالی حساب کم و بیش را
 ہم خدا نخواہی د ہم دنیا نے دوں
 ایں خیال است و محال است و جنوں

نزدیکی خا جلوہ جانان صد افسوس رہا دل ہی میں یہ ارمان صد افسوس
 اس ثبت کے عشقی میں بھی کہاں سے کہاں گیا
 کاشی گی پر آگ گیا اور گی گیا

عشق میں تیس کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
یش و نشا طاز ندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
اگر آس تک شیرازی بdest آرد دل مارا
بخارا ہندو شش بخش سمر قند و بخارا را

چو آہنگ فتن کند جان پاک چپ برخت مردان چپ بر رائے ناک
نکر دند پیسہ اہن عمر پاک کشیدند سر دگر بیان ناک
جناب بنی کریم علیہ التحیۃ وال تسیم کے تذکرہ پراکشراں شعر کوفت راتے

تھے :

تن اور اغشت لا کوئ کر دند پئے نالہ مشہور کر دند
مندر جہ بالا اشعار کے علاوہ اکثر دیشتر اشعار حضور پر اور کوئی بانی یاد نہیں
حضور جب اپنی زبان مبارک تے اشعار نہیں تھے تو اہل بزم پر عجیب حالت طلاقی
ہوتی تھی جس کا اندازہ انہیں قلوب کو ہے جن میں اس مبارک آواز کی منتدىں
تاشرات نے لجن واڈی کا کام کیا ہے حضور اور تو نکل عشق و محبت کی مجسم تصور یہ
اور عاشقانہ خدبات زیادہ تر اشعار میں پائے جاتے ہیں اس لیے اپنے کو اشعار
پرے خاص ربط تھا۔

یعنی بات ہے کہ حضور انور کے حالاتِ فیض آیات میں اربابِ علم نے جس
قدر کتابیں لکھی ہیں ان میں زیادہ حصہ منظوم ہے۔

صدہ دیوان، غزلین، قصیدہ منوریاں، رباعیاں، فیض، مسدس، عربی و
فارسی و اردو و ہندی حضور کے مدح و حالات میں لکھے گئے ہو مکے میں شامل
ہو کر مقبول عام ہوئے۔

نشریں جو کتابیں آپ کے حالات میں تالیف ہوئی ہیں وہ محدود ہے
چند ہیں اور جو منظوم تفصیلات کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔

اس سے بخاہر بھر جا سکتا ہے کہ حضور کا مکاں
عشق و محبت پر بنی تھا اس لیے اہل ارادت و محبت اپنے کلام منظوم سے حضور

کی توجہ عالیٰ کو اپنی طرف منتظر کرتے تھے۔ پناہ پا اسی امرکی طرف فروغ
وارث شاہیں پوری دلکشی ایزی بینائی، پکام فروغ نہیں اشارہ
کیا ہے۔

حاضرِ حضور میں شہزادے دیار ہیں تماحِ خفت شہزادے عالیٰ وقار ہیں
خسے اگر ہیں سوت قصیدے ہزار ہیں ایک ان ہیں عبد اللہ شمس نامدار ہیں
ان ہیں ہیں دو شرف کو نکلمہ و فضیل ہیں

یکتا ہیں وہ کہ آپ ہی اپنی ناظمیہ ہیں
ہر ایک ان ہیں فرود ہے ہر ایک انتخاب ہر ایک شہزادے ہے ہر ایک لاجواب
ہتھی ہے جنکو غلط مکان بنن کا باب کرنے ہیں یہ خیال کہ مزدود میانِ خواہ
مضمونِ ظلم کرتے ہیں وہ اپنے حال ہیں
گذے رانوری کے جو خوب و خیال ہیں

شد کے ہر کلام کی وہ بے بیٹایاں وہ شاہ بے نظر کی نازک خیالیاں
میٹھی ہیں جبکی قند مکر سے گالیاں اور اس فروعِ خستہ کی یہ سکیاں
کس فن کا کس ہنر کا یہاں آدمی نہیں
دولت تو لکھ رہی ہے مگر کچھ کہنی نہیں

آپ کی محفل میں عزل گول و قصیدہ خواہ کا زیادہ پڑھاتا۔ اسی پڑھئے میں
عرضِ حال ہوتا تھا۔ اسوقت کا سماں عجیب والا دویزہ ہوتا تھا۔ مذاہول کا جھٹ، اہل
ذوق و محبت کی رقت، محفل کا رنگ و حدت، حضور کا سچی نظر کے ہوئے سُننا۔
یہ سبھیل کردہ عالم پیدا کرتے تھے جن سے عرصہ تک اہلِ محفل تاثر رہتے تھے۔
عشق و محبت کی نہریں خاری ہیں شفقت و رحمت کے دریا موجزن تھے جاہنڈوں
اور مشائقوں کی بھیر رہتی تھی۔ آہ اب وہ پیسا راسماں عالمِ خیال میں بھی ہیں سے۔
کیسی بڑی سرکار تھی کیسا بھرا دربار تھا

حضرتِ انور اپنی منزل کو منزلِ عشق فرمایا
کرتے تھے بر وايات بزرگان متعددین

منزلِ عشق

یہ بات محقق ہے کہ حضور انور پکن سے باوہ عشق سے سے شارتے کھیلے گئے تھے اور
قیمت ہی کا تھا اور ناداں والے وار سے اسی منزل کا انور ہوتا تھا کوہ بیان
کی سیر غوب خاطر اقدس تھی۔ عاشقانہ غولیں ہر وقت زبان مبارک پر رعنی
تھیں۔ صاحب تھفتہ الاصفیا نے تکھاتے کہ عالم طہریت میں جب حضور انور کے
روبر و مدینہ طیبہ کا کوئی شخص نام لیتا تھا تو آپ ایک فوجہ مار کر بے ہوش ہو گیا
کرتے تھے۔

آپ کی ظاہری حالتوں سے یہی کمال عشق کا پتہ چلتا تھا۔ میری اوقات آپ
کی آنکھیں دبڈبائی رہتی تھیں۔ چہرہ انور کا رنگ متغیر رہتا تھا۔ کلام نہایت خفتر
فرماتے تھے کبھی وقت حضور پر انور کو سوتے ہوئے ہیں ویکھا گیا۔ نہ کہ اسی جو حالت
تھی وہ ظاہر ہے کہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ سامان علیش و نشاط سے قطعی تھتر تھا۔
تو کل واستغناً تسلیم و رضا میں انتہا درجہ کا انہاک تھا۔ بدیش ایک عالم سکوت رہتا
تھا۔ دشت نور وی بادیہ سیاہی و برہنہ پائی سے سروکار تھا۔

حضور انور کے تعلیم ترک فرمادیئے کا بظاہر توری واقعہ بیش ایسا کہ جب آپ
کم عمری میں ابیشہریتی شرایت لے گئے اور حضور خواجہ خواجگان سلطان البندغیب
لواز کے مزار مبارک پر جانے کے تعلیم کو ایک روپاں میں پیٹ لیا یہ دیکھو کہ
ایک آزاد فقیر نے کہا کہ میاں صاحب زادے کیا یہ چا تیاں ہیں؟ آپ نے لپٹے
ہوئے نخلین اس کی طرف چیک کی دیئے اور فرمایا:

”اگر چا تیاں ہیں تو یہ لوگاں آئیں گی۔“

اس روز سے کبھی آپ نے جو تے ہیں پہنچنے۔ واتھ تو اسی قدر تھا جو ترک
تعلیم کا باعث ہوا مگر فی الحقيقة یہ برہنہ پائی منزل عشق کی جاوہ سیاہی کے لیے
تھی ہے:

پا پر ہستہ ہو ترا بست روائ در پیٹے او
غیے مجذوں کو کند قدر تھے پائی ڈا

حضر انور کی ذات با بر کات عشق کا ایک مکھی نونز تھی۔ آپ کو دنیا کے

کسی کام سے مطلق رغبت نہ تھی۔ کسی انتظام سے سروکار تھا، تمام اس بے
قطعی بے تعلق تھی، ہر وقت محیت و استغراق میں رہتے تھے جس کا اثر حاضرین
پر بھی بدربدہ غایت پڑتا تھا اور حضور انور کی خدمت عالی میں ہو چکتے ہو چکتے زارین
حوالہ باختہ واخود رفتہ سو جاتے تھے اور کامل تصدیق ہوتی تھی۔

دل گواہ سست کہ در پر وہ دل آرائے ہست

ہستے قطراہ دلیل سست کہ در یائے ہست

حضور انور کی ذات محدود اصفات میں جو تماشی عشق تھی وہ قیامت کا اثر کئی تھی^۱
آپ کو دیکھتے ہی جذباتِ عشق قلب میں موجز ہونے لگتے تھے۔ بے اختیار گیر یہ طاری
اور دل قابو سے باہر جو بات تھا اور اعلیٰ قدوس اتاب عشق کی تماشیات ہر شخص کے ساتھ
اپنا کام کر کے رہتی تھیں، کوئی مجھوں ہو جاتا تھا کوئی دارفستہ اور کوئی عقلی سیدم کے ساتھ
اثراتِ محبت تغلب میں لے کے پڑتا تھا اور دلِ محبت سے دامنِ دل کو کوئی خالی
لیکے نہیں آتا تھا۔

چنانچہ آپ کے دیکھنے والے خاص طور پر اس نعمت سے بہرہ مند ہیں حضور
کے عادات و اطوار حرکات و سکنات سب میں عشق کا ظہور تھا۔

آپ کی بات باتیں میں عشق و محبت کے نکات ادا ہوتے تھے۔ عشق و محبت
پر جزا مر بینی ہو وہ گویا عین طبعِ طبیعت کے مطابق تھا، حضرت کو عشق میں اس درجہ
انہاک تھا کہ خلافِ محبت کوئی بات سننا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ آپ تمام امور پر
محبت ہی کو ترجیح دیتے تھے اور یہ آپ کی تعلیم و ہدایت تھی۔

مولانا شائعی داری دامت اللہ علیہ سلیمانۃ الاسفیانی میں لکھتے ہیں کہ سید عبد العلی
صاحب رضوی ہنگامی مشروع تھے ان سے اور قاضی عبد الکریم صاحب بریلوی سے
زیادہ مراسم تھے۔ قاضی صاحب کے معتقدین کا دستور تھا کہ بھمال ذوق و شوق
محفل میلا دسریغ ترتیب دیا کرتے تھے اور قاضی صاحب ادب و احترام کے ساتھ
قیام کرتے گر سید عبد العلی صاحب قیام کے خلاف تھے اور کہا کرتے تھے
کہ مشرکوں کا طریقہ ہے۔

چنانچہ قاضی صاحب اور سید صاحب سے اس بارے میں اکثر مباحثے رہا
کرتے تھے۔ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ کا واقعہ ہے کہ قصبه نگرام میں جا بجا حمافل میلاد
شریف کا چرچا تھا اسی زمانہ میں حضور انور بنی مگرام پہنچے۔ آپ کی تشریف اوری
پر سید عبدالعلی صاحب اور قاضی عبدالکریم صاحب کو خیال پیدا ہوا کہ حضور انور سے
اس مسئلہ میں استفسار کرنا چاہئے۔

چنانچہ دونوں آپ کی خدمت غالی میں آئے۔ آپ نے خود بخوبی سید عبدالعلی
صاحب کی طفیر مخالف طلب ہو کر فرمایا:

”میر صاحب! عاشق ہو کر کچھ عشقوں کی شبتوں کے وہ بجا و درست ہے اور جو
تفطیم کرے وہ زیبا ہے۔ میر صاحب یہ تو بتائیے کہ جو شخص دربار میں زداخل ہوا ہو
وہ درباریوں کے آداب کے کیا واقف ہو سکتا ہے۔ علم اور چیز ہے عشق اور چیز ہے
اگرچہ جناب رسول مقبول حصل اللہ علیہ وسلم نے علم کی بے انتہا فضیلت بیان فرمائی
ہے مگر مكتب عشق میں اسی کو جا بکر بھی فرمایا ہے اکثر علماء کے احوال جملہ کے لیے
شہد کی مثال ہوتے ہیں مگر عاشقوں کے لیے سم قاتل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مولینا روم
نے اس تنبیہ کو جزو موسیٰ علیہ السلام کو ہونی تھی گلہ بان کی حکایت میں اس طرح
لکھا ہے:

سوختہ جان و رواناں دیگرند	موسیٰ اداب داناں دیگرند
توبائے وصل سردن آمدی	توبائے وصل سردن آمدی
درحق اور شہد درحق تو ذم	درحق اور شہد درحق تو ذم
درحق اور نور درحق تو نار	درحق اور دو درحق تو فار

حضور انور کے اس ارشاد فیض بنیاد سے سید عبدالعلی صاحب کو کامل
تکمیل ہو گئی اور پھر کوئی سوال انہوں نے نہیں کیا چونکہ میلاد و شریف کی مختلف اہل
محبت کے لیے عین ایمان ہے اور بعض علماء کے نزدیک یہ مشکل مختلف فیہ ہے
اس لیے حضور انور نے حقیقت اصل کا اکٹھافت فرمایا کیونکہ آپ کی مکاہ حقیقت
آگاہ میں محبت کے برابر کسی چیز کی سنتی نہیں تھی۔ آپ کی بات بات میں عشقی و محبت

ہی کی تعلیمِ عشقی آپ کل مخفونِ خاتمات بھی اسی تخلیم کا آئینہ ہیں۔ بگراس موقع پر صرف ان ارشادات کا ذکر کیا جاتا ہے جو صفات و صریح طور پر عشق سے متعلق ہیں جن سے یہ بات کلی طور پر مختصر ہو گئی کہ حضور انور کی نظر فیض اثر میں عشق کی کیا منزلت تھی۔ اور آٹ کے نزدیک کمالِ عشق کی تھا عشق اور حقیقت سے متعلق حضور انور کے ارشاداتِ لیلیات لکھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک واقعہ درج کر دیا جائے۔ جس سے واضح ہو کہ حضور انور کی اصطلاح میں عشق کیا ہے۔

مولینا شافعی داریٰ رحمۃ اللہ علیہ تکفہ اللہ علیہ تکفہ اللہ علیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور نکھنویں روشن افروز تھے ایک طالبِ ہدایتِ خدشتِ عالیٰ میں حاضر ہوا اور اسے عرض کیا کہ میری تمام سُمَر اور اگر ویسے کاری میں بسر ہوں اب میں متمنی ہوں کہ مجھکو کچھِ عصیت فرمائیے۔ آٹ نے ارشاد فرمایا کہ

”عشق و محبت کا سبق پڑھو۔“

اس نے سادگی سے عرض کیا۔ عشق و محبت ہی میں اب تک بسر ہوئی ہے۔ مگر اس میں دنیاوہ عرصی دونوں کا حضر معلوم ہوتا ہے... آپ نے فرمایا:

”تم عشق کی حقیقت سے بے خبر ہو۔“

اس نے عرض کیا کہ میں خود ہیران ہوں۔ آٹ نے فرمایا:

”عشق یعنی حروف سے مرکب ہے۔ ع۔ ش۔ ق۔

عِبادتِ الہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ش۔ شرع۔ شریعت کے تابعی شرائط ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ ق۔ قربان کی رغبت دلاتا ہے۔

کہ اپنے نفس کو سچے ذوقِ حسوس سے قربان کر دو۔“

عشق ایک بنے نظیرِ معشوق ہے اور محبوب کی محبت کے اثرات اس میں کیا کیا خاصیت رکھتے ہیں جس کو معشوق پاہتا ہے عشق کی زنجیر میں بکھڑ دیا ہے مولینا

روم فرماتے ہیں سے

تمت عشق از هر ملت جداست	عشق اصطلاح اسرار خداست
کے شناس عشق راجز عاشقان	من چرسازم عشق را شرح و بیان

عشق آں نہ بود کہ بر مردم بود
 عشق ہائے گزئی پئے رنگے بود
 عشق آں بگزیں کہ جبلہ اولیٰ
 یا فتنہ از فیض او کار و کب
 گرد تفسیر زبان روشنگرست
 ایک عشق بے زبان و شن ترست
 آفتاب آمد ولیل آفتا ب
 اس فادا ز خور دان گفت م بود

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد حضور انور نے ارشاد فرمایا:
 "تم حضرت محمد و محبوب نجتیار کا کی رحمت اللہ علیہ کی مانعوں میں مکھیوں میں مکھی
 ہے کہ ایک دن رابعہ بصریٰ کی مخمل میں حضرت حسن بصریٰ ماںک و نیارا و شفیقیٰ ملئی
 رحمت اللہ علیم اجمعین رونق افزود تھے حضرت رابعہ بصریٰ نے استفسار فرمایا کہ
 کمال عشق کس کو کہتے ہیں۔ حضرت حسن بصریٰ نے فرمایا کہ اگر معشوق عاشق مانشی کو بلد میں
 گرفتار کرے تو عاشق کو چاہئے کہ استقلال کے ساتھ جان دے دے۔

حضرت ماںک و نیارے فرمایا کہ عاشق بخانے میشوں کا اثر محسوس نہ کرے۔
 حضرت شفیقیٰ ملئی نے فرمایا کہ اگر معشوق عاشق کے ٹکڑے کر دے تو ہمیں حرف
 سُکایت زبان پر نہ لائے اور عشق سے منہ نہ پھیرے۔

حضرت رابعہ بصریٰ نے فرمایا:
 "ماشق وہ ہے جو اپنی سستی سے گذر جائے مُردہ ہو جائے انہوں کو نہ دو
 میں شمار نہ کرے۔

عاشق کی ابتداء میں عین ہے اور شروع کے آخر میں عین ہے۔ یہ اشارہ ہے
 اس بات کی طرف کہ جو کوئی شروع کے درجات کو آخر تک طے نہ کرے وہ عشقیٰ یعنی
 کمال حاصل نہیں کر سکتا کمال عشقیٰ یہ ہے کہ عاشق سے میشوں ہو جائے، عاشق وہی
 ہے جو ذاتِ معشوق میں محو ہو جائے"

حضور انور کی اس تصریح پر تاثیر سے اس طالب ہدایت کی اور تمام حاضرین
 کی عجیب کیفیت ہوئی آپ نے اس طالب ہدایت سے ارشاد فرمایا:
 "کچھ دلوں مردان خدا کی محبت اختیار کرو۔"

عشق و محبت کی تعلیم سے بھی حضور انور کو خاص مذاق تھا اکثر یہ شعر زبانِ مبارک
سے ارشاد فرماتے تھے ہے :

ما قصہ سکندر روداران خواندہ ایم
از با بزرگ حکایت نہ رو فا پرس

ارشادات متعلق عشق احقيقیت عشق کے متعلق بجو حضور انور

کے ارشادات میں ان سے واضح ہوتا ہے کہ فی الواقع اس منزل میں ثابت قدم رہنا ہر شخص کا کام نہیں ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

”عاشقی ایک ملامت ہے۔ انسان دین و دنیا سے گذر جاتا ہے اور فراق میں مر جاتا ہے اُسی فراق میں تو مزہ ہے ورنہ پھر کچھ نہیں۔ عشقون کا ترسانا اور جواب و عتاب کرنا ہی تو رحم وفضل ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ معرفت کوئی کبی چیز نہیں ہے شخص و دربی بے جس کو خداوند کریم اپنی معرفت نہیں کسی کا اجارہ نہیں۔“

خود ہی اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ عاشق کون ہے۔ ہونے کو تو ہزاروں عشق کا دم بھرتے ہیں مگر فی الواقع بجو عاشق کہلائے جائے کا مستحب ہے اس میں کیا صفات عاشقی ہونا ضروری ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

”جس نے جان کو قربان نہ کیا وہ عاشق نہیں۔ میں کے ہزاروں اور یوسف کے لاکھوں چاہنے والے تھے مگر یہ مجتوں اور زیرِ خاہی کا حصہ تھا پس جس کا حصہ ہوتا ہے دہی پاتا ہے۔“

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ :

”علم اور چیز ہے اور عشق اور چیز۔ جہاں عشق آجائے وہاں علم و عمل کا کام نہیں رہتا۔“

عشق حقیقی میں انسان کو کیا ملتا ہے اور اس میں کتن دشواریوں سے سابسے

پہنچا سے اس پرہنایت مختصر الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں :
عشق میں ترک ہی ترک ہے، ترک دنیا ترک عقبی ترک مولا ترک ترک اور
اپنا آپ فراق ہے۔

حضور انور کے ایک ارشاد سے یہ مشدح ہوتا ہے کہ عاشق و معشوق میں
کوئی تفاوت نہیں رہتا وہ حقیقتہ اپنا ہی فراق ہوتا ہے جس سے عاشق کو کام لپڑتا
ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

”منزلِ عشق میں ذات صفات ہو جاتی ہے اور صفت ذات“

مشق ابتدائی کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :

”خیال میں صورتِ معشوق کی بیانیت کرننا چاہیے جو صورتِ عشق ہو گئی وہی بعد
مرگ بھی قائم رہتی ہے بلکہ اُسی کے ساتھ اُس کا خاتمہ ہوتا ہے۔“
حضور انور کا ایک دوسرے اقول بھی اسی کے مطابق ہے، ارشاد

فرماتے ہیں :

”عاشق جس خیال میں مرتا ہے وہی خیال اس کا حشر و شرقیامت و دودزخ
پہشت ہے بلکہ کثرتِ جذبِ عشق میں خود وہی ہو جاتا ہے جبکہ عشق و محبت نہیں
وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا اور نہ اس را میں چل سکتا ہے۔“

مشق الہی کی خاص کیفیتیں ہیں، ہر شخص کا کام نہیں جوان کا تحمل ہو سکے چنانچہ
عشق کی رفتار کو حضور انور مختصر طور پر ارشاد فرماتے ہیں۔

”عشق کی الٹی چال ہے جس کو پیار کرتا ہے اسی کو جلاتا ہے جس کو پیار نہیں
کرتا اس کی بگاٹ ڈھیل کر دیتا ہے۔“

عشق علمِ اکتسابی نہیں ہے جو کتابوں سے حاصل ہو سکے بلکہ یہ ایک نعمت
خدا و اود ہے جس کو قسمِ ازل نے قلبِ ضطر عطا فرمایا ہے اسی کا حصہ ہے چنانچہ
ارشد فرماتے ہیں :

”زبانی پڑھنا لکھنا اور ہے اور دل سے محبت اور ہے زبانی پڑھنے کرنے سے
کچھ نہیں ہوتا محبت عجیب چیز ہے۔“

ماشتان الہی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز کو نظر غیر سے نہیں دیکھتے اور
ہر یک چیز میں جلوہِ مشوق نظر آتا ہے۔ چنانچہ حضور پر نور کا ارشاد ہے:
”مذہب عشق میں کفر اسلام ہے:

اسی کے مطابق ایک دوسرا ارشاد ہے:

”محبت میں کفر اسلام سے غرض نہیں۔ اس میں شریعت کو کچھ دھل نہیں۔“

اہلِ تصوف کے بعض الخاطر بادیِ النظر میں اہل طوہر کو کہا یہ معلوم ہوتے ہیں
گر تحقیقتہ وہ ایسے نہیں ہوتے ان کی اصطلاح میں جلا گاہ ہوتی ہیں۔ ارباب نما ہر
آن الفاظ کے ظاہری معنی لیتے ہیں اور انہیں معنوں پر حکم نگاہ دیتے ہیں اور قائل کے مکار
ہو جاتے اور اس کو کافر و زندگی قرار دیتے ہیں۔

یہ منزل بھی عشق میں خلاف عشق نہیں سمجھی جاتی۔ بلکہ یہ منزلِ تسلیم درضا پوری
ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور پر نور ارشاد فرماتے ہیں:

”جو کچھ عاشقِ مشوق کی نسبت کے وہ بجا و درست ہے اور جو کچھ تنظیم کرے
وہ سزاوار ہے۔ جو عاشق کی نسبتِ مشوق ہے وہ تمامِ رخصاو تسلیم ہے عاشق
کو چارہ نہیں۔“

اسی مشnoon کا ایک دوسرا قول بھی حضور نور کا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:
”عاشق اپنے مشوق کی بخوبی تحریف کرے وہ سب درست ہے وہ گنہگار
نہیں نہ اس پر عذاب و ثواب ہے بلیں را بچشمِ جنوں باید دیدیں دوسرا وہ آنکھ
نہیں پا سکتا۔ حضرت موسیٰ نے اس پردا ہے کو اپنی شریعت کی رو سے منح کیا تھا
سونا پسند ہوا اور اس کا وہی خلافِ شرع کرننا پسند ہوا۔ اس کو دل سے تعلق
ہے۔“

حضور پر نور عاشق کی حالت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ صَرْبَانِي كُنَا اور حزبِ لگانا اور بات ہے بے دیکھ کے کسی چیز
کا خیالِ محال ہے دیکھ کے عاشق ہونا لگن ہے۔ اور جب کوئی کسی کا عاشق ہوتا
ہے تو اس کی کوئی سانسِ مشوق کی یاد سے خالی نہیں جاتی۔ عاشق کی سانس بلا

کسب و ذکر عبادت ہے۔ عاشق غافل نہیں سمجھا جا سکتا۔ عاشق کی سی ماز ہے اور سی روزہ ہے:

عاشق اسی عالم میں جمال یا رکورڈ کیھتا ہے اسی یہ ارشاد ہوتا ہے کہ بے دیکھ کی پیزیر کا خیال محل ہے۔ دیکھ کے عاشق ہونا ممکن ہے۔ حضور انور کا ایک اور لذت بھی اس کا مومند ہے فرماتے ہیں:

”جس نے یہاں نہیں دیکھا وہ انحصار ہے：“

عشق میں امیدیں اور نخواشیں سب مرٹ جاتی ہیں۔ کوئی بات کسی غرض پر مبنی نہیں ہوتی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

”عاشق کا دین دنیا دلوں خراب：“

ارشاداتِ مندرجہ صدر کے علاوہ حضور انور کی زبان مبارک سے دقتانہ تھا۔ عاشق کے بارے میں جو جعلی سرزد ہوئے ہیں تبرکہ لکھتے جاتے ہیں جو عاشق کیلے رہ ہر حقیقی اور طالبِ زبانِ خدا کے لیے سبقِ اموز عشق ہیں۔ اگرچہ بعض ارشاداتِ مندرجہ بالا ارشادات سے باکمل مطابق ہیں مگر چونکہ وہ حضور انور کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں اور حلاۃتِ زبان سے بھرے ہوئے ہیں اس لیے ان کو قندکر انتہا کرنا چاہیے۔

۱۔ ”عشق وہی ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا：“

۲۔ ”عشق میں استقامہ نہیں：“

۳۔ ”عاشق کامرید ہے ایمان نہیں مرتا：“

۴۔ ”عاشق وہ ہے جس کی ایک سائنس بھی یادِ مطلوب سے خالی نہ جائے：“

۵۔ ”محبت میں ادب و بے ادب کا فرق نہیں ہے：“

۶۔ ”عاشق کو خدا معموق کی صورت میں ملتا ہے：“

۷۔ ”محبت وہ چیز ہے جس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا：“

۸۔ ”محبت ہے تو ہم بڑا کوس پر تہائے ساختے ہیں۔“

۹۔ ”محبت میں بے ادبی بھی خیلن ادب ہے：“

- ۱۰۔ مجتہت میں ایمان ہے۔
- ۱۱۔ فقیر کم شانِ زیادہ ہوتے ہیں تو کچھ مزمل عشق سخت و شوار گزار ہے۔ اس لیے طالب اس راستہ کو کم پسند کرتے ہیں۔
- ۱۲۔ جو تم سے مجتہت کرتے ہمارا ہے مزملِ عشق میں خلافت نہیں ہوتی۔
- ۱۳۔ جس کو سب شیطان کہتے ہیں اس راہ میں دوستِ بیجا تاہے وہی نہیں کر سکتا۔
- ۱۴۔ مجتہت میں انتظام نہیں جہاں مجتہت نہیں وہاں انتظام ہے۔
- ۱۵۔ عاشق کے مرید کا انجام خراب نہیں ہوتا۔
- ۱۶۔ عاشق کے خیال پر دین و دنیا کا انتظام ہے۔
- ۱۷۔ اگر عاشق کی زبان سے کوئی بات غلط ملک جائے تو اُس کو بھی خدا پس کر دیتا ہے۔
- ۱۸۔ عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس پرنسپ کا ذہرا شر کر سکتا ہے اور نہ شیر کھا سکتا ہے۔
- ۱۹۔ مجتہت کو سب سے کچھ نہیں ہوتا۔
- ۲۰۔ مجتہت ہے تو سب کچھ ہے مجتہت نہیں تو کچھ نہیں۔
- ۲۱۔ جو کچھ ہے لگاؤ ہے باقی جگڑا دکھلانے کی چیز ہے۔ اگر لگاؤ نہیں تو خاک نہیں دنیاداری دو کا نہ رہی ہے۔

توحید

حضردار اور کی ذات محمود الصفات ایک آئینہ

وحدتِ حقی۔ باطلہ ہر بحث و شان توحید نظر آتی تھی وہ یہ تھی کہ آئی پکی ہر بات میں ہر وضاحت میں اخلاق میں عادات و اطوار میں سب میں یک منگلی تھی اور جو شخص خدمتِ عالی میں حاضر ہوتا وہ رنگ وحدت میں مستخر ہو جاتا تھا۔ حضور اور کے ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ کمال عشق بھی درجہ توحید ہے اور جو عشق میں کامل و اکمل ہوتا ہے وہی توحید میں بھی فرو ہوتا ہے۔ حضور اور کے

ارشاداتِ عشق سے یہ بات تو بین طور پر نایاں ہو گئی کہ منزلِ عشق میں ذاتِ شرکت ایک ہو جاتے ہیں۔ عاشق کا کامل عشقی یہی ہے کہ وہ خود ملعوق ہو جائے جب عاشق ملعوق کی ذات میں فنا ہو گیا تو عاشق یعنی ملعوق ہو گیا۔ جو شے ازان دوست ہے وہ اپنی ہے اور یہیں سے توحید کا ظہور ہے جیفیقت عشق و توحید اللہ مم و نژوم ہیں۔ عاشقی کا مل ہی موحد کا مل ہی ملکتا ہے جوہر ایک ذرہ میں ملعوق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔

حضرت انور کی توحید میں یہاں تک استغراق تھا کہ زبان مبارک سے بتا گا ادا ہوتے تھے یا جو رکات و سکنات آپ سے سرزد ہوتے تھے ان سب سے اسرارِ توحید مکشف ہوتے تھے۔

مشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ داری (سابق نائب ریاست ہونما) رئیس لپڑوہ عبدالغنی خان حضیر رائے بربیلی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے مکان پر حضرت انور تشریف لانے والے تھے۔ جو حصہ مکان حضرت انور کے قیام کے یہی مخصوص کیا گیا تھا میں اس کے آراستہ کرنے میں مصروف تھا۔ ایک خادم سے کچھ غلطی ہو گئی جس پر میں نے غصہ سے اس کے منہ پر ٹھانچہ مار دیا۔ اس کی سکھ پڑب۔ اگری اور وہ روئے گئی۔ میں دوسرا دن حضرت انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت انور کو یہی آیا ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”ہماری آنکھ میں چوتھے گئی ہے ہم نہیں جا سکتے：“

مشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ داری کا بیان ہے کہ میں نے ہر چند اصرار کی مگر جب آپ نے فرمایا تو یہی فرمایا کہ ”ہماری آنکھ میں چوتھے گئی ہے ہم نہیں جا سکتے：“

بالآخر میں مجبور ہو کر چلا آیا اور دو سو سال حضرت انور تشریف لائے اس واقعہ سے خلا ہر ہے کہ استغراق توحید کس کا نام ہے۔ حضرت انور کی ذات فیض آیات سے نسبت عشق کی طرح ثابت توحید بھی کمال کے ساتھ جاری تھی۔ فنا فی الوحدت کا ہر وقت ظہور تھا۔ جو بات زبان مبارک سے ارشاد ہوئی تھی اسیں

بھی زگب و حدت ہوتا تھا، یہ اکثر مریدین و معتقدین ہی سے نہیں بلکہ دیگر بزرگوں
بے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے،
”ہم اور تم ایک ہیں نام“
اور حقیقتہ حضور انور کا اخلاقی، آپ کے عادات و صفات آئت کی
تجید کے شاہد ہنادل ہیں جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر ہو گا، آپ کی مناسیت
اور بیان تباہ کرنے کے عدالت اعماق پر نہیں، زبان مبارک سے اپنا نام نہیں
لیا اور نہ سمجھی قلم سے تحریر فرمایا، جس سے اس مسئلہ پر روشنی پر قیمتی ہے کہ یہ تو دو
از تنور نسلی میں کسی بات سے سروکار نہیں رہتا اور یہی وہ حالت ہے جو سوراج
عشق اور کمال استغراق توحید ہے، کہ انسان اپنی بستی سے خلا اور احصوا لا گز
جائے سے:

رفت او ز میان ہمیں خدا مانند حشد

الْفَقْرُ إِذَا أَتَهُ وَاللهُ أَيْسَتْ

آپ نے اپنے نفس سے اس درجہ قطع تعلق فرمایا تھا کہ اپنے نام و نشان
بھک کو قائم نہیں رکھا تھا جس ستاب میں جس غزل یا تصحیحہ میں جس خط میں اپنا
نام ملاحظہ فرماتے اس کو پھر دیتے تھے، آپ کی نگاہِ حق آکا ہے میں نہ کسے سوا
کوئی چیز نہیں تھی اور ہر ایک چیز میں مشاہدہ یا راتھا، آپ کے جو مودعات اقوال ہیں
وہ جیسی آپ کی وحدائیت کا ایک بین مونہ پیش کرتے ہیں جن میں سے بعض جو ماحصل
ہوئے ہیں کہتے جاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

”ہمارے یہاں جو کسی عیسائی سب نہ ہب واے برابر ہیں، کوئی مرا نہیں،
خدا انسان پر نہیں ہے، ہم تم میں چھپ کر سب کو دھو کے میں ڈال دیا ہے، لب
ایک صورت پکڑ لے، خدا میاں گا، انسان پر کیا ہے؟“

اس ارشاد پر حاجی ادھر شاہ صاحب وارثی نے حضور انور کی طرف
اشارہ کر کے عطفِ حق کیا کہ یہی صورت پکڑ لے، فرمایا نہیں کوئی صورت ہو
جب سب ایک ہیں تو یہ اور وہ کیا سب میں نہ ہے کوئی صورت ہو۔“

حضرتو انور کے اس ارشاد سے فناعوں اللائق اور عینیتیں
صاف طور پر نمایاں ہے۔ علاوہ ازیں مسئلہ توحید کی حقیقت بھی فہم میں آتی ہے کہ اگر
توحید میں ہے کہ ہر شے میں خدا ہی خدا نظر آئے جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے
وَالَّذِيْ نَفَخْتُ فِيْهِ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِيْ قَحْفَةَ وَلَيْلَةَ بَعْدِ الْجَمَارَةِ
إِلَى الْأَرْضِ السُّفْلَى لَمْ يَظْرَأْ عَلَى اللَّهِ طَرْفًا قَطْرَنَةً
السَّلَامُ هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ هُوَ
وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِ

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ
اگر تم ڈول کو رستی میں باندھ کر سب سے نیچے کی زمین پر ڈالو تو وہ اللہ ہی پر
پڑے گا (آیت شریف) (وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہی
باطن ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ خدا انسان ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر جگہ ہے تو
چشم بکش کہ جبلوہ دلدار مبتکلی ست از درود بیوار
یہ امر مسلم ہے کہ انسان کی ذات میں جیسا ظہور خداوندی ہے ایسا کسی شے
میں نہیں ہے اسی وجہ سے یہ اشرفت الخلق ہے جیسا کہ حضرت سیدنا غوث العظیم
کے اہم احادیث میں ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے جیسا میرا ظہور انسان کی ذات میں
ہے دیسا کسی میں نہیں ہے۔

حضرت مولیانا ابوالحنفی خرقانی رحمۃ اللہ علیہ این اللہ خلق آدم علی ہموروتہ
کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کو جب اپنی صفات کا نظریہ کرنا منظور
ہوا تو عالم کو عرصہ ظہور میں لا دیا اور جب ایسا ظہور منظور ہوا تو آدم کی تخلیق فرمائی۔
اس سے ظاہر ہے کہ تمام عالم میں اگر انہمار صفات ہے تو انسان میں
ظہور ذات ہے تو۔

اے زادہ ظاہر ہیں از قرب چہ می پرسی
او درمی دمن دروے پھوں بو بر گلاب اندر

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ خداوند کرم قیامت کے دن اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر سوال کرے گا کہ بنی آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت کی تو وہ تعجب سے مخدود تکرے گا کہ تیری کوئی کیا عیادت کر سکتا ہے تو ارشاد ہو گا کہ میرے غلام بندہ کی اگر تو عیادت کرتا تو وہ میری بھی عیادت ہوتی کیونکہ میں اُس کے پاس ہی تھا۔ اسی طرح اپنے بندوں کی بھجوک پیاس اور دیگر مکالیفات کو اپنی ذات سے منسوب کر کے سوال کرے گا۔

پس صفات ثابت ہے کہ خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے اور انسان کی ذات میں جو نہ ہو رخداوندی ہے وہ کسی شے میں نہیں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ”خدا آسمان پر نہیں ہے ہم تم میں چھپ کر سب کو دھوکے میں ڈال دیا ہے بس ایک صورت کو کپڑا لے خدا مل جائے گا“ ہے:

در دیده عیاں تو بودی و من غافل
در سینہ نہاں تو بودی و من غافل
از جملہ جہاں شان ترا می جسم
خود جملہ جہاں تو بودی و من غافل

رباعی

بامن بوئے منت نیدا نستم	بامن بوئے منت نیدا نستم
رفته ز میان د منت د نستم	تامن بودے منت نیدا نستم

رباعی

مشوش عیاں بودنے د نستم	بامن میان بودنے د نستم
گھنست و بللب گر بجا نے پر ستم	خود اغترہ خوان بودنے د نستم
تو حید کے سائل بجا نے خود نہایت نازک داہم ہیں۔ موحد کن ہو ہیں	

ہر ایک اچھی برمی چیز کیسے ہی حیثیت رکھتی ہے کہ جب فتنعنتِ الخلق میں خیر و شر دونوں شامل ہیں پھر خیر کی کو انسان اپنے جانب مشوب کرتا ہے۔ اس پر ارشاد فرماتے ہیں:

”انا الحق سب پکارتے ہیں اور فنا ف الله بھی ہر نے کوئی قبول نہ کر سکتا۔“
مگر اتنا الشیطان یا انا الیٰن بید کوئی نہیں بولتا یہ بات مشکل ہے:

حضور انور کے اس ارشاد کے بظاہر تو یہ توجیہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس ذاتِ اللہ ہے اور اس کے سواب اسماۓ صفات ہیں۔ ذات دعمنات کو افتاب اور اس کی شعاعوں کی شال سے بیان کیا جاسکتا ہے جس طرح آفتاب کو اس حالت میں جبکہ اس کی شعاعیں فودار نہ ہوں دیکھ لینا آسان ہے مگر جب اس کی کرنیں عالم پر تو نگن ہوں تو اس کی طرف نظر جا کر دیکھنا دشوار ہے اسی طرح ذاتِ الہی کو پر دفعہ ذات میں دیکھ لینا آسان ہے مگر پر دفعہ صفات میں اس کا نظارہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ وہاں شانِ قیامتی کی تجھی بھی نمایاں ہے اور جلالِ بھی ظاہر ہے۔ سماں کا رام سلوک میں اگر جماعت صفات کو اٹھانا شروع کرتا ہے تو ذات تک رسائی حاصل کرنے کے لیے مدت مدید درکار ہوتی ہے اور اس کے علاوہ راہِ دشوار گذرا بھی ہے۔ ہاں اگر اوقل ہی ذات کی طرف بڑھا ہو تو صفات کو طے کرنے کے بعد فنا ف ذات کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ مquamِ گستاخی انا الحق دامت اللہ ہے۔

جماعت صفات کو اٹھا کر ذات تک پہنچنے میں عارفان بالشکر نے ذکر کیا کہ با ذات رسمی مشکل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور انور کا ارشاد ہے کہ اس کے صفات کو طے کرنا اور علیتائے صفات میں جنکا ٹھوڑی زید و شیطان میں بھی ہے اپنے آپ کو فنا کرنا اور کلمات انا الیٰن زید و انا الشیطان یوں امر دشوار ہے کیونکہ صوفیاً سے کرام کے نزدیک اسماۓ الہی دو اقسام پر منقسم ہیں جمالی و جلالی۔ پس ارشاد عالی کا یہ طلب فہم میں آتا ہے کہ صفات

جالی ہیں فنا ہونا اور ان تجھیات کا نظارہ کرنا آسان ہے مگر صفاتِ جلالی کی برداشت امرو شوار ہے اسی لیے ارشاد ہوتا ہے :

”أَنَا الْحَقُّ سَبَبٌ پَكَارٌ تَتَقَبَّلُ مِنِي أُوْلَئِنَّ اللَّهُ بِحِمْيَرٍ يَوْمَئِنَّ كُوْمَرْجُونَ“
میں گران الشیطان یا اتنا ایں یہ دکوئی نہیں بو تمایر بات مشکل ہے ”

حضور انور کے ارشاداتِ نہایت اہم ہیں آپ کی تمام محفوظات میں عشق و توحید اصلیت و ایقین ہی کی تقدیمات بھری ہوئی ہیں جن کی شریخ کے لیے دفتر چاہیے حضور انور کی نگاہِ حق آگاہ ہیں خدا کے سوا کوئی چیز نہیں تھی یہی آپ کی تعلیم تھی بخاکپخ ارشاد فرماتے ہیں :
”مسجد مندر اگر جائیں جہاں جائے سوائے ایک شان کے اور کچھ نہ دیکھئے“

یہ جو ہر حقیقت ہے کہ ذاتِ الوجوب موجود کے سوا ہر ایک چیز کی لفظی ہو جائے کیونکہ حقیقتہ دہی ایک صورت ہے جو کعبہ و دریں جلوہ فگن ہے دہی ایک شکل ہے جس کا عالم و آدم میں ظہور ہے جیسا کہ مولوی سید عذیز حیدر صاحب قبلہ وارثی (رہیں گیا) فرماتے ہیں ہے :

غیرِ حق نیست و وجود اصلاً کے شود ضمداً و نمزاً دیساً
کلمہ لا الہ الا اللہ ہست بہان ہے لفظی غیر اللہ
و حدش ہست جلوہ گرہ آن لیک الان ہست اوکا کا ان
گر تو نواہی رہی زایں دا ان مکن یوم بخوبی ہتو نی شان
ہر اقدیس دنیز تشریش لفظی تشبیہ کن و تنشیش
حقی یہ ہے کہ موحدین کی نگاہ میں مسجد ہو یا مندر یا گر جا کوئی جگہ ہو سب میں ایک ہی جلوہ عالم افزد ہے :
در کون و مکاں نیست عیال جزیک نور
ظاہر شدہ آں نور بہ ازواع ظہور

سچ نور و تنور ع نلہور شش عالم

تو حیدر ہیں ست دو گرد سم دغور

عشق و توحید کا جو منظر بارگاہِ عالمی میں نظر آتا تھا وہ یادگارِ زمانہ
تامی مذہب کے افراوس اُس ایک صورت پر فراہستہ و شیفتہ نظر آتے تھے اپنے
کی بات بات میں نکالت عشق و توحید داہوت تھے بعجیب حالت تھی اور یہ
وحدت تھی جنہوڑا نور جو مخلوق بالخلق اللہ تھے۔ اپنے کی نظر میں سب ایک تھے
کوئی تفریقی رہنمی تھے

عاشق و عشق و بہت و بستگ و عیار کی ست

کعبہ و دیر و مساجد سہ جایا ریحی ست

گر در آئے ہچمن وحدت یکنہنگی بیں

کہ دراں عاشق و عشق و عشق و عمار کی ست

اصدیق

عشق و توحید کی طرح تصدیقی کی بھی حضور اور
خاص تعلیم فرماتے تھے جس سے علم و عمل
کی انبیت اشارہ ہے کہ جو بات زبان سے نکالی جائے وہ تصدیقی سے بھری
ہونی ہو، قول و فعل ایک ہونا چاہیے۔ حضور اور کی یہ شانِ تصدیقی تھی کہ جو لوگ
کسی خیال سے شک و وہم میں مبتلا ہوتے آپ ان کو تصدیق کرادیتے تھے
اور آنکھوں سے دکھادیتے تھے۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ حضور اور تو بہات
خدشات کا جواب نہیں دیتے تھے مٹا بدھ کرادیتے تھے۔ جیسا کہ اکثر واقعات
سے ظاہر ہوگا۔ حضور اور کے جوار شادات طبیعت میں ان سے بھی اس
مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے کہ تصدیق ہر شخص کا حصہ نہیں ہے۔ جس کو خداوند
تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے۔ اس کا فضل و کرم ہے۔ چنانچہ حضور اور نے ایک
مرتبہ ارشاد فرمایا کہ :

۱۔ مدینہ شریف کے راستے میں ایک مولوی صاحب بار بار کہتے تھے

کرات اللہ مع الصابرین و میر کو جب ہو اگر مہمی تو مولوی حنا
گھرائے پانی بھی ان کے پاس ختم ہو چکا تھا اس وقت ہم نے کہا ایت اللہ
مع الصابرین مولوی صاحب خفا ہو گئے بس زبان سے کہنا اور بتا
ہے اور دل سے تصدیق اور بات ہے:

۲۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ کہ مغلظہ میں ایک مولوی صاحب خفت اپنے بے
الیہہ میٹ خبیل المورید کا وعظ بہت کہا کرتے تھے ان کے
ہاس ایک معمولی سی فروختی اس میں سردی معلوم ہوتی ہمارے پاس دوکل تھے وہ
شب کو ایک کل ماگنے کے لیے ہمارے پاس آئے ہم نے کہا خفت اپنے بے
الیہہ میٹ خبیل المورید سے نہیں مانگتے:

اس کے بعد فرمایا:
”زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا جب تک دل تصدیق
نہ ہو۔“

بعض دیگر ارشادات تصدیق سے متعلق جو حضور اوزر کی زبان فیض تر جان
سے ہنسے گئے حسبہ ذیل ہیں۔

۱۔ ”تصدیق ہزاروں میں ایک کو ہوتی ہے ہر شخص کا حصہ نہیں پھر اس کی
بھی کوئی صورتیں نہیں زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا۔“

۲۔ ”اپنے میں جو سانش ہلتی ہے یہی ذات ہے جس تصدیق مشکل ہے۔“

۳۔ ”وَقَرَأَ قُسْكُنًا فَلَا تَبْصِرُ وَلَّا تَحْسِنُ“
سمجھ گیا تصدیق ہو گئی۔

۴۔ ”آدمی جب تک عشق میں کافر نہیں ہوتا مسلمان نہیں ہوتا صاحب توحید
ہونا آسان گر صاحب تصدیق ہونا مطلک ہے۔“

۵۔ ”جس کو یہاں تصدیق نہیں وہ کعبہ جا کر کی کرے گا وہاں جا کر سوائے
پھر کے اور کیا دیکھے گا۔ خدا تو ہر جگہ ہے کعبہ توصیفہ جنت
ہے۔“

۶۔ صحبت سے کچھ حاصل نہیں جب تک دلی تصدیق نہ ہو۔
 ۷۔ نماز روزہ اور ہے تصدیق اور ہے اگرچہ تصدیق مانع حملہ نہیں
 گریالت ضرور قابل لحاظ ہے۔

۸۔ کتابیں پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہے تصدیق اور چیز ہے۔
 حضور اور کے ارشادات طیبات سے ظاہر ہے کہ تصدیق وہ چیز ہے جو
 جو بغیر مرشد کامل حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہ وہ علم نہیں جو کتابوں میں ہوا درس و تدریس سے حاصل ہو سکے تصدیق
 کی مختلف صورتیں ہیں۔ صاحب سمع سابل فواد اس لکھنے سے نقل کر کے لکھتے ہیں
 کہ حضرت خواجہ نواجگان خواجہ محبین الدین حشمتی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہیں
 شیخ یوسف حشمتی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص سیعیت کی غرض
 سے حاضر ہوا اور شیخ یوسف پی کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا اپنے پاس وقت
 کیفیت طاری تھی فرمائے گئے کہ اگر لا الہ الا اللہ حشمتی دستعف اللہ ہو تو مرید
 کر سکتا ہوں وہ شخص رائخ الحقیدہ اور مرد صادق تھا۔ اُس نے فوراً یہ کلمہ پڑھا۔
 حضرت شیخ یوسف حشمتی رحمۃ اللہ علیہ نے مرید کر کے فرمایا کہ میں کیا ہوں اور کیا ہو
 سکتا ہوں ایک غلام نعلمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یہ کلمہ امتحانِ تصدیق
 کے لیے کلوایا تھا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مادہ تصدیق کا پیدا ہونا بھی خدا کے فضل
 کرم پر منحصر ہے۔ ہر شخص میں یہ الہیت ہیں ہوتی اور نہ یہ علم کتاب میں ہے جو
 اکتاب سے حاصل ہو جائے کیونکہ اجلد علمائے کرام اور مجتہدین ذوالاہتمام
 اس میں اہل باطن کے محتاج رہے ہیں اور انہوں نے صداقت سے اعتراض
 کیا ہے کہ یہ حصہ خاص عارفان باللہ کا ہے۔ چنانچہ امام عینی رحمۃ اللہ علیہ کے
 حالات میں ہے کہ آپ حضرت بشیر حافیؒ کی صحبت میں زیادہ رہا کرتے تھے۔
 آپ کے شاگردوں اور معتقدوں نے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں، محدث ہیں، مجتہد
 ہیں۔ اس پر تعجب ہے کہ ایک مجتوں اور ازخود رفتہ درویش سے اس قدر ربط

پیدا کر کھا ہے جو زیر بخیں دیتا۔ حضرت صبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن علوم کے قم نے نام یے میں اس سے زیادہ جانتا ہوں مگر حضرت بشر خانی نے جنم سے کہیں زیادہ خدا کو جانتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ حالتِ ذوق و شوق میں حضرت بشر خانی کے ساتھ ساتھ پھر اکرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھ سے میرے خدا کی باتیں فرمائیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام عالم کا علم میرے علم کو نہیں پہنچتا اور میرا علم صوفیوں کے علم تک نہیں پہنچ سکا۔ اور صوفیوں کا علم ان کے پیر کی ایک بات تک نہیں پہنچ سکا۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور آیات و احادیث و اقوال بزرگان دین بیان کرتا۔ مہاری تک صحبتِ قائم رہی۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ یہ رات بھی کقدر مبارک رات ہے کہ اپنے اپنے ذکر و اذکار ہوتے رہے۔ یقیناً ایسا جلسہ تھا اُسی سے بہتر ہے۔ حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس خیال میں رہے کہ کہاں سے ایسی بات لاؤں جو میں خوش ہو جاؤں، میں اس نکر میں رہا کہ کہاں سے ایسا جواب دوں جو تم کو پسند آجائے۔ ایک دوسرے کے خیال میں نہدا سے غافل رہا۔ میں میرے نزدیک خلوت میں خدا سے ووگنا بہتر ہے۔

حضرت امام شافعی کا قول ہے کہ جس کو تاویلات کی طرف زیادہ رجوع دیکھو سمجھو تو کہا اُسے کچھ نہیں آتا ہیں ایسے شخص کا فلام ہوں جس نے مجھے ایک حرفِ ادب سے تعلیم کیا ہے۔

ان بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ علوم ظاہر ماہیتِ حقیقت کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ قصد حق وہ جو ہر خاص ہے جو علم صفتیہ میں نہیں ہے۔

یہ انہیں کو حاصل نہ تھا ہے جو منزلِ عرش کی رہنمائی کا شرط رکھتے ہیں۔ سے:

در کنز و پهرا یا نہ تو اں یافت خدارا
در مصحفِ ولیں کہ بیانے پہاڑیں نہیں

حق یہ ہے کہ تصدیق کرنے والوں سے حاصل نہیں ہوتی یہ راز علوم سینہ تھا
ہے اور عارفانِ باللہ سب اس کے معلمِ حقیقی ہیں ہیں :
آس علم کو دریافتِ حاصل کر دے
کارے دگرست دعائش بکاری دیگرست

ایقتین

حضور انور کی ذاتِ بیتِ حنات سے منشی و
توحید و تصدیق کی طرح یقین کی ثابت بھی
کمال کے ساتھ چار می تھی جس کے باطنی اثرات کا احاطہ تحریر میں لانا تو امام جمال
ہے، اگر بٹا ہر ہمار شادوت وہیات تھے ان سے بھی یہ بات یوں ہے طور پر جو
ہوتی ہے کہ حضور انور کو مددِ یقین میں کس درجہ اہمک متحا اور کیسی اس کا بخیر
مُراًۃ ظریحی ۔

منشی عبدالخن نام صاحب قبلہ وارثی ا سابق نائب ریاستِ ہندوستان میں
پور وہ غنی نماں خلائق رائے بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ عالم شباب میں یہ تو ایش
کام مخدلا ہی تھا کہ پھر کی اور کش رمنگا کر اس کا بولو اگاثت مبارک سے ملاحظہ فرمائے
تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے ایک نہایت
عدهہ بھجاں کی قسم کی پھر کی منگانی۔ آپ نے اس کی نہایت تیز و حار کو جسی اگاثت
مبارک سے ملاحظہ فرمایا اور تعریف فرمائی۔ مجھے تعجب تھا کہ آپ کس تدریبے
مختلف ایسی تیز و حار پر اگاثت مبارک پیسرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ ایک نامہ
انداز سے اٹھے اور ایک درخت پر وارکیا۔ اس کی شاخ کٹ گئی۔ پھر بھجاں کو
لیے ہونے میری طرف نما طلب ہوئے میں نے سرستیم خم کر دیا اور عرض کیا کہ
حاضر ہے۔ حضور انور نے زیرِ لب قسم فرما کر ارشاد فرمایا:
”بُو خود مرا ہو اس کا کیا ناما؟“

میں نے پائے بارک پر سر کھو دیا اور عرض کیا الحمد للہ کو درجہ فنا قبولیت
میں ہے：“

اپ بستر ردنی افراد ہوئے۔ اس وقت حضور انور نہایت شاد و مسرور تھے اور دریا نے مشقتوں سے موجز ان تھا ارشاد فرمایا:

عاشق کا محبوب کی پار دلیں دم لکھتا ہے اور بعد مرگ عاشق اپے مشوق کی صورت میں ہوتا ہے۔ عاشق کو کسی سے واسطہ نہیں ہوتا جس سے عشق ہے وہی اس کے لیے سب کچھ ہے اکثر عاشق کی راہ پلنے والوں نے کہا ہے جیسے عک محمد جاں کی کاتول ہے۔

جا کے ہاتھ ہوئی اس کی لی سو راجہ اور تاک دی
اس کے بعد ارشاد فرمایا:

مشوق کے ملنے والے سے دنیا میں واسطہ نہ کئے جو دل میں سما گیا اس پر قائم رہے بے عرض و مطلب جو محبت ہے وہ ایک آتش بجگہ سوز ہے جس کو عشق کہتے ہیں یہ ایک بے اختیار چیز ہے اس کی کوئی تدبیر نہیں ہے مذکوب سے اس کو تخلی ہے۔ یہ ایک آگ جس کے دل میں پیدا ہوئی بدن چکوڑنے کے وقت اس کی حدود مشوق کی ہوگی۔ تھنٹ افڑ بے سمجھ پکے ہو کہ نہاد سب میں ہے غور کر دا دریا درکھوکہ اقرار و قبولیت کے دو کلے جو مرد و غورت کے ماہین ہوتے ہیں اس اقرار کا غورت اتنا اعتماد کرتی ہے کہ مرد ہزار کوس پر بھی سندھ کے پار ہوتا ہے تو جسی اپنی بیوی کو سہیں بخوتا۔ اس کی طرف دل لگا رہتا ہے جس غورت سے مکن ہوا اس کی خبر لیتا ہے۔ صرف چند لفاظ اقرار و قبولیت پر وہ غورت تمہاری کہلاتی ہے اور تم اس کے شوہر کہلاتے ہو۔ ایک ساعت کے لیے تم دونوں ایک دوسرے سے غافل نہیں ہوتے پھر جلا غور کر د کہ جس خدا نے مختارِ علی نے مصدق خلق ادم علی احصو دستہ اپنی صورت پر تم کو بنایا اور روز اzel آدمی پر مشکو کا خود اقرار کیا اور تم نے بھی جواب میں بتا۔ کہکش اقرار کیں اب تم میں اس شبکت کے سرا جو حقیقی اور پوشیدہ ہے یعنی راز توحید اس اقرار پر لانا تو جرس ہونا چاہیے جتنا غورت اپنے شوہر کرکتی ہے۔ اور جانشناخت اس کو اپنا جانتی ہے کہ کس قدر و سیع اور بلند درجہ ہے کہ خدا نے تدبیر نے

اپنی صورت ملکو علاں اپنی اور خداوندی بہبے کا اقتدار کیا اور تم نے بھی بندگی کا اقتدار کیا اپنی اپنی روزانہ رکھا۔ پھر بھی تم کو شک ہے اور تینیں کل نہیں ہے اتنا بھروسہ بھی نہیں جتنا ایک بڑے کو اپنے سورہ پر ہوتا ہے۔“
مشی عبد الغنی صاحب دارالشی کا بیان ہے کہ ”صورۂ انور کی اس اصریریہ پر تائیرے تمام حاضرین کی عجیب حالت ہوئی۔ سبکے بے اختیار اٹک جا رہی اور سب پر عالم بیخودگی طاری کیا۔

”صورۂ انور کے اس ارشاد و فرض بنیاد سے ثابت ہوتا ہے مسلمانوں میں کس قدر عقیق نظر رکھتے تھے، آپ کے مقدمہ سن الفاظ و لفظین ہونے کے علاوہ خاص تعلیمات سے ملدوں میں جیسے تصدیقی و ایتین توکل و استغنا اعتماد و محبت و غیرہ وغیرہ۔“
اسی طرح ایتین کے بارے میں ”صورۂ انور کے جو ارشادات ہیں وہ دستورِ انقلب ہیں جن میں سے بعض حصہ ذیل ہیں۔

۱۔ ”یقین اعتقاد کی رووح ہے جس میں ایتین کی کمی ہے اس میں اعتقاد کی کمی ہے۔“

۲۔ ”جن کی نظر درست پر ہے ان کا کوئی دشمن نہیں ہے۔“

۳۔ ”خدا پر بھروسہ کرو تو وہ خود تباہ اسماں کرتا ہے (اور اکثر اسی کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے) اگر کوئی اپنی تدبیر کرتا ہے تو وہ علیحدہ کھڑے ہو کر سیر دیکھتے ہیں اور پھر کچھ نہیں ہوتا۔“

۴۔ ”ہزار کوں سے خادم اپنی جو روکی نکر رکھتا ہے دل کی جانب اشارہ فرمائے، اور جو تمہارے اندر ہیں وہ نہیں نکل کریں گے۔“

۵۔ ”جس کے دل میں یہ رہے کہ دیکھنے یہ کام ہو کر نہ ہو وہ کام نہیں ہوتا کیونکہ وہ دیدھائیں پڑا ہے نہیں بلکہ ضرور ہو گا۔“

یہ کس قدر زبردست ایتین کی تبلیغ ہے خدا کی حالت میں ناممید نہیں ہونا پائے چنانچہ کلام پاک میں ہے: ”وَمَنْ يَعْمَلْ مُحْسِنًا فَلَا إِذْنَ لَهُ بَأْنَى الْأَذْنَاتُ تُؤْتَ“ (او کون ناممید ہوتا ہے رحمت پر درگاہ کے

سوائے گراہ کے) ۷۶

سر بد تو خدیث کعبہ و دیر مکن
درود ائے شک چو گمراہان سیر مکن
روشیوہ بندگی ز شیطان آموز
یک قبلہ گزیں و سجدہ بر غیر مکن

حضرت انور کی عین نظر میں جو درجہ تعلیم ہے وہ استدر اہم ہے جس کی مثال
مشکل سے مل سکتی ہے پھر اپنے ایک دوسرے پہلو سے ارشاد فرماتے ہیں:
”اپنا بات کسی کے آگے نہ پہلاۓ چاہے مر جائے خدا سے بھی نہ کہے چاہے
کیسی بھی تخلیق ہو کیا اللہ نہیں دیکھتا کسی غورت کا شوہر اگر ہزار کو س پر بھی ہو تو وہ اپنی
بیوی کی خبر رکھتا ہے اور اللہ تو اپنے پاس ہے کیا وہ نہیں دیکھتا۔“
حضرت انور کے ارشاد فرض بنیاد سے اکثر تقدیمات کی طرف اشارہ ظاہر
ہوتا ہے جیسے توکل و استغنا الصدای و تعلیم تو حید و فخر و غیرہ کیونکہ مت ای
امیدوں سے دست بردار ہونا اور خواہشات کا فنا کر دینا کمال فقر ہے۔
حضرت بائز یہ بسطامیؑ کا قول ہے کہ طالب اپنے تمامی افعال و اسال
سے بے سہم تو خود بآحمد ہو جاتا ہے حضرت مولانا شاہ تراب علی تلمذ فرماتے ہیں سے:
عاشقی کا ان نام رادی ہے عشق دکانِ نام رادی ہے
نام رادی کی بھی طلب نہ ہے یہی پایاں نام رادی ہے
اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد ہے سے فرمانِ نام رادی ہے
یار کو عمر بھر ہمارے ساتھ عہد دپیاں نام رادی ہے
ہاتھ اٹھائیں نہ کیوں غاے ہم وہ تو خواہاں نام رادی ہے
فقر میں اُس کی آن بان ہے اور جیسیں کچھ آنِ نام رادی ہے
ہے ٹبب ان دنوں تراب کا حال
دست و دامانِ نام رادی ہے
ارشادِ عالی سے ثابت ہے کہ اپنی خواہشوں اور مقنادوں سے دست بردار

ہونا چاہیے کیونکہ اللہ خود کفیل ہے اس کی ذات پر یقین و اعتماد رکھنا ہی سب کو پڑھتا ہے
بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک خدا کو تلاش کیا اور جب مل گئی
تو معلوم ہوا کہ میں خود ہی مطلوب تھا اگر خدا پر توکل دیکھنے بوقوف ہے
کلام بہاسال ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا اقرار ہے اور اس سے زیادہ کسی پر اعتماد کرنا نام
لائیں وہ سود ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَمْدِ الَّذِي لَا يَعْوِزُ
(اور توکل کرو اس پر جو زندہ ہے اور غیر فانی ہے) اسی بنا پر ہدایت ہوتی
ہے :

”اپنا ہاتھ کسی کے سامنے نہ پھیلانے چاہے مر جائے“
خدا پر اس کی رحمت پر پورا یقین ہتی کہ اس سے عرض حاجت کی خواہش بھی
پیدا نہ ہو اسی یقین کامل کے لیے ارشاد ہوتا ہے :
”خدا سے بھی نہ کہے چاہے کیسی بھی تکلیف ہو“ پھر خود ہی اس کی توضیح فرماتے
ہیں :

”کیا اللہ نہیں درکھتا ہے“ خود ہی نظر بھی ارشاد فرماتے ہیں :
”کسی عورت کا شوہر اگر بڑا کوں پر ہجۃ وہ اپنی بیوی کی خبر رکھتا ہے اور اللہ تو
اپنے پاس ہے کیا وہ نہیں درکھتا؟“
جس کا ماحصل یہ ہے کہ استعمال کے ساتھ خدا پر یقین رکھنا چاہئے جناب
سیدنا امیر المؤمنین عزما ورق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا پر پورا اعتماد رکھو تو وہ تم کو
اس طرح روزی سنجائے جیسے پرندوں کو پہچانتا ہے۔ یہ تصور کا اعلیٰ درجہ ہے کہ کسی
کے سامنے دست سوال دراز نہ ہونہ اہل دنیا سے کوئی عرض وابستہ ہو خداوند قدر
پر اتنا یقین و اعتماد ہو کہ اس سے بھی مانگنے کی احتیاج نہ رہے جناب تیکے
معاذ الم Razی کا قول ہے کہ قیامت کے دن نہ تو بھری کچھ وزن رکھتی ہوگی نہ درویشی
وزن ہو گا تو صبر و شکر کا۔
لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ دنیا میں زندگی کا بڑھا ہوا سمجھنا چاہئے فرمایا:
”بس کا یقین بڑھا ہوا ہے“

جانب سرہ فرماتے ہیں سے:

سرد اگر ش دنست خود مے آید ، گر آمدش رواست خود مے آید ،
بیوہ چڑا در پے او مے گردی بُشین ان اگر او خداست خود مے آید
حضور انور کے ارشادات میں کامل تین توکل کی تعلیم ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :
”جو شخص اپنی تدبیر و کوشش کرتا ہے اللہ میال اس سے علیحدہ رہتے ہیں کیونکہ
یہ تو خود ہی کرتا ہے اور جو اللہ کے بھروسہ پر میڈ جاتا ہے اس کو بھروسہ اس کی ذات
کا ہوتا ہے تو خداوند کریم اس کا کام کرتا ہے ”

پس ہے وقت تیتوں تک شَدَّ اللَّهُ فَهَوَجَةً (اور جو اللہ پر بھروسہ
کرتا ہے اللہ اس کو بس کرتا ہے) ۔

کنز العمال میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص یہ پا ہے
کہ میں سب سے زیادہ قومی ہو جاؤں اس کو لازم ہے کہ خدا پر اعتماد کرے۔
یہی درجہ تیقین ہے جو مدارج عالی کا پتہ دیتا ہے اور انتہائے زهد و عبادت
کے بعد حاصل ہوتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَا بَيِّنَ الْيَقِينَ ۝ (اور
اپنے رب کی عبادت کر دیا ہے کہ تمکو تیقین ہو جائے) یہی تیقین ہے جو متوكلن
خدا پرست اہل معرفت کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے ان کے ہر ایک کام
میں خدا کا ہاتھ ہوتا ہے ۔

صحابہؓ سے سابل نے لکھا ہے کہ حضرت فتح موصلي رحمۃ اللہ علیہ بیت اللہ
کو جاتے تھے راہ میں ایک طفیل نابالغ کو دیکھا کہ باکل بے سروسامانی کی حالت میں
آ رہا ہے، حضرت فتح موصلي نے فرمایا کہ کہاں سے آتے ہو، اس نے جواب دیا
کہ مکہ مغلبلہ سے، حضرت موصلي نے فرمایا ابھی تم بچہ ہو تم پرالیسی سکھیعن فرض
نہیں ہے، اس رلا کے نے جواب دیا کہ زندگی مستعار کا کیا اعتبار ہے میں نے
اپنے سے چھوٹوں کو مرتے اور قبر میں دفن ہوتے دیکھا ہے حضرت فتح موصلي نے
فرمایا تمہارے پاس کچھ زادراہ ہے؟ اس نے کہا میں جہاں کہیں بھی رہتا ہوں
سیرا تو شریقین ہوتا ہے اور میری سواری میسکر دنوں ہاتھ پاؤں اور دوسروی

سواری شوق و عشقی انہیں سوار بیوی سے سفر کرتا ہوں۔ حضرت موصیٰ نے فرمایا
میرا یہ مطلب نہیں ہے خور دلو نوش کے سامان کو دریافت کرتا ہوں۔ اُس کے
رکے نے کہا مجھے ایک بات کا پلے جواب دیجئے دہ یہ ہے کہ اگر آپ کے
دوستوں میں سے کوئی شخص آپ کے مکان پر آئے تو کیا آپ کو گواہ ہو گا کہ وہ
خور دلو نوش کا سامان اپنے گھر سے خود ساتھ لائے جحضرت موصیٰ نے فرمایا ہو
نہیں، اُس رکے نے جواب دیا ”لے ضعیف اليقین، خداوند من کہ چند دلیں
خاصیات و بیگان گان وغیرہ ہمانان را روزی میدہد مرا بخانہ خویش طلبیہ
است چکور شراب و طعام نہ ہے“

یہ یقین ہے جو اہل معرفت کا حصہ ہے بحضور انور کے ارشادات سے ظاہر
ہے کہ آپ کی ہر چیز کے کمال پر نظر تھی اور آپ کا یہی طریقہ عمل تھا۔

مختلف ارشادات فیض آیات

حضرت انور کے مت می
ارشادات خالی و معاف

سے ملیں اس لیے جو کچھ بھی حاصل ہونے ہیں وہ بنت افادہ ناظرین کرام کہے جاتے ہیں :

- ۱ - اپنی وضع پر قائم رہے۔
- ۲ - جو گھر بیٹھے مرید ہوتے ہیں اس کو بیعت الوجہ کہتے ہیں۔
- ۳ - اگر سات روز کا بھی فاتحہ ہو تو زبان پر نہ لائے اور اللہ سے بھی نہ
کہے کیا وہ نہیں جانتے جو اپنے پاس ہیں۔
- ۴ - اپنی بستی میں رہ کر لاپرواہ نہ مسئلکل ہے۔
- ۵ - جب فاتحہ ہوں تو ضبط کرے۔
- ۶ - بات توجب ہے کہ سائنس خالی نہ جائے (عرض کیا گیا کہ کس سے سائنس
خالی نہ جائے تو فرمایا کہ) اللہ سے۔
- ۷ - ایک رنگ رہے۔
- ۸ - حاجی او گھٹ شاہ صاحب دارثی نے عرض کیا کہ ذہنور ارشاد

- توجہ دیتے ہیں یہ توجہ کیا ہے: "فرمایا" گرفتی ہے مجبت ہے تو توجہ کام دے گی اور جس کے قلب میں مجبت نہ ہواں پر کیا اثر ہو گا"
- ۹۔ بڑی فقیری یہ ہے کہ ہاتھ ہر گز نہ پھیلے بالکل لاطین ہو کر رہے اور تسلیم و رضا پر قائم رہے۔ اور گندھ اتعویز دعا بد دعا وغیرہ بالکل نہ کرے بس یہی فقیری ہے۔
 - ۱۰۔ حاجی او گھٹ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ سید کی شناخت لوگ یہ بتاتے ہیں کہ اگر ان کے ہاتھ پر آگ روک دی جائے تو ہاتھ نجلے ارشاد فرمایا۔ یہ پتہ ہے مگر جو امتحان لے گا کافر ہو گا۔
 - ۱۱۔ یہ بھپیر کی شکل ہے اس یہی سبب کچھ ہے ہے:
چوں تر ذات پیر را کر دے قبول
ہم خدا در ذاتش آمد و سُم رسول
 - ۱۲۔ جس نے یہاں نہیں دیکھا وہ اندر ہا ہے۔ بحکم من سَأَنْتَ فِي
هَذِهِ أَعْصَمَ الْهُوَفِ الْأَخِيرَةِ أَعْصَمَ وہاں بھی نابینا رہے گا۔
 - ۱۳۔ ہر کراینجا نہ یہ محروم است در قیامت زلزلت دیدار فقیر کو کسی سے ناراض نہ ہونا چاہئے اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی نشوش ہو کر ناخوش ہو۔
 - ۱۴۔ اس کائنات کا نام دنیا نہیں ہے غفلت کا نام دنیا ہے۔
 - ۱۵۔ اسلام اور پیغمبر ہے ایمان اور پیغمبر ہے۔
 - ۱۶۔ فقیر وہ ہے جو کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔
 - ۱۷۔ فقیر کو بے لالگ رہنا چاہئے (شاید اس کا یہ مفہوم ہو کہ فقیر کو تسام موجو دو اتے عالم سے بے سرو کار رہنا چاہئے)۔
 - ۱۸۔ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔
 - ۱۹۔ فقیر کو سوال حرام ہے۔

- ۲۰۔ دنیا فساد کا گھر ہے اور اہل دنیا نہستہ اور درستہ ہیں۔
- ۲۱۔ دنیا کی محبت بُری چیز ہے۔
- ۲۲۔ ایک صورت کو کپڑے، وہی مرستے دقت اور ہی قبر میں اور ہم شرمن کام آئے گی۔
- ۲۳۔ حسد بہت بُری چیز ہے۔ جسی کہ شیطان پر ہمی الہول پر منے کی مژد و رست نہیں شیطان خدا کا رقیب نہیں ہے اُنَّ اللَّهُ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ۔
- ۲۴۔ طالب کے واسطے صرف نعمتِ فتنہ ہے، مونت رو جی کافی ہے اس لیے کہ خدا ہماری مکملیت میں ہے ہم خدا کی علیت میں ہیں کسی سے کچھ طلب کرنے کی حاجت نہیں ہے:
- ۲۵۔ جب انسان اپنے دم پر قادر ہو جاتا ہے تو اشارہ ہزار عالم اس کے تحت میں آ جاتا ہے۔ وحوش و طیور سب میٹھ ہو جاتے ہیں۔
- ۲۶۔ سید محمد ابراہیم شاہ صاحب نبیرہ حضرت سیدنا جاتی خادم علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہ سے حضور انور نے دریافت فرمایا "تم نے کنز پڑھی ہے اور صرف وحش و منطق" اپنوں نے عنصیر کیا "جی ہاں" فرمایا "اگر طلب ہے تو دستار مولویت کو طلاق پر کھدو ہے" پست شوتا دینی حق نااغن شود ہر کجا پیشیت آب آنجارو اور کفر و اسلام میں اس بات کا خیال کر لو کہ سے: بخفر و بر اسلام کیاں بگر کہ ہر کیک زدیوان او دفتریت پھر ارشاد فرمایا کہ کافر بھی مثل مومن کے ہے اور واحصلِ مقصودِ تعلیق اگرچہ واحصل میں اختلاف ہے گریجت اہل بیت شرط ہے۔
- ۲۷۔ سیدنا مسرووف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور مثنوی شریعت ملاحظہ فرمائے تھے کہ دو این ملاحظہ ارشاد فرمایا: "ہر انسان پر زخم ہے کہ اپنی طبیعتِ نفس کو تابویں رکھے اب ناجام کار کا میاں ہو گا اگر نفس کی باؤگ ہاتھ سے

- چھوٹ جانے گی تو اس وجد کو سزا نے دار رہی گا۔ گی ہے:
 چون قلم در دست غذا کے بود ل جرم منصور بردارے بود
 ی شعر پڑ کر فرمایا، افظاً نہدار سے نفس آثارہ مراد سے:
- ۲۰۔ انسان کو چاہئے کہ خدا پر بخود سے رکھئے جب خدا نے اس کی تحریکات
 کا ذمہ دیا ہے تو برابر ہمچاہے کا، مگر تصدیق پاہئے جب ذمہ دار ایسا اللہ
 ہے تو اندر شیش کیا ہے محض بیکار۔
- ۲۱۔ فقیری یہ ہے کہ ہاتھ کسی کے سامنے رکھئے اللہ سے بے پرواہتے وہ
 خود فرماتے ہیں حجت اُفَرَّبِ الْمَبِيِّهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ
 وہ تو سب راست و تکلیف دیکھتے ہیں۔
- ۲۲۔ طبی و ضعداری یہ ہے کہ بجو کر سے وہ کیے جائے۔
- ۲۳۔ ایک مرتبہ رسولی نادر سعین صاحب دارثی بخاری سے فرمایا۔ بُشْرٌ فَتِیٌّ
 یہ ہے کہ دس اوسیوں کو روٹی دیکر کھائے۔
- ۲۴۔ پیر بہت ہیں مرید مشکل سے ملتا ہے۔
- ۲۵۔ مرید ہونا چاہئے، مرید ہو تو پیر کے سینے پر سوار ہو کر حاصل کر سکتا ہے۔
- ۲۶۔ پیروں کو رسمی مرید بہت ملتے ہیں مگر مراد فتحت سے باختمال ہے
 جیسے حضرت نواجہ ابوسعید کو غوث پاک، خواجہ عثمان باروی کو خواجہ
 معین الدین حشمتی، حضرت بابا صاحب کو حضرت سلطان نظام الدین اولیا
 حبوب الہی، حضرت علاء الدین صابر کو حضرت شمس حضرت مجتبی اولیا
 کو امیر خسرو اور حضرت محمد و مہمناٹھی کو مریلنا منتظر۔
- ۲۷۔ ایک مرتبہ ارشاد ہوا "آدمی ہونا چاہئے آدمی ہونا بہت مشکل ہے، کسی تقد
 سکوت کے بعد ارشاد فرمایا" آدمی اسی وقت ہوتا ہے جب طیفہ قلب ذاکر
 ہواں یہ کہ طیفہ قلب حضرت آدم کے زیر تدم ہے اور حیث واقعیت
 حاصل ہے وَهُوَ مَعْلُومٌ أَيْمَانًا لَكُنْتُمْ تُوْلِيْتُمْ خجت اُفَرَّبِ
 الْمَبِيِّهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ جب صیحت ہو گئی تو ترب

- خاص ہوگی۔ یہی درجہ تکیل ہے
- ۳۹۔ مقام حیرت میں فقراب رسول پڑے رہے ہیں۔ سے:
- چ شہزادتیم دریں دیر گم کر حیرت گرفت آستم کر قم
اس کے بعد منزل نیض ولایت و نیض نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔
- ۴۰۔ جب کچھ زرما تو فیض ہو گئے۔
- ۴۱۔ فقراء غیر ملکت ہیں اور دنیا دار ملکت ہیں۔
- ۴۲۔ ایک مرتبہ مرتضیٰ محمد ابراء یم سیگ صاحب شید اوارثی سے مغلب ہو کر ارشاد فرمایا سے:
- گر تو خواہی بینیش بر دوز دیدہ ہارا زغیر اوچون باز
ی شعر پڑ کر دو مرتبہ فرمایا "سمجھ گئے؟"
- ۴۳۔ چقدر مرید ہیں ہماری اولاد ہیں جس کو چقدر ہمارے ساتھ مجت ہے
اسیقدر اپنے بھائیوں سے اتفاق ہجراڑ کا اپنے باپ سے مجت کر کے
اس کو بھائی سے اتفاق ہو گا۔
- ۴۴۔ جو جس کا حصہ ہے اس کو ضرور دیا جاتا ہے خواہ زندگی میں خواہ مرتے وقت
اور نہیں تو اس کی قبر میں ٹھوں دیا جاتا ہے داس جلد آخری کا حصہ انور نے یہ
شان سے اپنی فرماتے تھے۔
- ۴۵۔ رام جی اجو دھیا والے ہندوؤں کے اوتار ایک پنڈت تھے سرمی
کرشن جی کنھیا پریمی تھے اور بابا نانک صاحب کی موقد تھے۔
- ۴۶۔ ایک مرتبہ گیارہ صویں شریعت کے متعلق استفسار کیا گیا تو ارشاد فرمایا: "مقام
ہوا ایک عجیب مقام ہے (صحابہ الجد) ۵ کے ۵ اور و کے ۶ ہوتے
ہیں اور ۶ مکر گیا رہ ہوئے۔ حضرت غوث پاک کی بی بی منزل تھی اتنا یہ کہ
گیارہ صویں والے میاں شہور ہو گئے"
- حضرت انور کے ارشادات سے مسائل تصوف کے علاوہ دیگر امور پر بھی کافی
روشنی پڑی ہے۔ اپنے کی زبان مبارک سے بخوا خالد ادا ہوتے تھے دہ نہایت جامن

اور مصنی نیز ہوتے تھے۔ حاجی او گھٹ شاہ صاحب دارثی شامل ہیں کہ ایک مرتبہ
حضور اوزر سے عرض کیا گی۔ سنابہ تہتر فرقوں میں سے بہتر ناری ہیں اور ایک
نابی ہے اور ہر ایک فرقہ اپنے آپ کو ناجی کہتا ہے تو وہ کوئی فرقہ نہیں ہے؛ حضور
نے ارشاد فرمایا "جو حسد سے آنک ہو وہی ناجی ہے اور جو حسد میں ہو وہ بہتر
میں شامل ہے ہے۔ پہلے ۲

۲۳ - جو نشیب و فراز میں رہے گا اس کو خدا نہیں ملے گا جو نشیب و فراز سے
نکل جائے اس کی بخات دنیا ہی میں ہو جائے۔

۲۴ - ہر وقت صورت سامنے رہے وہی صورت ہر جگہ نظر آنے لگے گی
یہی فنا فی الشیخ ہے۔

۲۵ - حاجی او گھٹ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ اسم ذات کرنے ہے
فرمایا "اللہ، باقی سب صفات ہیں؟"

۲۶ - عرض کیا گیا "ہو" کیا ہے۔ ارشاد فرمایا "شذات نہ صفات
بلکہ ایک میدان ہے"

۲۷ - ایک مرتبہ ارشاد فرمایا "ہم کعبہ کے اندر یہ غزل پڑھنے لگے ہے :
عشق میں تیرے کو و غم سر پہ لیا جو ہو سو ہو

محاذِ کعبہ نے کہا ہذا بیتِ اُن سب ہم نے کہا وہ جگہ بتا تو
جہاں خدا نہ ہو" وہ چپ ہو گئے اور کہا ان سے نہ بولو۔

۲۸ - حضرت سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضور پر انور
دہلی تشریف لے گئے تو حضرت سرہد کے مزار مبارک پر بھی گئے اور
اور فاطمہ مجتبیت سے اُن کے مزار سے لپٹ گئے اس کے بعد ارشاد فرمایا
"سرہد رضا و تسلیم کے بندے تھے سرہدیدیا اور اُنہیں نہ فتویٰ
دینے والے رہے نہ سلطنت رہی گرا ایک سرہد کی جگہ ہزار سرہد پیدا
ہو گئے"

۲۹ - ایک مرتبہ غوثی عبدالغنى خان صاحب دارثی رمیں پور وہ غنی خان ضلع

رانے بریلی سے فرمایا "غئی خان جاتے ہو جی مقبول کس کا نام ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ حضور کو بہتر علم ہے۔ ارشاد فرمایا "عاشق اپنے مشوق سے مل جائے یہی جی مقبول ہے"۔

۱۵۔ خاندان قادریہ کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں کو اس خاندان سے نسبت ہے ان پر جادو بلوٹنے کا بالکل اثر نہیں ہوتا"۔

۵۲۔ مولوی نادر حسین صاحب وارثی بخراںی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شیخ قادر بخش صاحب فضلی نور الدین مرقدہ سے حضور اُنھے فرمایا تھے میاں ہوسانش مکمل وہ اسم اللہ کے ساتھ مکمل جو سانش بدون اسم اللہ مکمل ہے وہ مرد ہے اور بڑے میاں ایک ذکر ایسا ہے جو سانش سے تعلق رکھتے ہیں زبان سے۔ انہوں نے عرض کیا یہ حضور کا ذکر ہے "زبان بڑے میاں ہو جاتا ہے؛ مکر دو تین مرتبہ یہی فرمایا مکان اپنے میاں ہو جاتا ہے"۔

حضور انور کا ہر ایک ارشاد ایسا مکمل ہوتا تھا کہ جس کا جواب نہیں تعجب ہوتا تھا کہ باور جو استغراق و انہما کی عشق و محبت حضور انور تمامی امور میں خاص خیال اور رائے کا انہما فرماتے تھے اور جس طرح آپ کے عارفان اقوال حقائق و معارف سے بھرے ہوئے ہیں اسی طرح مذہب و ایثار عَدْنَت کے متعلق جو ارشادات ہیں ان میں بھی وہی تصدیق و تیقین و عشق کی تعلیمات ہیں۔

ارشادات متعلقہ مذہب

مشہور ہے کہ عاشقانِ

اللٰہ کو فلذِ عشق و محبت

میں کسی بات کا احساس نہیں رہتا۔ عشق ہی مذہب، عشق ہی ملت، عشق ہی ملک عشق ہی خدا اور عشق ہی رسول ہوتا ہے۔ وہ عشق کے سوا کسی کے پر واد میت نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے شریعت بھی سکاری کو مستثنیٰ کرتی ہے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حضور انور کی ذات معدن الصفات سے جس طرح معارف و حقائقِ اللٰہ

کی نسبتیں جاری تھیں اسی طرح سنت بُنیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نہیں
موہبہت کا بھی بد رجاء تمظہر تھا۔
اگرچہ آپ کا مسلک حقیقی عرش تھا اور اسی میں محیت و استغراق کامل تھا
مگر با دیواروں کے حضور انور کو خداوند عالم نے وہ نظرت عالی اور مقام خاص
علی فرمایا تھا کہ آپ کی ذات گھبوا الصفات سے اتباع سنت و شریعت کی
کامل و مکمل نسبت جاری تھی۔

آپ پابندی اور کان مذہب سے نہایت شاد ہوتے تھے اور اکثر ہدایت فرماتے تھے۔ علاوه ازیں طالب میں جو عیب رکھتے یا جس قسم کا وہ کار و بار کرتا اسی
کے متعلق اُس کو ایک ناکیک مذہبی ہدایت ضرور فرمادیتے تھے۔
اکثر مذہبی امور سے بخوبی انور کو خاص ولچپی تھی ان کا بیان تو شانِ تکلم
کے عنوان سے اسی باب میں ہو چکا ہے مگر اس بارے میں بخوبی ارشادات
فیض آیات ہیں وہ تھی دستور العمل بنانے کے قابل ہیں۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب سلیمانیت مکتبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ
مولینا سید جنم الدین صاحب مرحوم و مغفور رہیں باہکی پور جن کے زہد و اتقا کا
اس جباریں شہرو ہے ایک مرتبہ حضور انور سے عرض کرنے لگے کہاب من ز
خوب الہی سے نہیں ہوتی بلکہ مادمت کی وجہ سے اس کی عادت ہو گئی ہے۔ اہذا
بلجی ہوں کہ ایسی رچھوڑتے تو اچھے۔ حضور انور نے مکرا کر فرمایا:

”مولوی صاحب استقامت پر از کرامت و ضعدری اسی میں ہے کہ مرتے
دم تک پڑھے جاؤ“ اس روز سے مولینا کو نماز میں ایک خاص لطف آئے گا
جتنی کہ جب انہوں نے اس دنیا نے ناپا سیدار سے سفر کیا ہے تو نمازِ عصر کی دری
رکعت میں سب بجود تھے کہ واصلِ حق ہو گئے اور کویا حضور انور کے ارشاد کے
مبوجب کہ ”مرتے دم تک پڑھے جاؤ“ انہوں نے مرتے دم تک ہی
نماز پڑھی۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب قبلہ وارثی کا بیان ہے کہ مشی علی گوہر خان

صاحب متوطن پلی بھیت کے ہمراہ ایک صاحب حضور انور کی خدمت عالی
میں بھیت کی غرض سے حاضر ہوئے جب مرید ہو چکے تو حضور انور کے حکم
سے شاہ فضل حسین صاحب دارالشیعہ شیخ شاہ ولایت کی خانفڑا
شریعت میں پھرائے گئے۔ اسی خانفڑا میں مسجد بھی ہے ابتوں نے نماز عصرہ
ٹھہر قضا کر دی اور نہیں طریقی جب مغرب کا وقت آیا تو شاہ فضل حسین صاحب
دارالشیعہ اپنے ایک مکیدا نماز کے لیے کہا تو ابتوں نے صاف انکار کر دیا اور
اور کسی طرح نماز پڑھنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ شاہ فضل حسین صاحب قبل
نے حاجی ادھر گھٹ شاہ صاحب کو طلب فرمایا اور کہا یہ لون وارد ہمان صاحب
نماز سے انکار کرتے ہیں۔ حاجی ادھر گھٹ شاہ صاحب نے ان کی طرف دیکھا
تو ابتوں نے ہنایت سادگی سے بواب دیا کر میں نے سننا ہے کہ جو شخص حضرت
حاجی صاحب تبلک کا مرید ہوتا ہے اس پر نماز صفات ہو جاتی ہے اگر نماز بھی پڑھ دی
ہے تو میں کہیں اور بھی مرید ہو سکتا تھا۔ یہ سکر شاہ فضل حسین صاحب دارالشیعہ کو
بے اختیار رہنی آگئی۔ حاجی ادھر گھٹ شاہ صاحب ان کو حضور انور کی خدمت عالی
میں لا لئے اور وادا قعہ عرض کی۔ حضور انور نے ان کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:
”اچھا اچھا تین برس نماز اور پڑھ پڑھ صفات ہو جائے گی۔“ یہ سن کر وہ شاد و
مسرور دا پس آئے اور ہنایت پابند نماز ہو گئے۔ دن گئنے کے اور برابر استاذ
عالی میں حاضر ہوتے رہے۔ جو یہیک تین برس میں ان کا انتقال ہو گیا اور ایک
حکم سے مدت الامر پابند نماز ہے۔ حضور انور کی ذات عالی درجات میں پرست
نبیتوں کا طہور تھا اور سب سے زیادہ نسبت عشق کا غلبہ تھا۔ مگر اسی کے ساتھ
نسبت سنت بنی کریمؓ بھی اس قدر کمال و اشتداد کے ساتھ تھی کہ آپ امور
مذہبی میں خاص تعلیمات و مہایات فرماتے تھے۔

چنانچہ مولوی بشیر از ماں صاحب رمیں سند یہ مصنوع ہر دو فٹ تحریر رہتے
ہیں کہ مجھ سے حضرت سیدنا شاہ فضل حسین صاحب دارالشیعہ شیخ کنز الفوائد
علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قصبه اتاؤ میں نہیں معلوم کیا بات پیدا

ہری کہ مجمع کثیر کے سامنے بہت اعلان وزور کے ساتھ حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص نماز نہ پڑتے وہ ہمارے حلقہ بصیرت سے خارج ہے۔“
اس دافعہ کو سید معرفت شاہ صاحب قبلہ نے بھی بیان فرمایا ہے
اور دیگر حضرات سے بھی مسحوق ہوا ہے۔

شاہ فضل حسین صاحب دارثی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بُو مسجد ہے
اسیں حضور انور کی جانب سے ایک مستحق پیش امام رہتے تھے۔
باوجود روشن تکندر ارشاد اور انہاں عشق و استغراق تو حیدر حضور انور کو مذکوب
اور اتباعِ سنت سے خاص تعلق تھا۔

ایک مرتبہ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب دارثی نے عرض کیا کہ حضور بہت
لوگ نماز نہیں پڑتے۔ تو حضور انور نے ارشاد فرمایا:
”نماز ضرور پڑھنا چاہیے یہ نظام عالم ہے اگر یہ چھپڑ دیجائے گی تو عالم کے
انظام میں خرابی آجائے گی۔“ یہ بھی فرمایا کہ:
”نمازو ہی ہے تو حضور قلب کے ساتھ ہو۔“

مولوی نادر حسین صاحب دارثی نگرامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ
میسکے مکان پر قصہ بُگلام میں حضور انور قیام پذیر ہتھے جمعہ کا دن تھا۔ اپنے
دخون فرمایا اور نمازِ سنت جائے قیام پر ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا:

”سنت مکان پر پڑھ کے جانا سنت ہے۔“ اور با وجود پیر انہ سالی پاپیادہ
سبزہ کا تشریف یا جائے کا قصد فرمایا۔ مولوی نادر حسین صاحب نے عرض کیا
کہ دھوپ پہت سخت ہے زمین جلتی ہے۔ آپ نے فرمایا:
”پیدل مسجد جانے سے ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔“

جب لوگوں نے بہت متاثر سماجت کی اور اصرار کیا تو بدشواری تمام
حضور انور پاکی پرسوار ہوئے۔

مولانا سید عبدالغنی صاحب قبلہ دارثی ہماری متربوں طبقات الکبریٰ وغیرہ

تخریف راتے ہیں کہ حضور انور کے زمانہ قیام پنجی میں جب جمعہ کا دن آیا تو اس نے نمازِ جمعہ میں تشریف لے جانے سے قبل عاضرین کو جو جد کے سائل بتائے اور ارشاد فرمایا:

"جمدگی نماز کے بعد بہت سے لوگ چار کھتیں نہ کر پڑایا کرتے ہیں۔ یہ شک کی بات ہے اور میرے بیان شک نہیں ہے۔"

ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ حضور انور کو پابندی مذہب کی طرف خاص روحانی تھا کہ اس قسم کی خاص ہدایات بھی فرماتے تھے جن سے حضور انور کے ارشادات کے مطابق ارکان اسلام کا شرق پیدا ہو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور انور کو تھیں میں جوانہ تھا اس کی کشیدہ پابندی تہذیبی اور دوسروں کو بھی بھی تعلیم دیتے تھے بسک و شہر کی کوئی بات قطعاً آپ کو پسند نہیں تھی۔ آپ مذہبی پابندیوں کو بہایت عزیز رکھتے تھے۔ اور مذہبی مراسم کی روائق سے نہایت خوش ہوتے تھے۔

مولوی نادر سیاں صاحب قبلہ دارشی مساجدی تخریف راتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انور میرے مکان پر قیام پذیر تھے اور میرے والوں بزرگ ارشیخ قادر بخش صاحب نور اللہ مرقدہ (حضرت مولیانا شاہ فضل الرحمن صاحب نقشبندی مجده بھی) سے بیحت تھی، جو بڑے فاکر و شاغل بزرگ تھے۔ وہ خدمتِ عالی میں ماضی تھے میں بھی موجود تھا۔ حضور انور نے سورہ فاتحہ کو سات قراؤں سے پڑھا عجیب اٹھت انگریز سال تھا۔ اس کے بعد حضور انور نے میرے والد ماجد صاحب سے غاظب ہو کر فرمایا:

"بڑے میاں جو شخص پورا چھپا کے نماز پڑھتا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔"

انہوں نے عرض کیا کہ جی باں حضور ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا:

"یہ حدیث صحیح ہے کہ مَنْ قَاتَ لِأَللَّهِ إِلَأَللَّهُ وَدَخَلَ الْجَنَّةَ"

انہوں نے عرض کیا کہ جی باں۔ پھر ارشاد فرمایا:

"یہ روایت بھی صحیح ہے کہ جناب رسالت ناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

نے حضرت بلاں رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں منادی کراؤ کر جو
قالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ چنانچہ حضرت بلاں منادی
کرنے کو بارہ ہے تھے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اشنا دراہ میں مل گئے
اور حضرت بلاں کو داپس لائے اور جناب رسول مقبول علی اللہ علیہ وسلم سے عرض
کیا کہ ”بے شک جو شخص لذات اللہ کے گا داخل جنت ہو گا مگر چراک ان اسلام
ادانہ ہوں گے“ انہوں نے عرض کیا یہ روایت بھی صحیح ہے اسکے بعد حضور انور نے ارشاد
فرمایا:

”کوئی حضرت عمر کی سنت پر بھی تو چلنے والا چاہیے“
متذکرہ بالا واقعات و ارشادات سے ظاہر ہے کہ حضور پر انور کی نگاہ حق
آگاہ میں تامی امور حلقہ کا کس قدر پاس و لمحاظ تھا اور سب میں ایک خاص عینیت
جو ہے۔ اسی طرح معاملات دنیا میں جو امور کے مذہب و شریعت سے تعلق
رکھتے ہیں حضور پر انور ان کی خاص ہدایات فرماتے تھے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:
فما زر ذرا اور سچی ہے ایمان اور ہے فنا ز تور کن اسلام ہے۔ اگر لا کھر و پیر کی چیز رکھی ہو تو اس کا
شیال بھی دل میں نہ لائے بس سی ایمان ہے“
ارشاد عالی سے ظاہر ہے کہ کس قدر ذرا بروست امانت و دیانت داری کی تعلیم
ہے جو اصول مذہب ہے۔

حدیث شریعت ہے کہ جیسیں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں“ دوسری
حدیث ہے کہ ”مومن یعنی سب خصلتیں پیدا ہو سکتی ہیں مگر جھوٹ اور حیات پیدا
نہیں ہو سکتی“

مشکوہ شریعت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب ب
رسول مقبول علی اللہ علیہ وسلم تقریباً ہر ایک خطبہ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ جو
شخص امین نہ ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا اور جو شخص اپنے وعدہ کا پابند نہ ہو وہ لا
مذہب ہے۔
ایمان کی جو تو عیسیٰ حضور انور نے بیان فرمائی وہ گویا مذہب کی خاص تعلیم پر

بُنی ہے۔

حقیقی کے بارے میں حضور انور کا ارشاد ہے کہ:

”کسی کا حقیقت ادا نہ بہت بڑا ہے اس کا انسان کو خیال رکھنا چاہیے:

یہ بھی فرمایا ہے کہ:

”عبادت نماز ہی نہیں ہے اپنی خانہ داری میں ضروریات کی چیزوں کی لارین
بیوی کی کفالت بچوں کی دلداری غلام ولونڈی کی پروردش خواجہ ضروری سے
فارغ ہونا، کھانا اور کھلانا سب عبادت ہے۔“

عظامد کے بارے میں ارشاد ہے:

”چاروں صحابہ کو درجہ بدرجہ، اپنے درجہ پر مائے۔“
اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ مذہبِ اہل تسنن کے نزدیک جو مسئلہ اصول
عظامد ہیں آپ اپنی کی تعلیم فرماتے تھے۔ حالانکہ بعض اہل تصوف مسئلہ تفضیل
کی طرف گئے ہیں۔

جو باتیں شرعاً منوع اور ناجائز ہیں ان سے وقت بیعت توہ تو کرتے
ہی تھے مگر خاص طور پر یہی ان کا انسداد فرماتے تھے آپ کی مقدس اور درمانی
تأثیرات جو اصلاح معاشر کے لیے تریاق اکبر شاہ بہت ہوئی ہیں ان کا تو کہاں
تک ذکر ہو سکتا ہے قیامت تک جاری رہیں گے مگر ظاہر یہی منوعات شرعیہ
سے بخوبی رہنے کی خاص بہایات ہوتی تھیں۔

مولانا مولوی سید عبدالخنی صاحب وارثی بساری مترجم طبقات اکبری
وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور کے زمانہ قیامِ بخشی میں یہ واقعہ پیش آیا کہ
ایک زوجان سید رمداد اپنی داشتہ عورت کے جس کا نام رجبی تھا اور اس کے
حضرت فضیحیت شاہ صاحب کا معمقدار سرالی رشتہ دار بھی تھا آیا اور اس کے
آنے کا یہ سبب ہوا کہ ایک ماں نے فضیحیت شاہ صاحب سے کہ رہا تھا کہ مجھے مرید کرو مگر وہ
بنواب دیتے تھے کہ مجھے مرید کرنے کی اجازت نہیں ہے البتہ میں تم کو بھی بہتا
دوں کما کہ غلام بزرگ سے بیعت کرلو حضور انور کے زمانہ قیامِ بخشی میں انہوں نے

اس کو حضرت کی تشریف ایت آوری کی اطلاع دی اور یہ کہلا بھیجا کہ تم حضرت سے اکر
مرید ہو جاؤ۔ وہ آیا مگر چونکہ اس کے ساتھ اس کی داشتہ صفات رجی ہتھی اس لیے
وہ بستی کے باہم تیکم ہوا۔ مساقہ رجی تو پلے ہی دن مرید ہو گئی اور دوسرے روز
سید صاحب بھی حضور انور کے دستِ حق پرست پر بحیث ہو گئے۔

مولینا سید عبدالعزیز صاحب قبلہ وارثی پاری فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ
نجوان سید شرف بیت سے مستضید ہوا ہے اس وقت ہم لوگ نیچے
ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ یہ دونوں مرید تو ہو گئے
مگر نکاح نہیں ہوا۔ یہ دونوں پھر زنا کے منکاب ہوں گے۔ یہ باتیں ہم ہی رہی ہیں
ایک خادم دوڑا ہوا آیا اس نے کہا کہ حضور انور ارشاد فرماتے ہیں "عبدالعزیز وغیرہ
ان دونوں کا نکاح پڑھا دیں" خادم یہ کہکھ چل گیا اور ہم لوگ ابھی باتیں ہی کر رہے
تھے اور تعمیل حکم کی کوئی علی تدبیر بھی نہیں کرنے پائے تھے کہ دونوں مشاہی یعنی اُنکے
آئے اور مولوی سید حیم الدین صاحب ایڈیشن پرینچ بانکی پورا اور ضیخت شاہ صاحب
اور میں نے ان کا نکاح پڑھوایا۔

حاجی او گھٹ شاہ صاحب وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو قوم کا
بھاکر اور شیخ آباد کے قریب کارہنے والا تھا حضور انور کی خدمت عالی ہیں حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میں مرید ہونا پاہتا ہوں مگر قیم شرطیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ
جمبوٹ نہ چھوڑوں گا۔ دوسرے سو روپاں کا تیرسے ایک طوائف سے تعلق ہے
اس کو بھی ترک نہ کروں گا حضور انور نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: "میں برس اور ٹھہرو
پھر مرید کریں گے"

جب وہ چلا گیا تو حاجی او گھٹ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ کام
ہست کرتے ہیں اور یہ شخص سچا بھی تھا حضور پر فور نے ارشاد فرمایا:

"ہاں سب کرتے ہیں مگر یہ اختیاری ہو جاتا"

حضور انور کے باطنی اثرات برقلب کی جلا اور افعان شنید کا السدا کرتے
تھے ان کا ذکر تو احاطہ تحریر سے باہر ہے مگر بظاہر جو طرزِ عمل تھا وہ بھی خوبی

حضرور انور کی بات میں مذہب و اصوات کے نکات ادا ہوتے تھے

آئے کے بوجو مودرن اتوال ہیں ان سے ظاہر ہے کہ حضور انور نے مت میں مذہب
کی تفہیم کو مٹا دیا ہے اور سب کو نظر وحدت سے دیکھا ہے اور ارشاد فرمایا ہے
کہ ”ہمارے بارے باں سب ایک ہیں“۔

یہ کمال توحید ہے کہ عینیت پیدا ہو جائے یہی انداز اور یہی رنگ اور یہی مذاہ
حضرور انور کا پابندی مذہب اور شریعت کے نقطہ خیال سے بھی تھا جس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ حضور انور کی کوئی قدر و سیع نظر تھی چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں :

”مکل ہیں ادم کا شمار امت محدثی ہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر نبوت کا اور قرآن پاک پر صفات آسمانی کا خاتمہ ہو چکا اس لیے اب شکوہی ہیں ہو گا
اور نہ کتاب نازل ہو گی بیس الگی کچھلی سب امتوں کا شمار اسی امت میں ہے بکا اور دنی
احکام سب پر کیاں ہے جو پیر ہیں وہ راہ پر ہیں بقیہ منکر گراہ، لیکن امت کی تبلیغ
سے سب ایک ہیں۔ بااغی رعایا یہی اسی بادشاہ کی کہلاتے گی جس کی کہ وہ ہے“۔

اس ارشاد وکی اہمیت ظاہر ہے کہ کس قدر جامیت اور وسیع النظری پر مبنی
ہے اور آپ کی نگاہ تھی آگاہ جس قدر مسائل عشق و توحید میں دستیح ہے دیسے ہی امور
مذہب میں بھی خاص و معنیت رکھتی ہے اور حضور کے اسی مذکور حصیتی عشق و توحید کا
سب میں پر جذب کمال ہو گا۔

یہی ہیں بلکہ مذہب و اصوات کا جو حصیتی لباس ادب و اخلاق سے اُسیں تھی آپ
فرد تھے اور جن غیر معمولی و افاقت کا آپ سے ظہور ہوا ہے وہ اپنی نو عیت میں
بڑا بہ شہیں رکھتے اور مذہب کا ادب و فقار کو آپ کی نگاہِ حقیقت آگاہ میں تھا
اور جس قدر ادب و احترام آپ سے ظاہر ہوا ہے اس کے دیکھنے کے لیے بڑی
ثرف نگاہی درکار ہے۔

چنانچہ مولوی عکیم محمود علی صاحب فتح پوری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کامل
مولوی صاحب بوجو عصۃ نک اگرے کی جامع مسجد میں پیش امام رہے ہیں، اگر
یاد نکھلی نہیں کرتی تو ان کا نام مولوی رمضان علی صاحب تھا، احمد اتفاق سے فتحور

میں تشریف لائے اور مولانا نذریل علی صاحب کی مسجد میں فروکش ہوئے ان کی خدمت میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے میں بھی حاضرِ خدمت تھا اکثر نذرگان وین کے ذکر سے ہو رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں مولوی صاحب نے فرمایا کہ عرصہ ہوا جب میں مکھوڑ پر تھا تھا دہلی میں آباد میں حضرت اخوند صاحب تھوڑات نیز کے ایک خلیفہ جو نہایت بزرگ اور ابرار لوگوں میں سے تھے رہتے تھے میں اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ایک مرتبہ مجھے یہ خدمت پڑیں آئی کہ کچھ روپیہ علی تو اپنے اہل و عیال کے لیے خرچ روائے کروں یہ خیال تھا کہ کم از کم دوسرے روپیہ تو ہوں، چنانچہ میں ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب دستور میکھی گیا ایک شخص نے ان کو دو روپے نذر دیے وہ دونوں روپے انہوں نے مجھے دیدیئے۔ اسی طرح اربعجے دن تک انہوں نے بہر دفعات فروپے مرحمت فرمائے مجھے اپنے خیال کے موافق صرف ایک روپے کی نظر آتی تھی۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ ایک روپے اور مل جائے تو پورے دس روپے مکان کو بسیج دوں۔ اس روز حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ مکھوڑیں روپیں افرزتے، دن کے بارہ بیجے ہوں گے ترشیح ہو رہا تھا ان بزرگ نے فرمایا کہ اب تم حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت نالی میں حاضر ہو۔ اور شرفِ قدسیوں میں شامل کرد۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اُنہیں بارہ بیجے ہیں اور ترشیح بھی ہو رہا ہے ایسی صورت میں مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوں گہر ان بزرگ نے منظور نہ فرمایا اور مجھے پا صرار قائم خدمتِ فیض موسیٰ بہت میں بیجا۔ اس وقت خصیقت کی بوندی پڑ رہی تھیں اور میرے پاس فتح کی ایک کتاب تھی میں نے چادر اور حمل اور کتاب کو پوشیدہ کر کے اپنی بغل میں دبایا اور چادر سے کتاب کو خوب محفوظ کریا تاکہ جیکنے والے بہر کیف کتاب اس طرح حصی ہوئی تھی کہ میرے دیکھنے والے کو یہ علم نہیں ہو سکتا تھا کہ میری بغل میں کتاب ہے حضور اوز کے جائے قیام پر جبوقت پہنچا اور زینہ سے اس بغل کے سچن میں قدم رکھا جس میں حضور روپی افرز تھے میں نے دیکھا کہ حضور پر اور برق کی طرح نہایت مضطربانہ حالت سے بیٹھا کے باہر نکل آئے۔ مجھے نہایت استجابت تھا میں نے عرض کیا کہ حضور میں خادم ہوں میری اتنی ایکی مناسب

نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ یہ تکہاری تعقیم نہیں ہے بلکہ یہ اس کتاب فرقہ کی تعقیم ہے جو مہاذ بخاری میں ہے
کابلی مولوی صاحب کتابیاں ہے کہ مجرم و ارشاد عالیٰ میں اس واقعہ پر غور
کرنے لگا کہ اللہ اکبر حضور انور کس درجہ عالیٰ نسبت میں جلکدا یک کتاب فرقہ کے خلاف
مراتب کا اس قدر خیال ہے تو ان کو اتباع سنت میں جو کچھ بھی نسبت ہوگی اس کا کیا
اندازہ ہو سکتا ہے اس کے بعد ایک شخص نے حضور انور کی خدمت عالیٰ میں ایک رپرے
نذر کر نیکا قصد کیا تو آپ نے فرمایا:

”هم کیا کریں گے، ان مولوی صاحب کو دیدو“
چنانچہ میرے پاس پورے دش روپے ہو گئے میں وہاں سے رخصت ہو کر
خلیفہ صاحب حضرت آنوند بھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کو
بیان کیا۔

حضور انور کا یہ ادب و احترام جو تقدیر عنایت اور اہمیت رکھتا ہے وہ مختصر جیavan
ہیں۔ ارباب نظاہر سے تو اس قسم کا ادب نظاہر نہیں ہو سکتا مگر اہل تصویت میں بھی ایسی
مشالیں کم ملتی ہیں کیونکہ غلبہ کیف و حال اور جذبات مجہت ان کی سکھیوں میں کسی پتیز کا
احساس نہیں رہتے دیتے جو حضور انور میں بھی وہ سب ہائیں نہایت کمال کے ساتھ
 موجود تھیں اور ان شہتوں کا اکثر ویسٹر ادفات نہایت شدود مددے ظہور ہوتا تھا اگر
اسی کے ساتھ ادب شریعت و اتباع سنت میں بھی انتہا درجہ کا زندگی اتنا ناظراہر
ہو رہے ہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور انور کی ذات فتح الجہات میں خدا کی ایک
شان اور ایک ہی صفت کا ظہور نہیں تھا بلکہ مختلف شانیں جلوہ گر تھیں جن سے مختلف
طبائع کے افادہ مستفید ہوئے میں بھی نے حضور انور کی ذات گمراہ صفات سے
اتباع سنت و شریعت کا سبق حاصل کیا تو کسی نے زہد و ریاست کا کسی نے فخر و
تصرف کا اکتساب کیا تو کسی نے ملازمت و زندانی زندگی کا بھی کسی کو استغراقِ عشق
ہوا تو کسی کو کیفیتِ اتحاد و توحید ہاتھ آئی، کوئی جذبات مجہت سے بے خان مان
ہو گیا تو کسی کو بر اتباع سنت انتظام خانہ و اداری میں دولت دین افسوس ہو جی غرض کے
وابستگانِ دامانِ دولت میں سے خالی کوئی نہیں رہا، خداوند کا منات نے آپ کی

ذات بارکات میں اپنی مخلصت شانوں سے مخلصت نبیتوں کا ظہور فرمایا اور علیٰ قدر
مراتب ان کے فیوض و بركات عالم میں جاری ہر ٹھیکیٰ حقیقتِ حسنور انہی کی ذات
عالیٰ درجاتِ خدا کی خاص نعمتوں اور خوبیوں کا ایک مجموعہ اور گلہستِ تھی جس میں
زیگوار ڈگ کے مشمولوں نے عجیب و لفڑی سبی دیس پر پیدا کر رکھی تھی کہ اگر دل و دماغ کو خود سے
نصیب ہوئی تھی تو ایمان کو تازگی کو ان کی صفت تھی جو ذاتِ محظوظ اور اصفات میں نہ
تھی۔ آپ تمامی صفات و درجاتِ عالمیہ کے مظہرِ اتم تھے جیسا کہ مختار نیز آبادی
نے صنعتِ توشیح میں حضور پیر نور کی مدح میں عرض کیا ہے ہے:

(۱) حسنورے خدا ذقرب پاک صطفیٰ داری
اضحی، ضیائے بزم عرفان دل چوائیں صفا داری
(۲) رضا بخوبی خدا صطفیٰ و اہلیت او
ات، تروتازہ ریاضی زہد و درج و انت داری
(۳) حقیقت راطریقت راشریعت نیز عزیز فان را
(۴) ایں وہدم و غنوار ویار و آشنا داری
(۵) جلالت راسیادت راسیاست راشیاعت را
وی، سین و ہم سیار و پیش و پس با صد صفات داری
(۶) حقیقت آگاہ و خدا جو دو خدا نکرت خدا ذکرت
(۷) امیر کشور عرفان دل سوئے خدا داری
وف، فقیہ روزگار و عامل وسلامہ دوران
و ظ، ظہور جلوہ حق را بروئے پڑھیا داری
اس، سری را رائے اقلیم سخا دت مرجح عالم
وی، یہ پر جو دو خلق دہشت حسد و اباداری
(۹) ولت آئینہ عزیز فان تفت گنجینہ ایصال
رو، وحید روزگار و زہر بے ریب و ریاداری

- (۱) الْوَالِهِزْمَ تُوْدِرِ عَلَكَ بِهِمْتِ شَهْرَتَهِ دَارِي
 (۲) رَحِيمُ الْبَطْحَ عَالِيٌ دَرِجَتٍ وَدَسْتِ سَخَاوَارِي
 (۳) شَاؤَمَدْ وَنَعْتَ وَمَنْقِبَتَ دَرِلِبَتْ هَرَدَم
 (۴) عَدِيلُ قُوْكَجَا قُوتَاجَ فَهْتَرَ وَالْفَتَ دَارِي
 (۵) لَبْ مَعْزِزْ نَمَيْتَ وَانْمَيْلَعْتَهَ لَائِشِل
 (۶) يَمْ اطْفَ وَكَرْمَ جَارِيٌ بَرَائِيٌ هَرَگَدْ بَنَارِي
 (۷) شَرَافَتْ بَكَ آبَانِ وَهِمْتَ بَكَ صَورَهَ لَي
 (۸) اولِي العَزِيزِمْ جَهَانَ وَرَحْمَ وَخَلَقِ مَعْطِيزِ دَارِي
 (۹) هَمْنَاكَ دَرَتْ رَاسِرَمَهَيِيْ گَوِيَسِنَدْ دَرَعَالِم
 (۱۰) قَيْمَ اتَّارَدَ وَالْجَتَ چَنِينَ جَسَدَ وَابَادَارِي
 (۱۱) وَلَيَّنَ عَصَرَيَ دَانَدَ تَرَاهَرَ عَالِلُونَ فَاضِل
 (۱۲) هَمَائِشَ ادِيجَ عَسَرَنَانَ وَشَرْفَيَ اهْتَادَارِي
 (۱۳) شَبَ وَرَوزَتَ بَهْشَغَلَ طَاعَتَهَ تَقْطِيعَيَهَ گَرَدو
 (۱۴) رِيَاضَيَ بَهْ خَرَانَ طَاعَتَ رَبَّ الْعَلَادَارِي
 (۱۵) دِيَارَفِيَضَ آبَادَسَتَ ازِينَ فَتَدَوِمَ تَوَ
 (۱۶) اَسِيرَانَ جَهَالَ رَابِرَوَرَخَوَدَخَوَلَ گَلَادَارِي
 (۱۷) مَرَادَوَلَ شَچَوَنَ يَابِدَگَ دَائِيَهَ آسَتَانَ تَوَ
 (۱۸) مَنَاعَ پَسَرَوَيَهَ حَسَرَتَ خَيْرَالْوَرِي دَارِي
 (۱۹) جَهَالِ شَاهِدَ بَرَوَ وَسَخَيَهَ خَوَدَنَا مَارَا
 (۲۰) دَلَ بَيَهَ كَيْنَهَ وَشَفَافَتَ چَوَنَ مَاهَ وَسَهَاوَارِي
 (۲۱) كَرَمَ فَرَسَ بَكَالِ زَارَ وَمَصْنَطَلَهَ كَرَمَ مَسَرَتَر
 (۲۲) مَلَاعَ پَسَرَوَهَ حَفَرَتَ خَيْرَالْوَرِي دَارِي

مشاغلِ محبت

اہلِ اسلام میں جو معتقد سر رسیں جاری ہیں

جن سے مجتبی نہ کشاد اور رسول امیت

کرامہ دادا سے عطا مارکہ بستی ملابت ان سے حضور انور کو نام صدیقی تھی اور
اس نام کے ذکر و اذکار سے نہایت سرست کا اپنی رفتار تھے۔

مولود شریف

میلاد خیر الاحباب صرفت سید عالم نجفی بن ادم
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناماع شوق
تھا اور حضور پر فخر رہا تھا بس میں بہت زیادہ شرکت فرماتے تھے بعد ختم مسلم
ذی آیت خود بھی پڑھتے اور مختلف میں جو حافظہ و تاریخی حافظہ ہوتے ان سے پڑھاتے
تھے۔

محال میلاد میں فضائل درود شریف، صحیحات و حادث و حدائق
ذکر معرق شریف وغیرہ تو محبت کے متعلق بیانات ہیں حضور انور کے روپ پر تھے
جائتے تھے۔

تجھ و مستند حالات سماعت فرماتے تھے اور قیام نہایت ادب احترام
سے کرتے تھے اور اس تقریب سید پر بہت افسوس سرت فرماتے تھے حضور
کی جانب سے بھی اکثر مغل میلاد شریف ہوتی تھیں اُخْزَنَةِ يَكْه حضور انور مغل
میلاد کا شوق رہا۔

چنانچہ مولیانا مولوی سید شاہ ابو محمد علی حسن صاحب قبل اشرفی الجیلانی
مسند اراں کچھ تحریف کرنے تھے ہیں کہ جب حضرت حاجی صاحب قبل نے ترک
سفر فرمائے کے بعد دیوبند شریف میں اقامت فرمائی ہے تو آپ کی طلت سے
چند سال قبل بعض بغير عنین معلومات میں نے دیوبند شریف کا قصیدہ کریم پر نگہنے سے
ایک روز قبل آپ نے شاہ فضل حسین صاحب دارالشیعہ تجادہ لشیں
حضرت شاہ دلایت سے ارشاد فرمایا:

”شیرینی تیار کراؤ سکل میلاد شریف ہو گا“

چنانچہ دو سے دن دن بنکے دن کو میں پہنچا تو شاہ فضل حسین
صاحب کے پاس مقیم ہوا۔

شہ فضل حسین صاحب نے اشناۓ گفتگو میں تذکرہ کیا:
 "آپ نے حنفی صاحب قبلہ کو اپنے آئے کی اطلاع دی ہوگی،
 جو مولود شریف کے لیے مٹھائی تیار کرا رکھی ہے۔"

میں نے کہا:
 "اویا اللہ کے دل روشن ہوتے ہیں، ان کو اپنی روشن خیریت سے یہ
 آئے کا عالی معلوم تھا؛
 اس روز بھی محقق میلا د منعقد ہوئی اور شب کو پھر آپ نے فضل حسین
 شہ صاحب سے ارشاد فرمایا:
 "کل پھر شہ صاحب سے میلا د شریف پڑھواو، چنانچہ شیرینی تیار ہوئی اور دوسرے روز بھی
 محقق میلا د شریف منعقد ہوئی اور دوسرے ہی روز بعد ختم میلا د شریف میں
 آپ سے رخصت ہوا۔

گیارہویں شریف | اسی طرح حضور انور گیارہویں شریف
 کی تعمیریوں سے بہت شاد ہوتے
 تھے اور خود بھی آپ کی طرف سے انتظام ہوتا تھا۔ مگر آخر زمانہ میں شرکت کم
 ہوتی تھی اور ہر قسمی تھی تو بہت تھوڑی دیر کے لیے
 جب کوئی شخص فاتحہ کے لیے شیرینی وغیرہ لاتا تو حضور پر انور خود بھی فاتحہ دیتے
 تھے۔

چنانچہ مولوی بشیراز ماں صاحب نویں سندھیہ تحریر فرماتے ہیں:

"شسان المظہم کی
 گیارہویں تاریخ ایک مرتبہ مجکو دیوہ شریف میں ہوئی میں نے حسب محوال حضرت
 غوث صدماں محبوب بجا لی کی نذر کے لیے شیرینی منگانی اور عصر کے وقت وہ شیرینی
 حضور را قدسؐ میں بغرض ناتحیمیش کی حضور انور اس وقت استراحت میں تھے فوراً اپنے میٹھے
 اور مجھ سے اشارہ نذر کرنے کا فرمایا۔ پونکہ مدت سے بخیال ادب میں کھڑے ہو کر

فاتح دینے کا خادمی ہوں اس لیے میں نے جیسے ہی اٹھنے کا قصد کیا حضور نے فوراً
ارشاد فرمایا کہ میثیج باؤ۔ میں بہ تعییل ارشاد عالیٰ میثیج کیا اس مجلت نشست درفت
میں پاؤں کی رگ پڑھ گئی اور اس شدت و تھیقی کا درد شروع ہوا کہ تمام سب میں
پیش آگئی پڑھ کر زنگت تبدیل ہو گئی اسی کلافت میں میں نے حضور انور کی طرف
دیکھا تو آپ دستِ مبارک اٹھائے ہوئے سورہ ناتحر پڑھ رہے تھے اور چشم
نباز سے میری طرف دیکھ رہے تھے اور تمسم فرمائے تھے۔ میں درد کی شدت
اور بے عنی سے با بار حضور انور کی طرف دیکھتا تھا اس وقت کا نظر اہ عجیب داغ
تحاہر باری پی دیکھنے میں آتا تھا کہ حضور انور چشم نیم باز سے میری طرف نظر فرمائے
ہیں اور بتتم میں۔

والحمد لله اس وقت کی غلط انداز نظر اور خیف سی مکراہت عجیب و
غیری سال پیدا کر رہی تھی کہ با وجود شدت درد اور بے حد تکلیف کے، قلب
پر ایسا نہ طالعیز اثر تھا اور ایسی لذتِ روحانی و کیفیت و جدائی حاصل تھی جسکا
ذائقہ تک خیال میں آتا ہے تو خاص لطف داڑھوس ہوتا ہے اس وقت
میں خیال کر رہا تھا کہ اس نزولِ رحمت نے کم سے کم اب تک کے گناہوں سے
عذر پاک و صاف کر دیا ہو گا۔ اگرچہ اس نذر میں بہت کم وقت صرف ہو اگر
جو لذتِ روحانی حاصل تھی وہ ساہی سال کے مجاہدات و ریاضات پر شرف
رکھتی تھی۔

جیسے ہی فاتحہ ختم ہوئی حضور انور نے مجھکو معہ شیرینی رخصت کر دیا میر خیال
تحاک کے بعد فاتحہ خدا جانے کرنی دیر تک بیدار رہے مگر عجیب لطف ہوا کہ فوراً ہی
دو درد بھی کافور ہو گیا آخر زمانہ میں وقت فاتحہ حضور انور کو نشست ہیں دیکھا
گیا ہے مگر اب سے جو لوگ کھڑے ہو جاتے تھے ان کو منع نہیں فرماتے تھے۔

محرم شریف | اسی طرح ماہِ محرم میں حضور پر انور تعزیہ خانوں
میں جاتے تھے اور اب آخر زمانہ میں بھی دیوبہ شریف

میں چھوٹی بی بی اور گھٹے میاں کے تحریکوں میں جاتے تھے کبھی تھوڑی دیرشت فرماتے اور کبھی سامنے کھڑے ہو کر چلے آتے تھے۔

صحیح کوئی بنتی کے تعزیے آپ کے دروازے پر آتے تھے حضور انور اور اس وقت باہر تشریف رکھتے تھے اور کھڑے ہوئے دیکھتے رہتے تھے جب تحریکوں کو میکر چلے جاتے تھے اس وقت حضور انور اندر تشریف لاتے تھے۔ تحریکوں کو دیکھتے وقت چہرہ انور کی عجیب مالت مشاہدہ میں آتی تھی اور دیکھ حضور انور عالم سکوت میں رہتے تھے، عشرہ محرم اور چلم کے روز آستانہ عالی پر سبیل رکھی جاتی تھی۔

صاحب تحفہ الاصنیانے کھاہبے کو حضور انور ابتدائے یکم محرم سے طاولت قرآن شریعت زیادہ فرماتے تھے مگر اب آخر زمانہ میں تو بدربند خایت سکوت دیکھا گیا ہے۔

عزم محرم سے عشرہ تک آپ مریشے بھی سنتے تھے گراہل بست کرامہ کی شجاعت و بسادری کے ذکرے اور صحیح روایات جو مستند ہوتی تھیں ساعت فرماتے تھے اگر بین وغیرہ کا کوئی بند پڑھا جاتا تو ارشاد فرماتے تھے یہ غلط ہے وہ تو تسلیم و رضا پر قائم تھے۔ ایسا نہیں ہوا یہ روشنے رلانے کے لیے بنائے ہیں: حضور انور کو صحت و اتفاقات کا بہت خجال رہتا تھا۔

شیخ حسین علی صاحب دارالتحفظ نواب سے ایک مرتبہ عشرہ محرم حضور انور نے ارشاد فرمایا:

”تم نے کوئی نوحہ نہیں سکھا؟“

انہوں نے اسی روز دو نوئے تصنیف کر کے پیش کیے آپ نے ہدایت سکوت سے آن کوٹا اور سننے کے بعد ارشاد فرمایا:

”یہ خلافِ روایت نہیں ہیں۔“

آپ اُبھیں روایات کو پسند فرماتے تھے جو صحت پر بنی ہوتی تھیں جو اور کم مربیا اور شرعاً ممنوع ہیں ان سے انترزا فرماتے تھے اور کوئی فعل ایسا کبھی ضرور

کی ذات مبتجم الصفات سے نہیں ہیں آیا بخ خلاف تسلیم درضا ہو۔ اس کی
ہر حال میں پابندی تھی محرم میں عشرہ تک آپ سماں وغیرہ نہیں سنتے تھے۔ ایک
خاص حالت رہتی تھی۔

ذوقِ سماں

بزرگان متقدیں کی روایت سے معلوم ہوا ہے کہ ابتداءً حضور انور کو سماں سے
بہت شوق تھا اور بکثرت مجالس سماں میں شرکت فرماتے تھے مگر وجود دو
حال میں حضور انور کو بہت کم دیکھا گیا ہے۔
حضور انور کے ایام طفولیت کی کچھ روایات مشبور ہیں جن سے ثابت ہوتا
ہے کہ آپ کو اچھی شریف اور شکوہ آبادیں کیفیت ہوئی اور حضور انور کی کیفیت
سے تمام مجلس مست دمدہوش ہو گئی مگر زمانہ شباب کے بعد کی کوئی ایسی ردا
نہیں آئی جس سے یہ محظوم ہو کر آپ کو سماں میں ایسی کیفیت و حالت
ہوئی ہو جیے ظاہر ہیں لگائیں وجد و حال سے تبیر کریں۔ خبیث و اخفا حضور انور کا
خاص شعار رہا ہے۔ اب آخر زمانہ میں حضور انور سال بھر میں صرف ایک مرتبہ
اپنے والدیزیر گوارنیٹ سیدنا و مولینا حافظ سید قربان علی شاہ صاحب کے عرض
شریف میں سماں سنتے تھے۔ آستانا عالی کے باہر جو چوبڑہ تھا اس پر نشست
فرماتے تھے اور ایک غزل سکرار شاد فرمادیتے تھے :
”بس۔“

البتہ بعد ناز نہ کر کے بعد حاجی اونکھ شاہ صاحب وارثی و بیچار غزلیں خوش الحالی سے حضور انور کو
سناتے تھے تو آپ بہت شوق سے سنتے تھے اور عاشقانہ کلام ہنایت مغرب
فاطمہ اقدس تھا مگر آخر زمانہ میں مجالس میں بہت کم شرکت فرماتے تھے جو بالکل نہ
ہوتے کے برابر تھی صرف دستور سا ہو گیا تھا کہ آپ اپنے والد ماجد قدک سہرا العزیزیہ
کے عرض میں چند منٹ کی نشست فرماتے تھے درد کیں شرکیں نہیں ہوتے تھے

البتہ گانے والوں کی دلداری کے خیال سے اجازت دیدیتے تھے، مگر وہ بھی صرف پندرہ منٹ کے لیے۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی مدظلہ العالی (آزاد بیل جسٹس ٹینسہ ہائی کورٹ) تخریر فرماتے ہیں کہ حضور انور جسپ بانکی پر میں تشریف لائے تو ایک انبوہ خلافتی تھا اور دونامی طوالہ حیدر اور پیشمن بھی موجود تھیں حیدر کو گانے کی اجازت ملی گراس کرہ میں گانے کی اجازت نہیں تھیں تھیں میں حضور انور تشریف رکھتے تھے بلکہ دوسرا کرہ میں گانے کے لیے ارشاد ہوا اور دو چار منٹ کے بعد ہی حضور انور نے حکم دیا:

”اب گانا بند کرو“

آخر مانچ میں حضور شرکت نہیں فرماتے تھے۔ عین المیعنی میں لکھا ہے کہ جب حضور انور عظیم آباد تشریف لے گئے تو آزاد بیل مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ (جسٹس ٹینسہ ہائی کورٹ) نے حضور انور کی تشریف آوری کی تقریب میں سماں کا ہدایت اعلیٰ سیاست پر اسلام کیا تھا۔ جب محل میں مجع ہو گی تو جناب مولانا مرتضیٰ محمد ابراہیم بیگ صاحب شید اوارثی حضور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور پر انر محل میں تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا:

”میں یہاں سے بھی دیساں کی دیکھتا ہوں“

حضرت انور کے اس ارشاد سے شید امیاں پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی انہوں نے بچشم نہود دیکھا کہ دیواروں کے جواب سامنے سے بالکل اٹھ گئے اور جلسہ کا منتظر ہی نظر ہے۔

یہ واقعہ دیکھ کر مرتضیٰ محمد ابراہیم بیگ صاحب شید اوارثی خاموش چلے آئے اور پھر اصرار نہیں کیا۔

تھی یہ ہے کہ حضور پر انور کے سامنے سب کھو رون تھا۔ حضور انور شرکت نہیں فرماتے تھے اور مغلیں ہوا کرتی تھیں فیوض دبر کات کا زوال ہوا کرتا تھا۔

محیت و استغراق

آخر زمان میں حضور انور کی عدم شرکت
مجالس سماں وغیرہ کا یہ سبب تھا تیک
میں آتا ہے کہ ہر وقت محیت و استغراق کا غلبہ رہتا تھا۔

اگرچہ حضور انور ہر وقت بیدار رہتے تھے لیکن کہیں بند رہتی تھیں اور کہی
کئی وقت خور دو نوٹس کی نوبت نہیں آتی تھی۔ خدام بسلک تمام حضور انور کو
خاطب کر سکتے تھے اور خور دو نوٹس کی توجہ دلاتے تھے۔ نماز کی یہ کیفیت ہوتی
تھی کہ جب نماز پڑھتے تو ایک شخص پاس میٹھا تھا اور بعد ختم نماز حضور انور اس
شخص سے استضار فرماتے کہ نماز ٹھیک ہو گئی؟ اگر وہ عرض کرتا کہ ہو گئی تو
خبر و نہ دہراتے تھے۔ گویا اس شخص کی راستے پر تھی۔ اس نے اگر کہدیا
کہ ہو گئی تو ہو گئی۔

ہر ایک کرن نماز بہت دیر میں ادا فرماتے تھے اور بعد نماز مغرب الگیوں
پر کچھ کچھ پڑھنے کا بھی معمول تھا۔ غلبہ محیت و استغراق استدر تھا کہ ایک مرتبہ
حضور انور تکوہ آباد سے جب ملاؤں ضلع میں پوری کو جانے لگے تو پانکی کا پٹ
بند کرنے میں حضور انور کے دستِ اظہر کا آنکھوں قہادب گیا۔ ملاؤں جب پٹ
کھولا گیا تو وہ آنکھوں کا لکھا جس پر بہت درم آگیا تھا اور اس کے دیکھنے سے علوم
ہوتا تھا کہ نہایت سخت تخلیف ہے۔ مگر اپنے زبانِ مبارک سے اُفت نہ کی
کچھ فرمایا۔

یہ غلبہ محیت تھا۔

بعض اوقات غلبہ استغراق میں لوگوں کو نہیں پہچانتے تھے اور زائرین کی
شہبت بار بار دریافت فرماتے تھے:

”کون کے؟“

حضور انور کی ان مالتوں سے بعض لوگوں کو قسم قسم کے خذشات بھی پیدا
ہو سکتیں کا بربستہ جواب ملا۔
پودھری خدا بخش صاحب دارثی جو ایک عمر بزرگ ہیں اور بارگاہ

دارشی میں شریف قدامت رکھتے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انہر کو دیکھ کر ایک شخص کو خیال پیدا ہوا کہ جب آپ ایسے بخوبی ہیں کہ فاس نہ ہو کوئی کمی مرتبہ دریافت فرماتے ہیں تو عام مریدوں کو کیا پہچانیں گے۔ اس کے دل میں یہ دوسرے پیدا ہوتے ہی حضور نے پشم مبارک کو حولدی اور خادم سے ارشاد فرمایا:

”ان کو ایک تہہ بند دیدو“

جب وہ تہہ بند لیکر واپس آیا اور احرام شریعت کھول کر دیکھا تو اس کے چاروں گوشوں پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدہ بوجیا اور اپنے خدشہ رسمت نادم ہو کر لوگوں سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا۔

اسی طرح کا واقعہ مولوی قیم الدین پشتراپٹھ مدرس سے بھی پیش آیا۔ سے کہ انہوں نے حضور انور کی حالت کیف و استغراق مشاہدہ کر کے خیال کیا کہ حضور انور کو اس حالتِ محیت میں اپنے مریدوں کی کیا خبر ہو گی وہ اسی خیال میں تھے اور کمی مرتبہ ان کے دل میں یہ خیال آچکا تھا کہ حضور انور نے سر اتنے کو خصیف سی جنسیں دی۔ مولوی قیم الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ حضور انور کی پیشانی مبارک کے معاذی ایک تجھی بے اس میں تمام مردوں میں تصویر گرد پھر بے ہی۔

اس فتح کے اثر و اتفاقات پیش آئے ہیں جن سے حضور انور کی بے خبری میں اس تدریجی کا پتہ ملا ہے کہ تجھب خیز و حیرت الگیز ہے۔

حالانکہ غلبہ محیت و استغراق میں حضور انور کو تو بدن کا بھی ہوش نہیں رہتا رہتا تھا اور سردمی گرمی کا احساس تھا مگر اس حالت میں بھی جو واقعات ظہور میں آتے تھے موحیرت کر دیتے تھے۔

یہ اور بھی لطف ہے کہ حضور انور کی حالت کیف و استغراق کو دیکھ کر لوگوں پر بھی کمی حالت طاری ہو جاتی تھی مگر آپ کی ذات باہر کات سے عجیب باخبر امور کا ظہور ہوتا تھا۔ عقد انامل ہر وقت طاری رہتا تھا کبھی ترک نہیں ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور انور کی خدمت بارگفت میں بطور استفسار عرض کیا گی کہ لوگوں کو مجلس سماں میں حال آتا ہے یہ حال آنا کیسا ہے۔

فرمایا:

”خدائی رحمت ہے بہت اچھا ہے بہت اچھا ہے“
حضور می دیر میں ایک اور شخص نے سوال کی کہ اکثر لوگ سماں میں حال لاتے ہیں یہ حال لانا کیسا ہے؟

فرمایا:

”حرام ہے اور حال لانے والا مردود ہے“
حرام کو تعجب ہوا کہ ایک ہی قسم کے سوال کے جواب میں حضور انور نے دو مقضیاں باقی ارشاد فرمائی ہیں اس لیے خدمت عالی میں بھراستفسار کیا گیا تو اس فرمایا:

”پہلا سوال حال آنے کی نسبت تھا اور دوسرا سوال حال لانے کی بابت تھا پس خود بخود حال لانا کیونکہ درست ہو سکتا ہے“

حضور انور کی کیفیات استغراق کو دیکھتے ہوئے ایسی باتوں سے نہایت تعجب ہوتا تھا کہ سوال کرنے والوں کے الفاظ پر کس درجہ الحافظ ہے کہ جیسا سوال ہوتا ہے ویسا ہی جواب ملتا ہے:

ان واقعات و حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ بات کامیاب طور پر متحقی ہوتی ہے کہ آپ ابوالوقت تھے اور آپ کی ذات مُتحجِّح الصفات ہو خداوند قدیر کی خاص قدر توں کا سرپرشه تھی ہر ایک حالت پر خالب برہتی تھی حالانکہ حضور انور کی جو حالت تھی وہ نہایت بخودی و از خود رفتگی کی تھی جیسا کہ مولینا شاہ سید علی صاحب اشرف الجیلانی مند اڑائے چھوچھے شرایف کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ”لوگ یہ نسبت تھے کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ ہم سے کلام کرتے ہیں اور حضرت توجہ الالہی میں ایسے مجھے تھے کہ کلام کرانے والا کلام کرتا تھا ان کو خبر بھی نہ تھی“ مولینا مددوح یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب قبلہ

نے فرمایا:

”ابھی ہمکو دعو کرنے کی ترکیب یاد ہے:
اللہ کے محبویت۔!

استمار عقصص و حکایات

اسی عالمِ محبویت و انسانیت
میں حضور انور کے جھن اے

شنئے جسی تھے جو بناہر نہایت تجھ سے دیکھنے جاتے تھے۔
زمانہِ افسوسیت سے حضور انور کو عقصص و حکایات سننے کا شرق تھا، پناہ

آخر زمانہ تک یہ مشتمل جاری رہا۔
بروقت استراحت حضور انور عاشقانہ عقصص و حکایات سن کرتے تھے کہ میرے

بارہ بجے شب بہک یہ شغل رہتا تھا۔ قاضی بخشش علی صاحب زمیندار گدید یہ اور
شیخ تراب علی صاحب اکثر دوستان گوئی کی خدمت اپنام دیتے تھے مدد
نی کہانی کی فرمائش ہوتی تھی۔

قاضی بخشش علی صاحب کا بیان ہے:

”جب میں حضورت علیحدہ ہوتا تو کہانیاں ہی سوت پڑا رہتا تھا۔

جب حضور پر انور استفسار فرماتے تھے:

”آپ دیر کہ کہاں رہنے تر عرض کرتا تھا کہ کہانیاں سمجھ رہا تھا۔ دوستان گوئی
کی خاصت میں جب ہم دیکھتے کہ آپ بالکل ساکت ہیں تو ہم بھی ناموش ہو جاتے تھے
گھر ہماری ناموشی پر آپ معاً استفسار فرماتے:

”ہاں پھر کہیا ہوا؟“

جب ہم پر نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا اور سبول جاتے کہ آپ کہاں سے کیا کہیں
تو آپ پورا پتہ دیتے تھے اور قصہ کے کچھ فضالت دہرا کرتا تھے کہ تم نے یاں
یہ کہا ہے جو حضور انور ہم ایک قند کا ایسا نیجہ ارشاد فرماتے تھے جو خاص

تعلیمات پر منی ہوتا تھا۔

جب قاضی بخشش علی صاحب اور شیخ تراپ علی صاحب موجود نہیں ہوتے تھے تو معاشرین میں سے کوئی نہ کوئی داستان گولی کرتا تھا۔ یہ قاعدہ تھا کہ داستان گو جیسے ہی خاموش ہوا آپ نے فروٹوگ دیا۔ حضور انور ہر وقت بیدار رہتے تھے۔ آپ کو سوتا ہوا تو کبھی کسی نے پایا ہی نہیں مگر یہ اور اطمینان کرد داستان سنتے وقت حضور انور دلوں کا لون میں خوب اچھی طرح روشنی پھر دیا کرتے تھے۔

ویکار قفات میں بھی دونوں کالوں میں رُویٰ رستی تھی اور وہ ہمیشہ بدل جایا کرتی تھی حضور انور کے عادات میں جو بات وداخل تھی وہ اپنی نزعیت میں نہ رکھتی یہ داستان گولی جو ہوتی تھی اس میں بھی وہی مضامین عشق و محبت ہوتے تھے اور ان کے نتائج سے خاص تعلیمات ہوا کرتی تھیں کبھی بھی دن میں بھی یہ شغل رہتا تھا۔ حضور انور کی مختلف میں خلوت دراجنن کا منظر ہر وقت رہتا تھا۔

عادات و خصائص

حضرت پسند فرماتے تھے مگر یہ جن ملکی تھا یا فاکساری و انکساری کہ کبھی نہ
لہجے میں کسی کو تهدید و تنبیہ نہیں فرماتے تھے۔

مزاج نالی میں کسی قدر ظرافت بھی نہیں جو لازمِ ذہانت و بحودت ہے۔
بس ادفات خدام و مریدین سے خوش بھی فرماتے تھے۔ مگر وہ بھی صداقت و
تعلیم سے نالی نہ ہوتی تھی۔

مولوی سید عینی ہمدر صاحب قبلہ داری ماقبل میں کہ آخر مرتبہ جب
حضرت انور (آر زیل جیسیں)، مولوی سید شریعت الدین صاحب با احباب کے ولت
خانہ پر تشریف لائے تو خوب ساز و سامان ہوئے۔ حضور انور کی رہائش کا کمرہ
ہشت بیس بہا اور پر کھلت چیزوں سے بجا یا گیا تھا جب آپ رخصت ہونے

لگے تو مولوی سید شرف الدین صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:
”باشٹر اب کم جاتے ہیں تم اپنی سب چیزیں دیکھو لو“

انہوں نے عرض کیا کہ بہت اپھا اور حضر ادھر دیکھ کر کہا کہ سب چیزیں معلوم
ہیں مگر دل نہیں ملتا۔ مولوی سید شرف الدین صاحب بڑھنڈو پر اندر کی گھاٹ میں
ہنایت محبوب تھے ان کی اس خدا و اذہانت اور حاضر جواب پڑھنڈو انور نے قسم فرمایا
اور ان کو گلے سے لگایا۔

جو اہل کمال خدمتِ عالی میں حاضر ہوتا آپ اس کو اس کے مثاکے موافق
انعام و اکلام مرحمت فرماتے کبھی کسی بات پر ایسے الغاظ ارشاد نہیں فرماتے
تھے جس سے یہ پایا جائے کہ آپ کو غالباً من یا پسر کی طرف خاص رغبت درجہان ہے
آپ اس قدر رحم و دل واقع ہوئے تھے کہ جب کوئی عرض مند حصہ اور کوئی اپنی طرف
متوجہ ہے دیکھتا تو وہ طرح طرح سے آپ کو متوجہ کرتا تھا کوئی چاچا بیکر سامنے آتا اور کوئی پیر
بیکرا ادھار پر کوڑا تکابھی خوکشی کریتا ہوں اپنے آپ کو ملاک کر داتا ہوں آپ ان انخلاء سے ہم
جاتے تھے اور امید افراد کلمات ارشاد فرماتے تھے اس وقت وہ لوگ حضور کا دام
چھوٹتے تھے۔

خدام بھی بعض اوقات لوگوں کو والیسی تدبیریں بتایا کرتے تھے ان حرکتوں
سے بعض اوقات حصہ اور کے چھوڑ مبارک پر آشام بلال بھی نایاں ہوتے تھے اور
آپ الجھ جاتے تھے۔ مگر وہ الجھنا بھی کویا سائل کے عتدہ مالا بخل کا سلسلہ تھا۔ عجیب
امراز تھا باور ہم دیر کیم بات کا غلم رکھنے کے آپ ان کے فقر و میں آ جاتے تھے۔
حضر اور جب پیادہ پاٹے مسافت فرماتے والیسی تیزیاں سے چلتے تھے کہ اپنے
اپنے چلنے والے دوڑ کے بھی آپ کے ہمراہ نہیں پل سکتے تھے۔

ہر دو چشم ان مبارک پر لکھتے شبادت سے بار بار لحاب وہن شریعت پھر تے
رہتے تھے۔ نماز جمعہ سیدہ مسجد میں ادا کرنے کی عادت تھی۔ قیام دیوبہ شریعت کے زمانہ
میں حضور اور شاہ فضل حسین صاحب و ارشی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز جمعہ ادا
فرماتے تھے اور ماہ رمضان المبارک میں دو قرآن شریعت اسی مسجد میں ختم

کرتے تھے۔

حافظ عبدالیقوم صاحب کرناں حضور پر نور کے ایسا سے اس مسجد کے مستقل پیش امام تھے کبھی کبھی شاہ فضل سین صاحب دارثی "بھی نمازِ فرضہ کے امام ہو جاتے تھے۔

رمضان المبارک میں بعد ختمِ تراویح حضور انور طعام تنادل فرماتے تھے۔ دیدہ شریعت میں اور بحالت سفر جس شہر میں آپ میقم ہوتے اس شہر میں بعد اور عیدِ گن کے موقع پر حضور انور پیشتر سے دہل کے خطیبوں اور پیش اماموں کو مختصر خطبہ پڑھنے کے لیے ہدایت فرمادیا کرتے تھے۔

ہر سال حضور پر نور میں پیش جاندیں قرآن شریعت کی منگوکر غریب و ماسکین کو تسلیم فرمایا کرتے تھے۔ جب کھانا سامنے آتا تو پیشتر دریافت فرماتے : «مہانوں کو پیغام گیا۔»

جب عرض کرو یا جاتا تھا کہ پیغام گیا۔ تب طعام تنادل فرماتے تھے بہتر مبارک سے تسلیم وغیرہ پیغام کر پیغام کی عادت تھی اور وستِ مبارک سے اکثر بستر کو بھاڑتے رہتے تھے۔

آپ کی حیادِ شرم ضربِ الشُّنْهُ جسمِ اٹھر کا ہر ایک حصہ اور ام شریعت سے چھپا رہتا تھا، اگرچہ نبھی رہتی تھیں۔ حالتِ سفر میں رفیع حاجت یا استنباج کی ضرورت ہوئی تو اس قدر دُور چلے جاتے تھے کہ ہمراہ ہیوں کی تھاں ہوں سے بالکل پر وہ ہو جائے۔ جو مذہم حضور پر نور کو غسل کر رہاتے تھے وہ مخصوص تھے، ان میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا تھا۔

قہقہہ مار کر آپ کبھی نہیں سنتے تھے۔ آپ کی ہنسی کی آواز کبھی ذرا بھی محسوس نہیں ہوئی۔ زیرِ لبِ تبّم فرماتے تھے اور اس پر بھی بہاۓ مبارک پرستِ اٹھر کو کھلیتے تھے۔

حضور انور کا شرفتیر نہاتے اور تہہ بند مرحمت فرماتے وقت اپنے فقراء کا نیانام بھی رکھ دیتے تھے۔

سرمہ گنگھا دنوں وقت ہوتا تھا۔ جیسے کوادر تیر سے پر کو سراقدس میں تیل ڈالا جاتا تھا۔ حضور پر نور کے بالوں کو کبھی نٹک نہیں دکھایا۔

آخر غرہنک آٹھ نے باریک اور شکست خطوط بغیر غنیک کے پڑتے ہیں۔ آٹھ ہر قسم کے خطبے تکلف پڑھ لیتے تھے مگر حدت العمر آپ نے دستہ باریک سے کوئی خط تحریر نہیں فرمایا جتی کہ کبھی دستخط بھی نہیں فرمائے۔ قام فرمیں ہر دو ایک الگاظ لوگوں کے بینا سنتیاق اور اصرار سے تحریر فرمائے ہیں اور جانب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیداواری اور تفاصی بخشش علی صاحب کے پاس محفوظ ہیں۔

مریدین و متولیین کے بامی اتحاد سے حضور پر نور بہت شاد ہوتے تھے۔ اکثر آپ میں بھائی چارہ کرادیتے تھے اور دو شخصوں کو منا طب کر کے کہتے تھے کہ تم اور فلاں شخص بھائی ہو۔ جیسے جناب مولوی سید شرف الدین صاحب قبلداری (آنzel جسٹس پٹنہ بانی کورٹ) سے مولوی صندر حسین صاحب سب صحیح و رمیں گور کھپور کی نسبت ارشاد فرمایا کہ:

”تم اور صندر حسین بھائی ہو۔“

بعض سے شود ارشاد فرماتے اور بعض کے ساتھ حضور انور کی متعدد روحاں نیت ادا کرنی اور طریقی عمل سے بھائی چارہ ہو جاتا تھا۔

حسنِ اخلاق

حضور انور کی ذات بابرکات میں دیگر صفات حسنہ کی طرح حسن نعلق بھی ماہر الاعتزاز تھا جس میں انت تعلق نہیں۔ عظیم و کل پوری جملک تھیں جو شخص حاضر استاذ مالی بتاؤ دہ آٹھ کے حسن اخلاق سے بیحدتا شہ ہو کے جاتا تھا۔ حضور انور ندویق الہی سے اس تدریج حسن نعلق اور شفقت و بہت کا بتاؤ فرماتے تھے کہ جس پر شخص نجز و نازک تھا۔

اکثر مریدین کے حاضر ہونے پر آپ از راہ شفقت و محبت کھٹ بیجا تے

اور معاون فرماتے تھے اور نام بنا مگر کسے سب لوگوں کی خیریت پر محنت تھے۔ اگر
حالت سفر میں بھی کسی شہر یا قریبہ کا کوئی شخص حضور کو ملا تو آپ اس سے دہان کے
لوگوں کی خیریت دریافت فرماتے تھے،
مریدین یا خدام میں سے اگر کوئی کسی نے خط اسرار وہ بجا تی تو آپ اس سے
چشم پوشی فرماتے تھے۔

کوئی شخص کسی کی اس کی نسبت میں شکایت کرتا تھا تو آپ اس وقت
شکایت کرنے والے کی شخصی فرمادیتے اور اپنا بلال خلاہ فرماتے تھے مگر جب
وہ شخص جس کی شکایت ہوئی تھی حضور انور کی خدمت بارگفت میں حاضر ہوتا
تو اس سے کچھ نہ کہتے اور ایسے اخافات ارشاد فرماتے تھے جن سے آئندہ کے لیے
وہ تائب ہو جاتا تھا اور اس نہادت و شرمندگ کے بعد اس کو فناص بنو رہو رہو
عنایات کرتے اور انعام و اکرام سے اس کی ایسی دلچسپی فرماتے تھے کہ شکایت
کرنے والوں کو تجھب ہوتا تھا نوہ کسی شخص سے حضور انور کا مزاج عالی کیسا بی
برہم کر دیا جائے مگر خطدا وار کو سامنے بانے کی دیر تھی سبقت ہے رحیق
علیٰ غصیبی کا سامان اُنکھوں کے سامنے آ جاتا تھا۔

کریم کے بزرگر کرم کا ظہور ہوتا ہے
خطا سے پہنچے ہی عفو و قصور ہوتا ہے

اگر کسی شخص کی کسی بات پر انہیں ناراضی فرماتے تو وہ شخص اس وقت
سامنے سے چلا جاتا تھا اور جب تھوڑی دیر میں وہ پھر حاضر ہوتا تو اس کو گویا
اپنی ناراضی پر انہیں شرمندگ فرماتے تھے اور اس کو کچھ نہ کچھ مرحت بھی فرماتے
تھے۔ یہ حضور پر انور کا اخلاق تھا کہ باوجود ہر شخص کی حالت آئندہ ہونے کے آپ
کسی کو محبتش لاتے نہ تھے اور ہر شخص کی بات کو صحیح باور کر لیتے تھے کہ بھی کسی شخص
کو حضور انور کے اخلاق نے اس بات پر ناولم نہ بوسنے دیا اور نہ کبھی کسی کو یہ شکایت
پیدا ہوئی کہ آپ نے اس کی بات کو صحیح نہ سمجھا۔

بعض خدام پر ایسی خنکی بھی ہوئی کہ لوگوں کو کسی طرح لیکن نہیں ہوتا تھا کہ

باختا بہ احرام شریعت لائے آپ نے اس کو زیب جسم فرمایا۔ اس وقت میں پرشیمان سے مخدوں کیکر رہ گیا۔ معاضدو انور نے یہ ری ہرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

”اس میں رینی کپڑے میں، دھڑکیا ہے؟“
حضور کے اس ارشاد سے تکین تو خود رہ گئی گرنخیاں رہا۔
حضور انور اپنے ادنیٰ والی سب مریدین کی تشکی و دلداری فرمائے میں بے نظر تھے کسی کی دشکنی گواہ نہ فرماتے اور اس کا خاص اثر جسموس کرتے تھے۔ آٹھ اگر کسی کے مکان پر شریعت کے جاتے اور راستہ میں کوئی شخص روک لیتا تھا تو جو شاشی ڈک جاتے اور اس کے مکان پر پلے جاتے تھے۔

جب راستہ طلتے یا ب پیراں سالی میں ریل میں سوار ہوتے تھے تو دست مبارک برادر سلام کو اٹھتا تھا اور زارین حذیگاہ تک یہی منتظر شاہدہ کرتے تھے کہ ریل کی کھڑکی سے سر مبارک باہر ہے اور نہایت تیزی سے سلام کے لیے ہاتھ اٹھ رہا ہے۔

آپ کا اخلاق فیوضی ظاہری و باطنی سے بھرا ہوا تھا حاضر و ناٹ سے حضور انور کا ایسا اخلاق تھا جس سے ہر شخص کے قلب پر نیت گمراہ ہوتا تھا۔ مریدوں کے ساتھ بولطف و کرم تھا۔ اس کا بیان بالغنا ظاہر نہ ممکن ہے۔ اس قدر رشفقت فرماتے تھے جو حدیث سے باہر ہے۔ جب کوئی مرید کسی دور دراز مقام کا نام لیتا تھا کہ میں بصیغہ عازم تھا۔ میں جا رہا ہوں۔ تو حضور انور کے چہرہ مبارک پر ایسے آشار نیاں ہوتے تھے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ذائق مرید کا اثر ہے۔ پہنچان مبارک بھی اکثر پر فرم ہو جاتی تھیں۔

حضور انور کو بحالت استراحت اکشیپیں دیکھا گیا ہے کہ کبھی اٹھ کر پڑیں گے کبھی پھر آرام فرمائے گے۔ تمام رات اسی طرح برس کر دی۔ کبھی دن بھر عالم سکوت ملاری رہا۔ حضور انور کی ان بیٹیں غالتوں سے خدام سمجھ جایا کرتے تھے کہ کوئی مرید بے عین ہے۔ جس کی وجہ سے یہ اعتراف بہتے۔ بعد میں پڑھتا تھا اور حضور انور کی

ناماندا املا کی خبر ملتی تھی۔ چنانچہ اکثر ایسے واقعات حضور انور کے نوارقی نادات کے
تمکرہ میں آئیں گے۔

آپ اپنے متولیین کی بے چینی کا ان سے زیادہ اثر محسوس کرتے تھے۔ بخافی
سخت احتراز فرماتے۔ حضور انور کے اخلاق میں خاص توجیہ کی جگہ تھی اور
آٹ کے اخلاق سے بین طور پر ثبات ہوتا ہے کہ محنت عشق و استغراق تو حسید
ہو۔ اٹ کے خیال کو مٹا دیتا ہے۔ وہ ہر شخص کو اپنا ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضور انور کا
حسن اخلاق صرف مریدین و متولیین ہی کے ساتھ ایسا نہیں تھا بلکہ جن لوگوں کو بھی
حضور انور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ اپنی طرح و اتفاق ہیں کہ آپ
کو تحدی شفقت و محبت سے ملے تھے اور آئنے کا اخلاق کس درجہ پر ہوا تھا۔

حضور انور کا اخلاق اس درجہ و سمع تھا کہ آج دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں
ہے جس کو یہ انسوس ہو کہ حضور انور مجھ سے ناراض رہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ
اگر کسی وقت حضور پر نوکری پر ناراض بھی ہوتے تو وہ سرے اوقات خود بخوبی اس
کی رضا مندی کی سمجھی فرماتے۔ اس کو انعمام و اکرام سے اور اپنے فیوض و برکات
سے خوش کر دیتے تھے۔

ہندوستان کے اکثر مشائخ عظام اور علمائے کلام ہن کو شرف باریاں نہیں
ہوتے۔ حضور انور کے حسن اخلاقی کے مذاہ و شاخوں ہیں۔ آپ بارہ کے آئنے
والوں سے نہایت محبت و شفقت سے ملے تھے ان کے نہبہ نے اور آرام و
آسانش کا خیال خاص طور پر مدد نظر کھتھتے تھے۔

کمتر سو ہو کر معانقد فرماتے تھے جب کسی شہر پا قریب میں تشریف لے جاتے تو
وہاں کے علمائے کلام و مشائخ عظام حضور انور سے ملنے کے لیے آتے۔ آپ نہایت
اخلاقی و محبت سے ان کے ساتھ پیش آتے اور ان کی تقدیر و منزلت فرماتے تھے
کسی درجہ اور رتبہ کے شخص کو آپ کے اخلاق کی شکایت نہیں ہوتی۔ اگر کسی تھام
پر حضور انور کو کسی بزرگ کی نسبت یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مشکلت ہیں اس لیے
جائے قیام سے ہٹ نہیں سکتے۔ تو آپ ان سے ملنے کو خود تشریف لے

جاتے تھے۔
حضور اور کے حسن خلق کی یہ گفتگو تھی کہ کسی کو غیر نہیں سمجھتے تھے اپنے پر
کے الفاظ ہی متروک تھے۔

حضور پر نور علمائے کرام و شايخ عظام اور حافظانِ قرآن اور فاریل اور
عربوں کی خاص قدر و منزلت فرماتے تھے۔ ان کو سفر خرچ دیتے اور احراام شرین
و شیرین اور دیگر اشیاء کو موجود ہوتی تھیں ضرور مرحمت فرماتے تھے اور اس قسم کے
الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمائے کی عادت تھی:
”هم اور تم ایک ہیں نا؟“ کسی سے فرماتے:

”ہمارا تمہارا خون بلا ہوا ہے؟“
غرض کسب سے ایک ہو کے ملتے تھے۔ اکثر دوسروں سے ارشاد
فرماتے:

”هم اور یہ ایک ہیں؟“
بزرگانِ عصر کے مریدین بوجاہضِ خدمتِ عالی ہوتے ان پر بھی اپنے مریدوں
کی طرح شفقت فرماتے تھے۔ ان سے ان کے پروردگار کی تعریف فرماتے اور
ارشاد فرماتے کہم اور وہ ایک ہیں۔ تم تو اپنے ہی ہو، ایک ہی واسطہ ہے اسکی
سے فرماتے برا دری کا واسطہ ہے۔

غرض اتحاد و یگانگی کے الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرماتے تھے، اور
کوئی نہ کوئی جزو ضروری طبقے وقت مثل پتہک مرحمت فرماتے تھے۔ آٹھ شخص و
محبت کی قدر کرتے تھے اگر کوئی صاحب کسی اور خیال سے ملنے آئے تو آپ
ان کے طلبہم و کبر و نخوت کو تور کر ملتے تھے۔

چنانچہ ایک صاحب کا واقعہ ہے (جیکنام و پت خاہر کرنا ماسب شد)
ہے، جو اپنے ایک خلیفہ اور دوسرے بارہ مریدین کے ہمراہ دیوبند شریعت میں آئے تھے
کہ جس وقت وہ حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں پیش کئے گئے۔ آپ فوراً
جادل میں آگئے اور کوئی بات نہیں کی۔ خدام و اتفاق تھے کہ آپ کا جدل دیریا

پسیں تاں یے انہوں نے ان بزرگ کو اور ان کے خلیفہ صاحب کے بالا نام پر
ٹھہرایا۔ ویگر بیدین کو شیخ کے حصے میں ٹھہرایا اور ان کی فاطمہ عمارت میں کوئی
وقتھ فرودگاہ نہیں کیا۔

مگر جب وہ حاضرِ خدمت ہوتے آپ فواؤ جمال میں آجائے تھے اور کوئی راز
نہیں کھلتا تھا کہ کیا معاملہ ہے وہ بے حد پریشان تھے تمام رات بالاخانہ پر بیداری
میں بسر کی اور اپنے ذکر و اشغال میں مصروف رہے تو سردن دوپر کو جانبی اوگٹ
شاہ صاحب نے صرف شاہ صاحب کو اور ان کے خلیفہ صاحب کو پیش کی اور
عرض کیا کہ حضور یہ کے رہنے والے ہیں سید ہیں اور پیری مرید ہیں جی کرتے
ہیں زیب الشہاد پسلے ہیں عرض کئے گئے تھے، آپ نے بیٹھنے کی اجازت دی اور ان شاہ
صاحب نے کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے مرید ہوتے ہیں مجھے اس
کا غم نہیں کہ وہ مجھ سے پھر جائیں گے اور پھر جائیں مگر حتماً اپنی زبان مبارک سے
یہ ارشاد فرمادیں کہ میرا ان جام نہیں تو گا۔

حضور انور نے فرمایا:

”مجبت ہے تو ہر جائے گا، اس کے بعد ارشاد فرمایا:

”اور مرید کیوں پھریں گے، ہمارا اور تمہارا خون ایک ہے،“

پھر تو نہایت لطف و کرم سے پیش آئے جب وہ رخصت ہونے لگے تو
تو وقت رخصت ایک تہ بند مرخت فرمایا۔ ایک زمانہ جوڑا بھی عنایت کیا اور ارشاد
فرمایا:

”ہماری طرف سے سیدانی کو دینا“ پھر جامی فرمیں شاہ صاحب سے ارشاد
فرمایا:

”ان کو مٹھائی دو،“ اور سفر خرچ بھی عنایت کیا اور نہایت لطف و کرم فرمایا
اور وہ بزرگ نہایت مسترست و شادمانی سے رخصت ہوئے۔

حضرت انور کے اخلاق کا حسن و لفڑیں مخصوص و مجتب تھا۔ اگر کوئی صاحب کی
اور خیال سے ملنے آتے تو آپ ان کے اخلاقی کو درست کر کے ملتے تھے۔

یہ طرفہ ماجرا تھا کہ بہت جلد ایسے افراد کی اصلاح ہو جاتی تھی اور کوئی آستہ نہ
عالیٰ سے رنجیدہ و نیزروں نہیں جانتے تھے۔ فی الحقیقت حضور انور کی بنیامن شغلی یہ
ہوتی تھی وہ غصہ پر محول نہیں ہوتی تھی بلکہ اخلاقی حسن کی تعلیم تھی مگر عاداتِ قبیلہ
ترک ہو جائیں کیونکہ جب تک معاشر بُور نہ ہوں اخلاق درست نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ عمل گردھیں پیش آیا۔ عشی الیار خال صاحب متوفی علیہ السلام
کا بیان ہے کہ حضور انور مولوی حافظ حسن صاحب امین دیوانی کے ہاں مقیم تھے علی گڑھ
کے تجیلدار سید سیمان شاہ صاحب نے یہ سنا تھا کہ حضور انور کی خدمت عالیٰ میں جو
شخص جس غرض سے آتا ہے آپ خود بخود اس کا جواب ارشاد فرمادیتے ہیں غرض جانتے
کی خود رت نہیں ہوتی۔ ان کو خیال پیدا ہوا کہ امتحان لینا پا جائیے چنانچہ وہ حاضر نہ تھا
ہوئے تو آئت نے ان کے آئے سے پشتہ حافظ حسن صاحب وارثی سے ارشاد فرمایا
کہ یہاں کے تجیلدار آتے ہیں ان کو واپس کرو ہم ان سے مٹا نہیں چاہتے۔

چنانچہ تعیل ارشاد کی گئی۔ دوسرا دن پھر ہی واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد تیرہ
سیمان شاہ صاحب کا خیال امتحان حسن عقیدت سے بدلا گیا اور ان کا استہانہ اگرید
زاری سے مبدل ہو گیا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ وہ ہنایت ادب و اخترام سے شیرینی
حرام لے کر پاپیا وہ حاضر خدمت ہوئے مجیب سوز و گداز کی حالت تھی کہ ان کی کریمہ
زاری کا دوسرا دن پر اثر پڑتا تھا۔ آتے ہی قدیم بوس ہوئے اور فوراً بیعت ہو گئے پھر تو
وہ ایسے جانشیر شہرت ہوئے کہ حضور انور کے خاص بخوبی میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مگر
جب تک وہ خلوص و مجتہت سے نہیں آئے اس وقت تک آپ ان سے نہیں ملے۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جس طرح خود پر نفس تھیں خلوص و مجتہت کے عادی
تھے اسی طرح دوسرا دن کا اخلاقی بھی درست فرمائے تھے اور یہ حضور انور کے اخلاق
کی تعریف تھی کہ کوئی شخص اپنی بد خانگی اور غیر فحصی پر قائم نہیں رہتا تھا۔

آئا فاناً حضور انور کی مقدس روحاںیت صنانے تکلب پیدا کر دیتی تھی جس سے
خصلی رذیلہ مرٹ جاتے تھے۔

حضور انور حلیہ شعنِ اخلاق سے یہاں تک آ رہتے تھے کہ کسی بُری بات کا

تو لایا خلا نہ دا آپ کی ذات مبارک سے خلا ہر ہونا تو کبھی دوسروں کی بدلائی کی
عادت کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے اور اس کا تمذکر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ
کاذ کر ہے کہ ایک عرب صاحب حضور انور کے آستانہ پر مقیم تھے۔ انہوں نے ہمایت
درشت بھی میں کسی شخص سے فرمایا کہ ”ہندی بطال“
یہ آواز حضور انور کے گوش مبارک میں پہنچ گئی۔ آپ نے طلب فتح کا رشاد
فرمایا کہ :

”عرب صاحب اہنگ کی کیوں بطال ہیں کیا انہوں نے خانہ رسولؐ کو بے
چڑاغ کیا ہے یا عترت رسولؐ کی بے حرمتی کی ہے یا کہ محفلہ اور مدینہ متور کی علیت
میں فرقی ڈالنے کی سی کی ہے آخر معلوم قوہو کہ کس قصور میں یہ اس خطاب کے مستحق
ہیں؟“

عرب صاحب نے نہادت سے توبہ کی پھر حضور انور نے ان کی بہت خاطر
مذراں فرمائی اور حسب دستور ان کو عطیات سے سرفراز فرمایا۔
اخلاقنا آپ تمام بائیوں کو نظرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جس طرح آپ
خود گھنی ظلن کے عادی تھے دیسا ہی دوسروں کو بھی بنادیتے تھے۔
حضور پر انور کا اخلاق حاضر غائب کی کیاں بخیر گیری کرتا تھا اور آستانہ
فیض نشانہ سے کوئی شخص رنجیدہ ہو کے نہیں جاتا تھا۔ مولوی محمد ناظم علی صاحب
فضلی نائب نعمتم درے عالیہ فرقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور انورؐ پر
حمد پر میں قیام فرماتے ان دلوں میری طبیعت افسردہ تھی اور ضرورت تھی کہ کسی اہل
تحقیق سے ملاقات ہو جائے۔

حضرت حاجی صاحب قبید کی خبر تشریف آوری سنکر ملنے کو گیا تو معلوم ہوا کہ آپ
بالآخر پر تشریف رکھتے ہیں اس وقت پر وہ نہیں عورات حاضر ہیں۔ میں واپس آیا
حضوری دیر کے بعد پھر گیا تو معلوم ہوا کہ پر وہ ہے۔

سر بارہ گیا تو بھی یہی معلوم ہوا میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ ملنا ہے تو
ٹیے درز اب ہم نہیں آییں گے بس یہ نیاں دل میں آنا تھا کہ دفعتہ کوٹھے پر سے

اوڑ آئی کہ پرداہ برخاست جس کا بھی پا ہے آئے۔

میں خدمت عالی میں حاضر ہوا تو بحاجت کے اندر ہی سے "کون ہے کون ہے: فرماتے ہوئے اٹھ بیٹھ اور (شفقت سے) میرے دو کے رسید کے اور سربراک کھول کر ماقب ہو گئے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"بس"

میں سلام کر کے رخصت ہو گیا۔ ایک مرتبہ اسی مکان میں وہاں کے رہیں سے مولوی ناظم علی صاحب فضلی کی نسبت ارشاد فرمایا تھا:

"یہ یہاں کے حاکم ہیں، حاکم!"

حضرتو را نور اپنے اخلاق میں فروختے ہیں طن اعلیٰ درجہ کا تھا۔ مولانا سید علی نقی شاہ صاحب جو نازم ان نقشبندیہ کے مستند بزرگ ہیں تھوڑی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پیر نور موضع محمد پور بخش پور میں رونق افراد تھے۔ اس زمانے میں اس موضع میں ایک درویش رہتے تھے جو میاں قلی ہوا شاہ صاحب سے شرف ارادت رکھتے تھے یہ حضور انور سے ملتے نہیں آئے کہی شخص نے تذکرہ عرض کیا کہ یہاں ایک درویش ہی ہے حضور پیر نور کی خدمت میں نہیں آئے تو اپنے ارشاد فرمایا:

"فیقر کے پاس اہل عرض زیادہ آتے ہیں، اس درویش کو خدا کا طلب تھی پیر نے بتا دیا ہیں آکے کیا کرتا؟"

حضرتو را نور کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ تمہارے ہیں اور خلق عظیم کے درویش کو جی بگانی سے محترز رہنے کی تیکم دیتے تھے۔

حضرتو را نور اپنے اخلاقی حسن سے متصف تھے۔ ہر ایک بُری بات اور خراب عادت کو عذر اور اصول ابرا بھتھتے تھے جس پر زیادہ نہ ربان ہوتے اس کی پشت پر آہستہ آہستہ کے مارنے لگتے تھے۔ گویا یہ بات پیار میں داخل تھی۔

آپ ہر ایک مذہب و ملت کے افراد سے بناست تاک سے ملتے اور وہ آپ کے اخلاق سے گردیدہ ہو جاتے تھے۔ ہر کس و ناکس کی نسبت آپ کا

خیال اپنارہتا تھا۔ کبھی کسی کی کریمی یا اخلاقی طعن و تشتیت زبان مبارک سے ارشاد
ہنسی ہوئے اور نہ کسی کی سُبْلائی سے تخلب اندر میں بچکے پانی، اسی کے آپ عادی
تھے اور سیکھی خاص ہدایت تھی۔

حضرتو را فوز کبھی کسی کو آزادہ ناطرہ فرماتے نہ ایسا دیکھ کر تھے جس خلق
میں بھی آپ کی ذات بارگات اپنی دیگر صفات کی طرح بے نظر تھی۔

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضل تحریر فرماتے ہیں کہ مجھکا اتفاق سے ایک غیر
عقلمند عالم سے کچھ پڑھنے کا شغل ہو گیا اور ان کی صحبت کا اثر بوجہ نامی کے سرایت
کر گیا۔ غیر مقیدیت غالب ہو گئی بالعلوم طرز و انداز صوفیہ سے باعتبار ابا الہند کے نفتر
ہو گئی جس کے ضمن میں حضرت حاجی صاحب سے بھی خیال خراب ہو گیا۔ چندے
یہ حالت برہی۔ ایک روز اتفاقیہ پر تائید غلبی یہ خیال ناساب ہوا کہ اپنی اصلاح
کے بعد دوسروں کی طرف رُخ کرنا چاہیئے۔ یہ خیال استھن غالب آیا کہ حضرت
حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں جا کر میں نے عرض کیا کہ میرے چو خیالات ہیں
ان سے قوبہ کرتا ہوں۔

آپ نے مسکرا کر ہاتھ میں ہاتھ یا اور تین بار استغفار کر کے رخصت
فرمادیا۔

مولوی روشن علی صاحب دارثی الرزاقی پیتھے پوری تحریر فرماتے ہیں
کہ مولوی علیم فیاض علی صاحب فضل مسٹر بن میخ آباد نے یہ واقعہ اپنائشم دید مجھے
بیان کیا کہ ایک مرتبہ کاذکر ہے کہ حکیم معصوم علی صاحب مرتضوم فتح پوری معاپنے
چندہ بخیال لوگوں کے چیل قدمی کر رہے تھے۔ سلسلہ کلام میں حضور افزو کی ذات
بیانات پر طعن و تشنیح کر رہے تھے۔ اسی دو دن گفتگو میں حضور افزو اسی راستہ
سے گذرے حکیم صاحب کی طرف فحاطب ہو کے فرماء:

”سُنَا شَاهِيْم صَاحِب! آپ نے چڑھا ہو گا۔ بلکہ آپ جانتے ہوں گے
مَنْ حَمَّلَ صَالِحًا فَلَنْفَسِهِ وَمَنْ أَسْكَدَ حَمْدَهُ لَهُ اِذْ جِئْ
نَے اِقْهَا كام کیا تو اپنے لیے جس نے برا کام کیا تو اپنے ہی لیے، آپ اپنے زبان“

دل کو کسی دوسرے کے واسطے کیوں خراب کرتے ہیں؟

اس کے بعد پھر مناطب ہو کر ارشاد فرمایا:

”مناسنا حکیم صاحب ایسا ہی ہے تا۔“

یہ فرماتے ہوئے پڑے گئے اور سب اسی مقام پر تجویز رہ گئے۔ یہ حضور
النور کا خلق تھا کہ اپنی ذات اتدس سے متعلق بھی اگر کوئی بات سئتے تو اس کا کوئی
خوب نہیں دیتے تھے بلکہ حق نہیں اور اخلاق حسنہ کی تقدیم فرماتے تھے۔

حضور انصار کا یہ ارشاد کس قدر جامد ہے کہ:

”آپ اپنے زبان اور دل کو کسی دوسرے کے واسطے کیوں خراب
کرتے ہیں؟“

حضور انصار کا اخلاق بس طرح ظاہر میں دیج تھا اسی طرح باطن میں بھی خاص
عقلت رکھتا تھا جس کی مثال کیلے صرف ایک ہی واقعہ کافی ہے جو
سن المحمدین امام الملحقین مریلنا مولوی قیام الدین عبدالباری صاحب قیلد
مدخلہ العالیٰ مندا رائے ذہنی محل واقع کھنڈ پر گذا رہے۔ مریلنا مددوح حضور انصار
کے زمانہ وصال میں معززند و گیرا صحابہ کے عیادت کے لیے دیوہ شریعت میں ائے
تو حضور انصار مریلنا سے زیادہ مناطب نہیں ہوتے بلکہ ہر ایوں سے بہت اخلاق
سے پیش آئے۔ مریلنا خود تحریر فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ داپس ہوئے تو راہ میں
بھج سے میسے عزیز عنایت فرما شیخ الطاف الرحمن صاحب ریس ٹراہ کاؤں
نے کہا کہ حاجی صاحب کی یہ بے رُنگی کچھ مناسب نہیں معلوم ہوئی۔ میں نے کہا
کہ مجھ پر فرض تھا اس لیے کہ وہ آخر وقت میں میرے واادا (مریلنا شاہ عبدالعزیز)
صاحب رضی اللہ عنہ کی طلاقات کو آئئے تھے میں اس کو ادا کرنے کے لیے آیا تھا
مجھے جو کچھ کرنا تھا وہ میں نے کیا اور ان کو بھی جو مناسب معلوم ہوا وہ انہوں نے
کیا۔ حالتِ مرض میں ان کا برتاؤ قابل گرفت نہیں ہے۔

میں دیوہ شریعت سے باشہ شریعت حاضر ہوا اور راست میں ٹراہ کاؤں میں
ٹھہر گیا اور دہاں سو گیا۔ حضرت حاجی صاحب کو میں نے دیکھا کہ وہ اور میرے

بھائی مر جوم تشریفیت لائے اور بیٹھ گئے اور مجھ سے ارشاد فرمایا:

”تم کو کوئی شکایت ہے یا تم کچھ ناخوش ہوئے؟ میں نے کہا:

”آپ جانتے ہیں کہ میں ناخوش نہیں ہر انسینیرے دل میں کسی قسم کا خیال گزرا

نہ کوئی ایسی بات ہوئی؟ اس کے بعد مسکرا کر فرمایا:

”مجھے تمہاری بیخ ناخوشی سے مطلب ہے۔ تم اگر ناخوش نہیں ہوئے تو پھر جس کا
جو جی چاہے کہنے مجھے اس کی پرواہیں ہے: میری امکح کھل گئی۔

عزمی زیستِ الطاف الرحمن کو میں نے دیکھا کہ میرے پاس میٹھے ہیں۔ میں نے
ان سے اپنا خواب بھی بیان نہیں کیا تھا کہ انہوں نے خود ہی مجھ سے کہا کہ میں نے ایک
خواب دیکھا ہے کہ حاجی صاحبِ نہایت غصہ میں میری طرف پڑھ آ رہے ہیں میں
بھاگ گیا۔

پھر میں نے اپنا خواب بیان کیا اور ان سے کہا تم ان کی فاتحہ دلاد دوچانچہ
انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور پر نور کے ظاہری و باطنی اخلاق کس قدر
خوبیوں سے آراستہ تھے کہ اپنی ذات سے ناخوشی اور بخیگی پسند نہیں
فرماتے تھے۔

آپ کے اخلاق میں یہ خاص خوبی تھی کہ جو شخص حضور انور سے ملا خواہ وہ
مرید ہو یا نہ ہو آپ ہمیشہ کے لیے الٰہ کے مع اون و شریک علم ہو گئے۔ محبت و
مردودت بجود و سخا احسان و کرم آپ کے خیر میں داخل تھے۔ آپ کے ہن سنن غلطی کی
چھوٹوں کی طرح ناخوش بھی ہوئی ہے جس سے ایک عالم کامشام جاں معطر

ہے۔

گل افتخار ہے تو شبورے فلکی عظیم
دماغِ محبت اثر چاہیے

عجز و انکسار | آپ کی خاک رمی و نکسر المزاجی بھی

آپ کے دوسرے خصائص و شاہی کی طرح بے نظر تھی آپ علاوہ اپنے
کو کترین خلافت سمجھتے تھے اور یہ تعلیم تھی کہ اپنی ہستی سے گذر جاؤ اور اسی پر فوڑ
بھی عمل تھا۔

چنانچہ قصہ نیوار (ہمارا کام واقعہ ہے جس کو حضرت قبلہ احمد شاہ صاحب
دارشی (حضرتو انور کے خاص فقراء میں ہیں) بیان فرماتے ہیں کہ حضور پر فوراً فتنی افراد
تھے کہ آپ کی محفل میں آزیل مولوی سید شرف الدین صاحب بالحاج پرمجر
ایگزکٹو کوشل ہمارا حاضر ہوئے اس وقت ان کے ہاتھ میں ایک شیشہ تھار یہ
تھر ماٹر کی طرح تھا، اس پر کھاتھا غصہ، ذہانت، حافظہ، رخشش، خوشی و غیرہ
کے انداز ممٹی میں دبائے سے پارہ پڑھتا تھا اور انسان کے مزاج کی حالت معلوم
ہوتی تھی۔ وہ شیشہ حضور انور نے اپنے دست مبارک میں لیا تو جو تیزاب یا پارہ
اس میں تھا وہ حسب معمول اور کو جڑھا اس کے بعد آپ نے رکھ دیا۔ دیکھ
حاضرین محفل نہ اپنے ہاتھ میں سیکر تھیں کہ اس کی شروع کی۔ اس وقت کامجیب
و افسوسیہ منظر تھا جو شخص اس کو مٹھی میں دبا تھا اس کی نسبت حضور انور سے
عرض کیا جاتا تھا کہ حضور ان میں اس درج کی ذہانت سے اس درجہ کا غصہ ہے
اور حضور انور قسم فرماتے تھے بیکا یک مولوی سید شرف الدین صاحب بالحاج
کو خیال پیدا ہوا کہ جلدی میں حضور انور کے مزاج مبارک کی حالت کچھ معلوم ہو گی
چنانچہ انہوں نے مکر دہ شیشہ حضور انور کی خدمت عالی میں پیش کیا تو حضور
نے اس کو سابق کی طرح مٹھی میں دبایا مگر عجیب حالت ہوئی کہ اس میں جو پارہ
یا تیزاب تھا وہ بالکل ساکن ہو گیا اور اس نے اپنی جگہ سے زرا جفیش نہ کی۔ یہ
ماجرہ دیکھ کر آزیل مولوی سید شرف الدین صاحب نے خیال کی کہ شاید
دست مبارک کی پوری گرمی نہیں پہنچی چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ میں حضور انور کی
مٹھی کو لیکر خود اپنی طرح دبایا مگر وہی حالت رہی اور کچھ معلوم ہو سکا۔ سب
کو حضرت تھی کہ ابھی تو حضور انور کے دست مبارک میں لینے سے چڑھاتا۔
اور ابھی اس کا فعل ساقط ہو گیا۔ یہ کیا بات ہے۔ سب اسی خیال میں تھے کہ

حضور اوزرنے ایک ناچ انداز سے دست مبارک کو جھٹک کر دہ شیش
رکھ دیا اور زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا:
”اُم کچھ نہیں ہیں۔“

اس ارشاد پر تمام گفل میں ایک بجیب محیت کا عالم طاری ہو گی
کہ ہر شخص از خود رفتہ تھا۔ حضور اوزر کسی بات میں نایاں نہیں ہوتے تھے گریا عمل
اور اصولاً اپنی ہستی کو خیانت بھتے تھے اور یہی وابستگانِ دُمانِ دولت کو انتیم
فرماتے تھے۔

مولوی الحمد عسین صاحب متولی را ہر امتوضیح بارہ نکلی کھنچتے ہیں کہ ایک
مرتبہ حضور اوزر قصہ کھیولی کو تشریف لے گئے جو دیوبند شریعت سے جانبِ غرب
ایک موضع ”میل“ کے فاصلے پر ہے۔ میسٹر بھائی میاں ظہور اشرفت صاحب
وارثی ایمپھوئی حضور اوزر کے ہمراہ تھے۔ ایک تنگ گلی کی جانب سے آپ کا
گذر ہوا تو سامنے سے ایک کتا آرہا تھا اور قریب تھا کہ حضور اوزر کے ملبوس
مبارک سے اس کا جسم مس ہو جائے کہ آپ نے دامن سیست یا میاں ظہور اشرفت
صاحب نے بھی اپنا بابس بچایا۔ آپ نے تباہم سوکر دریافت فرمایا:
”ظہور اشرفت تم نے کیوں اپنے کپڑے کو بچایا؟“ انہوں نے عرض کیا کہ
بس طرح حضور نے کتنے کی بخاست کے باعث اپنے احرام شریعت کو علیحدہ
فرمایا۔

یہ سُن کر حضور اوزر کی پیشائی مبارک میں کشیدگی کے آثار نایاں ہوئے اور
آپ نے اپنے زانوئے مبارک پرانے دست اٹھ کر کر فرمایا:
”میں نے اس خیال سے نہ بند کو سمیٹ یا کہ مبادا کتا میرے پریکن سے
تپاک ہو جائے“ تھے:

بین تفادت رہ از بخاست تا پر کجا
حضور کی اعلیٰ درجے کی خاکساری تھی کہ اپنے آپ کو ہر ایک چیز سے کتر
بختے تھے۔ آپ ہراونی و اعلیٰ سے اس طرح ملتے تھے جیسے کوئی بہت بی اول

دریور کو شخص ملتا ہے۔ آپ کی بات بات سے خود درج کی خاکاری و تکلیف لے جائی
ستر فوج ہوتی تھی۔ آپ بس بستر پر اسراحت فرماتے تھے اسی پر میٹھہ دستے تھے
نشست میں کوئی ایتمام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کبھی قالین یا سند پر نشست فرمائی۔
حضور انور کی بارگاہ عالی میں آٹھ کی اور آنے والوں کی نشست ایک سی رسمی تھی۔
شاہ گدایں کچھ فرق نہیں تھا۔ آپ اپنے بستر پر تشریف کرتے تھے اور ولیمی بی بکر
اس سے بتر نشست آنے والوں کے لیے رہتی تھی۔ یکساں فرش یا پانڈل بے
جنگی پچھی رہتی تھی۔

خدام و مریدین بک سے ملنے میں حضور انور کا پیر و مرید کا ساتھا دنبیں ہوتا تھا
بک آٹھ بیتے بنکلت ملتے تھے ضعیف المحو بڑھوں کا بہت پاس دلخواہ فرماتے
خواہ وہ کسی بی ذمیں عالت میں ہوں۔ آٹھ اکثر اتفاقات ان کی تنظیم کے لیے سہ و نہ
کھڑے ہو جاتے تھے۔ ان سے بغلیگری کر تھے تھے ان کی ریشن صیدہ کا بہت ادب
ٹھوڑے خاطر عالی رہتا تھا۔ خواہ وہ آٹھ سے علمیں صورتے ہی کیوں نہ ہوں گرا آٹھ
ہنایت تملکت سے پیش آتے اور اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ تم ہمارے بجائے
باپ کے ہو۔ ان کو بنے بنکلت بٹھائے کی سی فرماتے تھے اور ہنایت بلجود اکار
کی گفتگو زما تے تھے۔ مگر ہنیت حق سب لوگوں پر طاری رہتی تھی۔ گواٹ پاکل
سادات سے پیش آتے اور سب کی ناظر خواہ دلداری فرماتے تھے حضور انور کی
طرز نشست احکام و مکانت غرضکہ ہر ایک انداز میں انتہا درجہ کا مجذوب
انکار تھا۔

ہر شخص سے جنم امیز لجو ہیں خطاب فرماتے اور نام بھی دقار کے ساتھ
یتے تھے۔ خدام سے بھی برابر کا برتاؤ تھا کبھی کسی کام کے لیے خدام سے ارشاد نہیں
فرماتے تھے۔ وہ خود وقت کے لحاظ سے کاموں کو انجام دیتے تھے۔

جب کوئی قصیدہ یا غزل حضور انور کی شان سارک میں پڑھی جاتی تو اٹھ نہیں
پڑھنے۔ ہو جلت تھے غمیں نکالیں کے اور سرخچکاے ہوئے میٹھے رہتے تھے۔
نہم ہر نے پرسر اقدس اٹھاتے تھے۔ وہ بھی ہنایت شرم و حیا سے جس سے معلوم ہوتا

شکار اپنی مدح دست انوش پر حجاب بے۔
 اکثر لوگوں کو فصلہ وغیرہ پڑھنے کی نوبت بھی نہیں آئے دیتے تھے۔ ان کے
 ہاتھ سے قصیدہ یا غزل لیکر خود ملائخہ فرمائیتے اور ان کو شاد کر دیتے تھے۔
 کبھی خود سامیعن کو پڑھ کر نہ تھے اور جہاں کسی کتاب یا غزل یا قصیدہ یا مشنوی
 وغیرہ میں حضور انور کا نام نامی آتا تو وہاں بجاے اپنے سیدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب
 تبدیلی کا اسم گرامی کبھی کوئی خط بھی لاحظہ فرماتے تو اسیں بھی اپنا اسکم گرامی
 چھوڑ دیتے تھے۔ آپ نے اپنا اسکم گرامی نہ کبھی زبان مبارک سے لیا اپنے علم سے
 تحریر فرمایا۔

مزاج ہمایوں میں ایسا انکسار تھا کہ خدا تمہک حضور پر نذر سے بنتے تکلف
 ہاتھیں کرتے تھے اور جب کسی مصیبت زدہ کے وہ سفارشی سو جاتے تو نہیں یہ بیان کا نہ
 انداز سے حضور انور کی توجہ عالی مبندوں کرتے تھے اور خاص نہاد انداز سے وہ آپ
 پر زور دیتے تھے۔ خدا تمہک کو فخر تھا کہ حضور انور ان سے بالکل بھائی چارہ رکھتے ہیں
 سلام میں بھی حسب دستور سبقت فرماتے تھے۔ خود نماں وغیرہ سے قطعی تفخر تھا۔ آپ
 کی گفتگو میں اوضاع دا طواری میں عادات و خصال میں نہایت عجز و انکسار تھا۔ آپ
 انگریز زبان مبارک سے ارشاد فرماتے کہ:

”هم تو مافریمیں“

مزاج عالی میں انتہا درجہ کا حلم اور خاکساری تھی کبھی زبان مبارک سے کوئی
 لفظ تکھمانہ انداز سے ادا نہیں ہوا۔ نہ خود نمائی کا کوئی لفظ زبان مبارک سے ارشاد
 ہوا۔ مصیبت زدہوں سے بھی اشارات فرماتے تھے اور زبان مبارک سے کبھی کوئی
 لفظ ایسا نہیں نکلتا تھا جس سے ظاہر ہو کہ حضور انور کی توجہ عالی سے یہ کام ہو جائیگا
 خدا سے امید رکھنے کی تلیم دیتے تھے۔ حضور انور کبھی کوئی ایسی بات ارشاد نہیں فرماتے تھے جس سے آپ کی کوئی کرامت یا خلق عادت ظاہر ہو۔ خود نمائی سے سخت
 میزز تھے۔ اگر کبھی کسی داقعہ کا استفسار کیا جاتا یا بر سبیلِ تذکرہ کوئی واقعہ زبان مبارک

سے ارشاد ہوتا تو اس کو اس انداز سے بیان فرماتے کہ وہ واقعہ آپ کی ذات ستر دہ صفات سے مسروب نہ ہو سکے۔

ایک واقعہ حضورؐ کے غنفوں شباب میں بزمائش شاہی لکھنؤ میں گذرائے تھے ہمارہ شہر ہے مگر حضورؐ نے پہلی تذکرہ۔ اس واقعہ کو بیان فرمایا تو اس انداز سے فرمایا کہ جس سے حضورؐ انور کی نسبت خیال نہ ہو سکے جالانکہ وہ واقعہ شہر و مدنی بے گھر چونکہ خود ستائی سے اجتناب تھا اس یہے کمبھی کسی کرامت یا خرق عادت وغیرہ کو اپنی طرف نسبت نہیں فرماتے تھے۔

شوشتراں شد کہ سر دلبر اں

گفت آید در حدیث دیگر اں

چنانچہ حضورؐ پر فور نے ارشاد فرمایا:

«لکھنؤ میں نواب نے توالي بند کر دی اور کہہ دیا کہ اگر توالي ہو تو کسی کو حال نہ آئے یہ کہ رہے (نواب کا نام یاد نہیں ہے) شاید سعادت علی خان تھا، اس حکم سے لکھنؤ میں توالي قطعاً بند ہو گئی اور کبھی توالي ہوتی تھی تو کوئی فقیر ڈر کے مارے نہیں جاتا تھا۔ اس زمانہ میں ایک فقیر لکھنؤ میں آیا اُس کی ایک مرید بنے دعوت کی اس نے کہا بیٹک توالي نہ ہو گی ٹھیک نہیں ہے۔

سب نے اک بادشاہ کا حکم نہیں ہے۔ فقیر نے کہا حال کا حکم نہیں ہے چنانچہ توالی ہو رہی تھی اس فقیر نے قوالوں سے کہا، اب یہ شروع کر دو سے:

ز ہے عز و جلال بُو تراب فخر ان

علی مرتفعِ شکل کشائے شیر بز دانی

جیسے ہی توالوں نے یہ شعر شروع کیا نواب نے اپنے کپڑے چاڑھائے اور بار بار کہنے لگا،

علی مرتفعِ شکل کشائے شیر بز دانی

بس وہ فقیر خفا ہو کر محل سے پلے گئے کہ مکار توالی بھی نہیں سننے دیتے

ہر پند لوگوں نے اس کو پچڑا مگر اس کا عالی کم نہ ہوا۔
جب فخر صاحب کی بہت نوشادمکی تو انہوں نے پانی دیا جو اس کے مٹنے میں
ڈالا گیا اور اسے ہوش آیا پھر زواب نے کہا کہ آج سے مانع نہیں ہے۔ یہ حال
مکونہیں ہے۔

شاذ و نادر اگر کبھی کسی بات کے اظہار کی رسیل تذکرہ حزورت ہوتی تو اس کو
اس انداز سے ادا فرماتے تھے جس سے کوئی کمال حضور پیر نور کی جانب منصب نہ ہو جائے
حضور پیر نور کا انکسار و ناکساری حزبِ امشل ہے۔

عجر و اکسار کی جو تحریف ہے وہ حضور انور کی منکرِ الزاجی نے سمجھ میں آتی تھی
کہ یکجنسہ ایک خاص نور نہ تھا جو نظر وہ کے سامنے روشن تھا اور اس کی ذات
با برکات میں بوجبات تھی وہ کمال کے ساتھ تھی۔ نہ کوئی بات براۓ افتخار تھی میں زد اتن
بکری بربات تھی وہ حقیقت تھی۔

کیفیتِ اتحادی

حضور انور کے اخلاق و عادات
سے ثابت ہے کہ آپ کی نگاہ

حقیقتِ اکاہ میں کوئی غیر نہ تھا، سب سے یکاگلی کا برنا ذکر تھے۔ سب سے
ایک ہو کے ملتے تھے۔ ہر مذاق اور ہر مذہب و ملت کے افراد حضور انور کے
معتقد تھے۔ اکثر اگر ری حضور پیر نور سے ملتے تو آپ ان سے معاف نہیں کرتے اور
ان کی تواضع فرماتے تھے۔ سید علی اصغر صاحب دارثی ساکن شاہ پور ضلع فتحور
ہسوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میسے رسانے حضور انور کی خدمت میں
ایک یورپی حاضر ہوئے جسماں نے ان سے معاف نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ:
”کم تم ایک ہیں نا؟“ پھر فرمایا کہ صاحب کو چانتے پلا داں صاحب کی
حضور پیر نور کی محبت میں عجیب پرکشی حالت تھی جو بیان سے باہر تھی۔

اسی طرح حضور انور سب سے یکاگلی کا برنا ذکر فرماتے۔
سید معروف شاہ صاحب دارثی نائل ہیں کہ جب مکمل قیصرہ ہند

کا انتقال ہوا تو شب کو دیوبھ شرایف میں خبر آئی۔ حضور اس وقت طعام آنماول فرار ہے تھے کبھی شخص نے حضور سے عرض کیا۔ آپ نے معاکمانت سے متر پہنچنے لیا اور فرمایا:

”بڑا بار کرت عبد تعالیٰ بہت اپنی بادشاہی کی۔ ہنایت امن و امان رہا، اپنا ہمارے بازو پر سیاہ کپڑا باندھ دو۔“ چنانچہ اسی وقت تعیین ارشاد کی گئی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انورا یہی مراسم کی بھی پابندی فرمائے اور ایک خاص کیفیت اتحاد رکھتے تھے اور آپ کی بجائہ میں کوئی غیر رخدا جب بستہ کا دن آتا تو بندو حضور کا بستہ مناتے اور بستی بیان

خدمت عالی میں پیش کرتے۔ جسے حضور انور زیر فرماتے تھے۔ ہولی کے ایام میں شاکر بختم منگو صاحب رہیں ملاؤں اور دیگر موز ازین ہنرو حضورِ انور کی دعوتوں کا ہنایت اعلیٰ پیاس پر اعتماد کرتے اور حضور پر خشد پیشانی قبول فرماتے تھے۔

اور جب دریا کی طرح موج آتی تو آپ پر عجیب حالت طاری ہو جاتی تھی۔ آٹ کے عادات والموار اخلاق و اوصاف سے ظاہر ہوتا تھا کہ آٹ بغض نفس پانی کی طرح رنگ وحدت میں ٹکرائیک ذات ہو گئے ہیں۔ مثآپ کی بجائہ حق آگاہ میں ماوشائی تحریق ہے۔ می خیال غیریت ہے۔ ہر رنگ میں آپ ہیں اور ہر رنگ اپنکا ہے۔

چنانچہ ہولی کے دنوں کا ایک واقعہ ہے رازِ سبل جسٹس (مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ) دارثی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ حضور انور جب سیون تشریف لے گئے تو میں کے سامنے ایک مولک محمد عبد الرحمن صاحب تاجہ کے مکان پر قیام فرمایا تھیم مبارک حسین صاحب خان ہبادر مولوی خضل امام صاحب مرحوم مولوی یوسف امام صاحب احمد شاہ صاحب وغیرہ بھی ہمراہ تھے فوجیہ شب کا وقت تی اسٹجے اپنے بستر پر امام کر رہے تھے میں اٹھا اور حکیم مبارک حسین صاحب کو کیک خصرو انور کی خدمت عالی میں حاضر رہا اس وقت حضور تخلیہ میں عجیب ہم دونوں پہنچے۔

تھنور اور اٹھ بیٹھے یہ زمانہ ہندوں کی ہولی کا تھا۔ تھنور ازور نے مجھ سے من طب ہو کر
ارشاد فرمایا کہ:
”ہولی کامیں سنو گے“

میں نے عرض کیا ”ھنور سنوں گا آپ ہولی گانے لگے اور اداوں کے ساتھ
اشرات سے مجھ پر قتنے پسکنے، پکاریاں ماریں اس کے بعد فرمایا،
”ہولی بازم“

بچھنار کی میں ہولی گانے لگے اور انہیں اداوں کے ساتھ اشارات فرمائے گئے
یہاں پر غور کرنے کا مقام ہے کہ اس وقت میری کیا حالت ہوئی ہو گی؟
ایسے موقع پر بی حضرت حافظ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:
رو بوسئے خانہ خمار دار دپسرا
چیست یاراں طریقت بعد ازیں تدبیر را
حضور ازور اس وقت عالم سرور و خوشی میں تھے مجھ سے فرمایا کہ:
”گلے گلے جاؤ“

اس ارشاد سے میری دلی مراد برآئی بھا ارشاد فرمایا ”لخمنکا لخیں
و دمڈلکا دھیں“ یہ فرمایا کہ مجھے آگ کیا اور حکیم مبارک حسین صاحب
کو گلے سے لگایا۔ حکیم صاحب بے میں دہ آگ لگی کہ تارک الدین سیفی ہا ہو
گئے، او بھوارفت و مادر کو چہ پار سو اشدیم

اس عرصہ میں نیچے کے لوگوں کو نجرب ہوئی تو احمد شاہ صاحب وغیرہ
اور آئے اس وقت مجھ میں اتنی قوت نہیں تھی کہ نیچے جا سکوں۔ احمد شاہ صاحب
کی استہانت سے میں نیچے نہیں، انہوں نے مجھے اپنے بتر رنگہ دی میں نے احمد شاہ صاحب کی
بڑی حالت و کھی اُن کی لکھت کی میری آنکھوں کی طرف گئی ہوئی تھی میں نے وجہ
دریافت کی تو انہوں نے ایک آمینہ میری سکر باتھیں دے دیا میں نے آمینہ
میں دیکھا تو میری دونوں آنکھیں کرجنی کی طرح شرخ تھیں بچھرہ کا رنگ تباہ نے
کا ساتھ اپیٹانی پر پینے کے قطرات تھے اور جسم کے انہی بھی بخار کی کیفیت محسوس

ہو ری تھی جس دن یہ واقعہ گزرا اُس روز سے قریب قریب اتیلیں روز بکھر غذا بانکل ندارد ہو گئی اور دشت تھی کہ الامان۔ جب پٹنہ آیا تو یہ کیفیت ہو گئی کہ اکثر بد خبروں کی مجھے اطلاع ہو جاتی کہ کون کب بیمار پر گا اور اس کا کیا نتیجہ ہو گا۔ اوس مجھے الفاظ ہو جاتا تھا کہ کون کب مرے گا۔

حکیموں نے بہت مفرج دوائیں استعمال کرائیں مگر طبیعت درست نہ ہوا بالآخر میں دیوبہ شریف حاضر ہوا تو بارگاہ عالیٰ میں زبان کھوئے کی حاجت نہ تھی خود بخود اصلاحِ مزاج ہو گئی اور الحمد للہ اب تک میری حالت اچھی ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضور انور کا مذاقِ طبیعت کیا تھا، ہر نگہ میں آپ کے تصریفات و فیوضِ جاری رہتے تھے اور کسی رنگ سے مفارکت نہیں تھی۔ اسی طرح اسلام کے جتنے فرقے ہیں کسی فرقے کی نسبت اور کسی خیال کے مسلمانوں کی نسبت حضور انور نے کبھی کوئی خلاف لفظ زبان مبارک سے نہیں نکالا ہر خیال اور مذاق کے افادوں کی حضور انور قدر و منزالت فرماتے تھے اور ہر کس و ناکس کی نسبت ظلن نیک رکھتے تھے۔ چنانچہ سید احمد غال خاں صاحب مرحوم و مغفور بابا مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی نسبت فی زماننا طرزِ تدبیم کے مسلمانوں میں بھو خیالات تھے وہ ظاہر ہیں، مگر حضور انور کا خیال اُن کی نسبت بہت اچھا تھا۔

مولوی سید شرف الدین صاحب تبلد وارثی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے اُن صاحبوں نے بیان کیا جو حضور انور کے ہمراہ تھے کہ ایک مرتبہ حضور پر انور علی گڑھ میں قیام پذیر تھے۔ سید صاحب کی جانب سے حضور پر انور کی خدمت عالیٰ میں یہ سیعام عرض کیا گیا کہ وہ حضور سے تخلیہ میں مدد چاہتے ہیں۔ حضور پر انور نے منظور فرمایا اور کچھ رات گذر نے پر جو وقت حضور انور کا بعد طعام استراحت فرمائے کا تھا اُس وقت سید صاحب آئے اور دروازہ ٹھکھا دیا اند سے خادم نے آواز دی کہ کون؟ سید صاحب نے جواب دیا مشیطان فوراً دروازہ کھول دیا گیا اور سید صاحب اند آئے حضور انور نہایت شفقت دھرمائی سے ٹھے۔

سرستیدر حرم کی حاضری کا واقع جناب خواجہ حسن ازگانی صاحب دہلوی
نے بھی اخبار وکیل میں لکھا تھا کہ سرستید نے کہا لوگ نجکو کافر کہتے ہیں۔ فرمایا:
«غلط کہتے ہیں سرستید کافر نہیں ہو اکتا۔»

سید محدث شاہ صاحب قبلہ دارثی فرماتے ہیں کہ حضور انور نے سید
صاحب کو عرصہ کم شرف مکالمت بخشنا اور تفسیر وغیرہ کے متعلق بامتنان کرتے ہے
سرستیدر حرم راس وقت استحدار رقت طاری تھی کہ بیان سے باہر ہے اور
حضور انور ان کی سکین فرماتے تھے۔

حضور انور نے سید صاحب سے یہ بھی ارشاد فرمایا:
«نجکو انگریزی تعلیم سے اختلاف نہیں ہے مگر مجہت اندھس اور طلب
رومانیت ضروری ہے۔

مولوی سید شرف الدینی صاحب قبلہ دارثی رائزبل سینٹ پیٹرس ہائی گولڈ
فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور انور سے دریافت کیا:

“سرستید کے متعلق حضور کا کیا خیال ہے؟”

حضرت پور نور نے ارشاد فرمایا:

“تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو؟”

میں نے عرض کیا کہ اکثر علمائے انہیں تکفیر کا فتوی دیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ:

“سید صاحب کو برادر کو اور شہزادگو وہ اول درجہ کے مسلمان ہیں۔”

حق یہ ہے کہ حضور انور کو خداوند کریم نے وہ طلبِ منور اور تفسیر و روشن عطا فرمایا
تھا کہ آپ دلوں کو اور نیتوں کو دیکھتے تھے ظاہری حالات پر نظر نہیں فرماتے تھے
حضرت پور جنیں آلفت کے خریدار تھے اور خلوص و محبت کی قدر فرماتے تھے اور
خود بھی اسی کی ایک روشن شال تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک سے یکاگلی داتخاذ
کا برتاؤ گرتے تھے اور ماوسما کی تغیرتی سے بالکل بے تعلق تھے۔ اور حقیقت
یہ ہے کہ یہی زنگ وحدت ہے اور یہی آئینِ تصوف ہے۔ بتوں بلبل
شیراز ہے: